

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سرکاری خطوط

ڈاکٹر خورشید احمد فارق

پروفیسر دہلی یونیورسٹی



ادارۃ اسلامیات، انارکلی لاہور

حضرت عثمانؓ کے سرکاری خطوط

ڈاکٹر خورشید احمد فارق

پروفیسر دہلی یونیورسٹی

ادارہ اسلامیات ۱۹۰-انارکلی لاہور

اشاعت اول : مئی ۱۹۷۸ء
 باہتمام : اشرف برادرز لاہور
 مطبع : وفاق پریس - لاہور
 قیمت : ۱۵/-



ملنے کے پتے :

ادارۃ اسلامیات : ۱۹۰ - انارکلی - لاہور
 دارالاشاعت : اردو بازار - کراچی ۱
 ادارۃ المعارف : دکانہ اہلعلوم کراچی ۲
 مکتبہ دارالعلوم : کراچی ۱۵

صفحہ	خط	صفحہ	خط
۱۲۸	عبدالرشید سعدی ابی مزرح کے نام	۱۴	۵
۱۳۰	" " " " " "	۱۸	۳۲
۱۳۲	انڈس پڑھائی کرنے والے جہاڑوں کے نام	۱۹	۶۰
۱۳۳	خط کی دوسری شکل	۲۰	۱۱۱
"	ابو موسیٰ اشعری کے نام	۲۱	۱۱۲
۱۳۵	عبداللہ بن عامر کے نام	۲۲	۱۱۳
۱۳۶	عبداللہ بن مسعود کے نام	۲۳	"
۱۳۷	" " " " " "	۲۴	۱۱۴
۱۳۸	ولید بن عقبہ کے نام	۲۵	۱۱۵
۱۳۹	عثمان بن ابی العاص ثقفی کو دستاویز	۲۶	۱۱۶
۱۴۰	عبداللہ بن عامر کے نام	۲۷	۱۱۸
۱۴۱	مرکزی شہروں کے مسلمانوں کے نام	۲۸	۱۱۹
۱۴۲	ولید بن عقبہ کے نام	۲۹	"
۱۴۳	خط کی دوسری شکل	۳۰	"
"	خط کی دوسری شکل	۳۱	"
۱۴۴	اکابر کوڈ کے نام	۳۲	"
۱۴۵	خط کی دوسری شکل	۳۳	"
۱۴۶	ولید بن عقبہ کے نام	۳۴	"
۱۴۷	خط کی دوسری شکل	۳۵	"
۱۴۸	ولید بن عقبہ کے نام	۳۶	"
۱۴۹	خط کی دوسری شکل	۳۷	"
۱۵۰	ولید بن عقبہ کے نام	۳۸	"
۱۵۱	ابن کوڈ کا نام	۳۹	"

صفحہ	خط	صفحہ	خط
۱۵۰	۱۵۵	خط کی دوسری شکل	۳۷
۱۵۱	۱۵۶	معاویہ بن ابی سفیان کے نام	۳۸
۱۵۲	۱۵۸	خط کی دوسری شکل	۳۹
۱۵۳	۵۸	خط کی تیسری شکل	۴۰
۱۵۶	۵۹	خط کی چوتھی شکل	۴۱
۱۵۷	۶۰	ابو ذر کے نام	۴۲
۱۵۸	۶۱	عبدالرحمن بن ربیعہ کے نام	۴۳
۱۵۹	۶۲	اکابر کوذ کے نام	۴۴
۱۶۰	۶۳	معاویہ بن ابی سفیان کے نام	۴۵
۱۶۱	۶۴	اشتر غنی کے نام	۴۶
۱۶۲	۶۵	خط کی دوسری شکل	۴۷
۱۶۳	۶۶	سعید بن عاص کے نام	۴۸
۱۶۴	۶۷	خط کی دوسری شکل	۴۹
۱۶۵	۶۸	سعید بن عاص کے نام	۵۰
۱۶۶	۶۹	اشتر غنی اور ان کے ساتھیوں کے نام	۵۱
۱۶۷	۷۰	سعید بن عاص کے نام	۵۲
۱۶۸	۷۱	کوذ کے باغیوں کے نام	۵۳
۱۶۹	۷۲	اشتر غنی اور ان کی پارٹی کے نام	۵۴
۱۷۰	۷۳	علی بن ابی طالب کے نام	۵۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

۱۹۴۷ء میں پہلی بار غفرار دن کے اور سنتے میں ابوبکر صدیق کے سرکاری خطوط ندوۃ المصنفین دہلی نے چھاپے تھے اور اب تیسرے خلیفہ عثمان غنی کے سرکاری خطوط اسی ادارے کی طرف سے پیش کئے جا رہے ہیں، اس سلسلہ کی آخری کڑی یعنی علی حیدر کے خطوط اور تقریریں بھی الگ بھگ ہزار سال پہلے شاعر ادیب رضی بغدادی نے جمع کئے تھے جو بیخ البلاغہ کے نام سے مشہور ہیں، یہ خطوط بے سبب و سبب تھے، اس کی کوسو برس بعد مشہور حضرت علی عالم ابن ابی احمد مدائنی نے شرح بیخ البلاغہ لکھ کر پورا کر دیا اور اب سنا ہے بیخ البلاغہ کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو گیا ہے، اس طرح خلفائے اربعہ کی سرکاری تحریروں کا سٹ بڑی حد تک تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ عثمان غنی کے خطوط چند سال پہلے جب بشکل مضامین چھپے تھے تو ان کی تعداد پچاس سے کم تھی اب ستر سے زیادہ ہے یہ تعداد عثمان غنی کے مکتوبہ خطوط کا بہت ہی اچھا ٹماچہ ہے، انہوں نے بارہ سال حکومت کی اور علی اقل المقدیر اگر گویم یہ پانچ خطوں کا ہی اوسط رکھا جائے تب بھی ان کے خطوط کی تعداد میں ہزار سے زیادہ ہوتی ہے، افسوس ہے کہ یہ خط محفوظ نہیں رہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو محفوظ رکھنے کا اُس زمانہ میں کوئی انتظام نہ تھا، عہد حاضر میں ہر سرکاری تحریر کی کئی کئی کاپیاں لے لی جاتی ہیں اور ایک دوسرے کی ریکارڈ میں محفوظ بھی کر لی جاتی ہیں، اُس زمانہ میں طریقہ یہ تھا کہ جب خلیفہ اپنی طرف سے کسی گورنر یا کمانڈر کو کوئی فرمان بھیجتا تو ایک چھوٹے کاغذ یا چرمے پر اس کا لب لباب قلمبند کر دیتا اور متعلقہ تفصیلاً

اپنے اچھی کو سمجھا دیتا جن کو وہ زبانی گورنریا لکھا نڈر سے جا کر کہہ دیتا، اگر خلیفہ کو گورنریا لکھا نڈر کے مراسلہ کا جواب دینا ہوتا تو وہ بالعموم اکی مراسلہ کے نیچے یا اس کی پشت پر مختصر حکم لکھ دیتا اور گورنریا لکھا نڈر کے سفیر کو متعلقہ ہدایات زبانی دے دیتا جن سے وہ جا کر اپنے مرسل کو مطلع کر دیتا، خلیفہ کا خط پاکر اور متعلقہ ہدایات سفیر کی زبانی سن کر گورنر تعمیل حکم میں لگ جاتا، خط کو دھو کر اور اس کا کاغذ سکھا کر یا تو آئندہ استعمال کے لئے رکھ لیا جاتا یا وہ کسی ایسی جگہ ڈال دیا جاتا جہاں سے چند دنوں میں ضائع ہو جاتا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ستر سے زیادہ خطوط جو اس مجموعہ میں شامل ہیں وہ کس طرح محفوظ رہ گئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اپنی موجودہ شکل میں یہ وہ خط نہیں ہیں جو عثمان غنی نے فی الواقع تحریر کئے تھے بلکہ یہ وہ خط ہیں جو ان کی طرہ منسوب کئے گئے ہیں، ان خطوط کو تین صنفوں میں رکھا جاسکتا ہے: ایک وہ جن کے مضمون میں راویوں کی طرہ سے لفظاً و معنیاً کم اضافے ہوئے ہیں اور دوسرے وہ جن کے مضمون میں راویوں کی طرہ سے لفظاً و معنیاً زیادہ اضافے ہوئے ہیں اور تیسرے وہ جن کی کوئی اصل نہیں، جن کو راویوں نے کسی مصلحت یا غرض کے ماتحت وضع کر دیا تھا، بیشبہ نظر مجموعہ خطوط میں ان تینوں صنفوں کے خط موجود ہیں اور یہ تینوں صنفیں عثمان غنی کے خطوں کی طرح دوسرے خلفاء کے خطوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔

اسلام کے بعد عربوں نے جن علوم کی طرف سب سے پہلے اور سب سے زیادہ توجہ دی وہ یہ تین تھے: حدیث، تاریخ اور تفسیر، حجاز کے عربوں میں نہ علمی ماحول تھا نہ علمی روایات، ان کے ہاں صرف شعر و نسب دو علم تھے جن سے دلچسپی لی جاتی تھی، چونکہ کاغذ کیاب اور نہایت گراں تھا اور حجازی عربوں کا سوادِ اعظم ظالم اور خاندان بدوش، وہ شعر و نسب کو کاغذ کی بجائے حافظہ میں محفوظ کرنے کے عادی تھے اور دونوں کو زبانی روایت کے ذریعہ پیرامی بیہر می منتقل کیا کرتے تھے، پڑھنے لکھنے کا کچھ جو ہا شہر و دیوں

ضرورت تھا، خاص طور پر خوش حال تاجر جن کا بیرونی ملکوں سے تجارتی تعلق ہوتا، جیسے طائف کے تفتیق، مکہ کے قریش اور یثرب (مدینہ) کے یہودی، کاروباری خط و کتابت کرنے اور حساب کتاب رکھنے کے لئے معمولی لکھنا پڑھنا جانتے تھے، جن لوگوں نے حدیث، تاریخ اور تفسیر کی اشاعت و تعلیم کی ابتدا کی وہ سب عرب تھے اور صحابی، صحابہ میں صرف تھوڑے اشخاص جمولی پڑھے لکھے تھے، ان کی اکثریت نازلہ تھی، خواندہ صحابی میں بیشتر تفتیق اور قریش کے خوشحال تاجر تھے جن کو شام، عراق، مصر اور حبشہ جیسے تمدن ملکوں کے سفر کا تجربہ تھا اور جن کا افق ذہنی دہاں کے تمدن ماحول میں بود و باش سے نسبت وسیع ہو گیا تھا، جمہور صحابہ زبانوں میں بے پڑے تھے اور ان کا تعلق غریب، پسماندہ اور جاہل ماحول سے تھا، اس کے علاوہ بعض صحابہ رسول اللہ کی صحبت میں زیادہ رہے تھے، بعض کم، بعض کا حافظہ اچھا تھا، بعض کا کمزور، چو کہ صحابہ کا ماحول اور ان کی فکری و علمی سطح ایک دوسرے سے مختلف تھی، اس لئے ان کے مابین ان کی سیرت اور میلانات بھی ایک دوسرے سے مختلف تھے۔

رسول اللہؐ اور ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں حدیث، تاریخ اور تفسیر کی تعلیم و اشاعت جزیرہ کے مختلف دیہاتوں، بستیوں اور شہروں تک ہی محدود رہی، لیکن عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت میں (۱۳-۳۳ھ) عربوں نے شام، عراق، مصر، فارس اور دوسرے ملک فتح کئے تو بہت سے صحابہ جن کی اکثریت غیر قریشی اور دیہاتی عربوں پر مشتمل تھی، مفتوحہ شہروں اور عرب چھاؤنیوں میں آجلو ہو گئے، ان شہروں اور چھاؤنیوں میں تین طرح کے لوگ تھے: ایک عرب جو جزیرہ کے دیہاتوں سے نوج میں بھرتی ہو کر آئے تھے اور جاہل و نازلہ تھے، دوسرے غیر عرب جو مسلم جو عام صلہ سے بڑے لکھے تھے اور جن کا تعلق فارس، شام، اندھک، ہندوستان، اقوام سے تھا اور تیسرے غیر مسلم ذمی جو ٹکٹ لکھا کر عربوں کے ماتحت اور باج گزار ہو گئے تھے انے ماحول میں صحابہ کو بہت اعزاز حاصل ہوا اور نئے اسلامی

عرب معاشرہ پر انہوں نے اپنا سکھایا، فوجی عرب اور غیر عرب نو مسلم و غیر عقیدت سے رسول اللہ کی حدیثیں ان سے پوچھا کرتے اور اپنے گونا گوں نفسی، مذہبی، قانونی، اخلاقی اور مالی معاملات میں ان کی طرف رجوع کرتے اور ان کو اپنا مطاع و مقتدا سمجھتے، ذی ان کو حکمران پارٹی کا رکن سمجھ کر ان کا احترام کرتے، مفتوحہ ملکوں میں بسنے والے ان مجاہدوں میں سے کچھ کاروبار میں لگ گئے، جو تیز، بارسوخ اور باشعور تھے سرکاری عہدوں پر فائز ہو گئے اور ان کی ایک اچھی خاصی تعداد نے اپنے اپنے محلوں کی مسجدوں میں تعلیمی طبقے کو مل لئے، ان حلقوں میں حدیث، تاریخ اور تفسیر کی تعلیم دی جاتی تھی یہ وہ مضمون تھے جن کی مانگ تھی، جن سے کم و بیش صحابہ واقف تھے اور جن کے ذریعہ رسول اللہ، تاریخ اسلام اور قرآن سے واقفیت ممکن تھی، مفتوحہ ملکوں میں آکر بسنے والے عرب فارغ البال تھے، حکومت کی طرف سے ان کی تنخواہیں اور راشن مقرر تھے، حکمران قوم کے ممبر ہونے کے باعث ان شہروں اور چھاؤنیوں کے نئے معاشرہ میں ان کو عزت اور وہاں ہی ماحصل تھی، اس لئے تعلیمی حلقوں میں ان کی شرکت کا اصل محرک دین، اسلام اور اس کے قانون سے متعارف ہونا تھا، اس کے برخلاف غیر عرب نو مسلم (مواہل) تین شکلات میں مبتلا تھے: (۱) معاشرتی شکل (۲) اقتصادی شکل اور (۳) دینی شکل، ہمدان اقوام سے تعلق رکھنے، خواندہ اور مسلمان ہونے کے باوجود عرب معاشرہ میں ان کو عزت و وقار حاصل نہ تھا، وہ یا تو میدان جنگ میں گرفتار ہو کر غلام بنائے گئے تھے اور بعد میں زباً آزادی ہوا کر کے آزاد ہو گئے تھے، یا ان کا تعلق مفتوحہ اقوام سے تھا جو شکست کھا کر اصولاً غلام بن گئے تھے لیکن جن کو قومی مصالح کی بنا پر فاتحین نے آزاد چھوڑ دیا تھا، نو مسلموں کو عربوں کے برابر درجہ حاصل نہ تھا، وہ عرب عورتوں سے شادی نہیں کر سکتے تھے، وہ دوسرے درجہ کے شہری تھے، عربوں کی خدمت، معاونت اور چاکری کے لئے وقف، اقتصادی اعتبار سے بھی ان کی حالت زیروں تھی۔

..... ویکی میدان میں ان کی واقعیت نماز، روزہ اور زکوٰۃ سے زیادہ نہ تھی، ان تینوں مشکلات پر قابو پانے کے لئے یعنی معاشرہ میں عزت، حکومت کے عہدے اور دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لئے سب سے مؤثر تدبیر یہ تھی کہ وہ حدیث، تاریخ اور تفسیر میں دستگاہ حاصل کریں چنانچہ وہ بڑے شوق، نیازمندی اور عقیدت سے صحابہ کے در کی حلقوں میں داخل ہو گئے۔

معلم صحابہ نہ تو کسی کتاب سے درس دیتے تھے نہ ان کے پاس لکھا ہوا قرآن تھا، رسول اللہ کی جو باتیں نماز، روزہ، معاملات، سیرت و اخلاق سے متعلق یا رسول اللہ کے جو غزوات اور فتوحات ان کو معلوم ہوتے یا قرآن کی جو آیتیں ان کو یاد ہوتیں وہ اپنے شاگردوں کو تنہا یاد پھوڑا کر کے ذہن نشین کر دیتے اور قرآن کے شکل الفاظ کی تفسیر اگر ان کو معلوم ہوتی یا رسول اللہ سے سنی ہوتی تو وہ بھی بتا دیتے، چونکہ اسلام سے پہلے ان کے ہاں علمی روایات یا لکھت پڑھت کا ماحول نہ تھا وہ کتاب کی جگہ زبانی روایت کے ذریعہ معلومات منتقل کرنے اور تحریر کی جگہ حافظ میں علم مقید کرنے کے سیکڑوں برس سے عادی رہے تھے اس لئے وہ اپنے شاگردوں کو حدیث، تاریخ اور تفسیر لکھنے کی اجازت نہ دیتے تھے اور اصرار کرتے تھے کہ ان کے ملفوظات ذہن میں ترسم کئے جائیں اپنے اس اصرار کی توجیہ وہ رسول اللہ کی طرف منسوب کر دے اس قول سے کیا کرتے تھے کہ میری حدیثیں لکھا نہ کرو، ان کی زبانی اشاعت کر سکتے ہو، ہر چند کہ تحریر کے بارے میں سارے صحابہ کا موقف ایک نہ تھا اور بعض تحریر کے حق میں تھے، لیکن چونکہ اکثریت کا موقف امتناعی تھا اس لئے قدرتی طور پر یہی چل بھی نکلا، اکثر صحابہ کے شاگرد عرب اور ممالی دونوں، اسی موقف کے حامی ہو گئے اور جب تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے درسی طے لکھواتے تو تحریر و کتابت کی اجازت وہ بھی نہ دیتے تھے۔

رسول اللہ کی صحبت، اولین حامل اسلام، نیز حدیث، قرآن اور تاریخ کے عالم

مفسر اور ترجمان ہونے پر تونازاں تھے ہی، موالی طالب علموں کی نیاز مندی و عقیدت
بلکہ شیفتگی نے عام طور سے صحابہ میں کمکنت پیدا کر دی جس نے جلد ہی علمی انانیت کی
شکل اختیار کر لی، صحابہ کے بعد حدیث، تاریخ اور تفسیر کی تعلیم و اشاعت پر بالعموم غیر
عرب نو مسلم دسوائی بچھا گئے، اور جہاں انہوں نے صحابہ سے علم حاصل کیا وہاں صحابہ
کی علمی انانیت بھی اپنالی، جوں جوں حدیث، تاریخ اور تفسیر کی اشاعت و تدریس کا دائرہ
وسیع ہوتا گیا اور شاگردان صحابہ کے حلقوں میں طالب علموں کی تعداد بڑھتی گئی، نیز نادار
موالی کے علاوہ خوش حال اور حاکم گھرانوں کے عرب لڑکے ان میں داخل ہونے لگے،
تاہی علموں کی علمی انانیت میں بھی اضافہ ہوتا گیا، ان میں علمی رقابت، مسلکی صند اور
دنیا پسندی پیدا ہونے لگی، ان صفات کا تقاضہ تھا کہ جن احادیث و سنن، واقعات
اور تفسیر کے وہ خود حامل تھے، جن کو انہوں نے اپنے صحابہ شیوخ سے اخذ کیا تھا وہی
مستند، درست اور محبت قرار پائیں اور جن احادیث، واقعات اور تفسیر کی دوسرے
صحابہ شیوخ نے دوسرے حلقوں یا بستیوں یا شہروں میں تعلیم دی تھی ان کو ضعیف
غیر مستند اور ناقبول قرار دیا جائے، دوسرے لفظوں میں حدیث و آثار کی صحت کا
پیمانہ تحقیق، کھوج، درایت اور تقابل کی جگہ افراد بن گئے اور یہ کہادت صادق
آئی کہ یسوفون الحق بالرجال ولا یسوفون الرجال بالحق، عربی حکومت کی ساری
بستوں اور پانچویں صدی مقاموں میں جو خلیفہ، گورنر اور بڑے حکام کے متفرق تھے
جیسے مکہ، مدینہ، صنعاء، بصرہ، کوفہ، اصفہان، حمص، دمشق اور قسطنطنیہ، علمی انانیت
علمی رقابت، مسلکی صند اور جاہ پسندی کی ہوا چل نکلی، ان صفات کے زیر اثر سنن، آثار،
تاریخ اور تفسیر کے میدان میں بڑے پیمانہ پر وضع کا دروازہ کھل گیا، وضع کی بنیاد رسول اللہ
کے زمانہ میں ہی پڑی تھی، خلفائے اربعہ کے عہد میں وضع کا کاروبار اتنا فروغ پر تھا کہ
۱۔ وضع حدیث کے موضوع پر دیکھئے ترجمہ الاسلام ۱۷۱۱ میں صفحہ ۱۹۰ و ۲۰۰، و دیگر افعال علمی پر مبنی
حدود آباد ہند، سلسلہ ۲۰۶/۵ و طبقات ابن سعد لا تذکرۃ ۱۰۱۔

ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی کسی صحابی کی حدیث بغیر شاہد کے نہیں تسلیم کرتے تھے اور علی حیدر صحابی کی حدیث حلف لے کر مانتے تھے، بیرونی فتوحات کے بعد عرب زندگی عہد نبوی کی سادہ، بے تنوع اور بھری معیشت کے مقابلہ میں کافی پیچیدہ ہو گئی تھی اور ایسے ایسے مسائل رونما ہونے لگے تھے جن کا حل نہ قرآن میں تھا نہ حدیث میں، ہر چیز کے خلفائے اربعہ اپنے فرائض کی انجام دہی اور اپنی زندگی کے معاملات میں بوقت ضرورت بلا تکلف اجتہاد در اسے سے کام لیتے تھے، چہرہ صحابہ جن کا ذہنی افق بالعموم بہت تھا اجتہاد ور اسے کے مخالف تھے، کوئی عرب یا نو مسلم شاگرد جب ان کے سامنے ایسے مسائل لے کر آتا جن کا حل قرآن و حدیث میں نہ ہوتا اور ایسے مسائل بہت تھے اور بڑی تیزی سے بڑھتے جا رہے تھے، تو وہ بالعموم اپنے اجتہاد سے کام لیتے اور اپنی رائے کو حدیث کا نام دے کر پیش کر دیتے، ان کی علمی انسانیت اپنے شاگردوں عقیدہ مندوں اور نیاز مندوں سے یہ کہتے شرابی اور یہ اعتراض کرتے تو ہمیں محسوس کرتی کہ ہمیں ان مسائل کا حل نہیں معلوم، کچھ معلم صحابہ تو خلفائے اربعہ کے آخر عہد تک ہی زندہ رہے، لیکن ان کا بیشتر حصہ ابیر سادیہ کی خلافت کے خاتمہ یعنی ستھ سال تک حیات کر گیا، ان کے بعد ان کے درسی حلقوں پر ان کے شاگردوں کا جو زیادہ تر موالی تھے اور جن کا اصطلاحی نام تابعین ہے غلبہ ہو گیا اور بہت سے شاگردوں نے طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر نئے حلقے کھول لئے اور یہ سلسلہ بڑھتا اور پھیلتا عباسی دور میں داخل ہو گیا (۱۳۱ھ)، تعلیم کی اس ترقی اور وسعت کے ساتھ علمی انسانیت، علمی رقابت، مرزبوی عصبیت، مسلکی ہٹ اور جاہ پسندی میں بھی اضافہ ہوتا رہا اور ان صفات کے زیر اثر وضع کا کاروبار شاخ و در شاخ اور وسیع تر ہوتا گیا۔

قرن اول کے ربع ثالث میں حدیث و آثار، تاریخ اور تفسیر کا سرمایہ کثرت اور کیفیت میں اتنا بڑھ گیا تھا کہ نہ تو قوت حفظ اس کی تحمل ہو سکتی تھی اور نہ ایک معلم کے

لئے اس کا درس دینا آسان تھا، اس لئے دو تبدیلیاں واقع ہوئیں: ایک یہ کہ اس سرمایہ کو
 اور یہ سرمایہ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کل الصید فی جوف الفرا کا مصداق تھا یعنی اس میں
 صحیح سنن و آثار، فقہ و اجنبی تھے، جگڑے ہوئے، بدلے ہوئے، کم اضافہ والے، زیادہ
 اضافہ والے اور گڑھے ہوئے بھی، قید تحریر میں نہ لانے کی وہ پابندی جس پر صحابہ کے
 زمانہ سے شدت عمل ہوتا رہا تھا، ڈھیلی پڑ گئی، اب وہ طالب علم جن کا حافظہ قوی نہ ہوتا
 اور جو کاغذ کی کمی یا بی اور گرافی کے نسبتہ کم ہو جانے سے اس کو خریدنے پر پہلے سے
 زیادہ قادر تھے، بعض صورتوں میں اپنے شیوخ کی چشم پوشی سے اور بعض میں ان سے
 چھپا کر حدیث و آثار وغیرہ قید تحریر میں لانے لگے، دوسری تبدیلی یہ ہوئی کہ مستداول
 مضامین جو اب تک ایک ہی شیخ کے ذمہ تھے الگ الگ شیوخ نے سنبھال لئے بالفاظ
 دیگر ان مضامین میں ایک قسم کا تخصص اور گیرائی پیدا ہونے لگی، کچھ تو اس دو گونہ
 تبدیلی کا اور کچھ افادیت کو تقلید جامد پر ترجیح دینے والے حکمران طبقہ کی ترغیب کا
 یہ اثر ہوا کہ بڑے شہروں میں حدیث و آثار، تاریخ و معاری رسول اللہ و تاریخ اور
 فتوحات خلفائے اربعہ پر رسالے اور کتابچے لکھے جانے لگے، اس اہم کام کی ابتداء
 سرکاری قاضیوں، مفتیوں اور حکام طبقہ سے تعلق رکھنے والے علماء کے ہاتھوں عمل میں
 آئی جیسے (۱) عروہ بن زبیر (متوفی ۷۰ھ) (۲) ابان بن عثمان (متوفی ۸۰ھ) اور (۳) ابان
 زہری (متوفی ۱۲۵ھ)، ان کی دیکھا دیکھی کچھ دوسرے پیشہ ور معلم، محدث، مورخ اور
 مفسر بھی تحریر و کتابت کی طرف مائل ہونے لگے، قرن اول کے ختم ہوتے ہوئے حدیث
 تاریخ اور تفسیر پر سینکڑوں رسالے تالیف ہو چکے تھے لیکن یہ رسالے اور کتابچے ہم کو
 یاد رکھنا چاہیے نشر و اشاعت کے لئے نہیں تھے بلکہ لکھنے والوں کی اپنی سہولت، مطالعہ
 اور مراجعت کے لئے مرتب کئے گئے تھے، وہ ان کی مدد سے معلومات مستحضر رکھتے، طلبہ کو
 درس دیتے یا قانونی فیصلے اور فتوے مستنبط کرتے، لیکن طلبہ کو ان سے نقل کرنے کی

اجازت نہ تھی، زبانی نشر و اشاعت اور حافظہ کی کتاب پر اعتمادِ علمی فضا میں ایسا ہی نہیں
 گیا تھا اور صحابہ کے زمانہ سے اس پر ایسا اصرار رہا تھا کہ پیشہ و معلم، محدث، مورخ
 اور مفسر جو معاشرہ پر چھائے ہوئے تھے اور جن کی گرفتِ عوام پر سخت تعلیمی ایسی حدیث
 خبر یا تفسیر کو ساقطِ الاعتبار سمجھتے تھے جو شیخ کی بجائے کتاب سے لی گئی ہو، کتاب سے ہٹاؤ
 کرنے والے کو صفحہ کی حقارت آئینہ نقب سے یاد کیا جاتا تھا، ایسے عالم کی سماج میں
 نہ عزت تھی نہ اس کے علم کی کوئی قدر، ایک دو نہیں دسیوں محدثوں اور موروں کے
 نام تذکرہ میں ملتے ہیں جنہوں نے اپنے مطالعے کے لئے مجموعے بنائے تھے لیکن
 اس دور سے کہ کہیں لوگ نقل نہ کر لیں مرتے وقت اُن کو تلف کر دیا تھا۔

ربانی روایت کے ان خطوط پر سن، آثارِ تاریخ اور تفسیر کا قافلہ چلتا رہا وقتی
 ضرورت کے مطابق جزوی تغیرات سے متاثر ہوتا ہوا یہاں تک کہ دوسری اور تیسری
 صدی ہجری میں جب حبشی کا ندکے اسلامی قلمرو میں رواج، ارضانی اور بہتاتِ نیرعلی
 حکومت کے فارسی حکام و امراء کی ترغیب سے بڑے سیانہ پر علومِ اسلامیہ کو قلبِ بند اور مرتب
 کرنے کا دور شروع ہوا تو اس وقت سن، آثار، نقد اور تفسیر کے ہزاروں چھوٹے
 بڑے مدارس کے علاوہ ساری عرب و نیامیں درجنوں مکاتیبِ تاریخ اپنے اپنے شیوخ
 کی روایت کردہ معارف کے تحفظ و اuran کی تعلیم و اشاعت میں مصروف تھے، ان میں
 سے وہ سکون جن کو اپنے تاریخی معارف کی عزایت، نامقبولیت یا عام ذکر سے انحراف
 کے باعث تقلید پسند عوام اور نقادہ کا برائی حمایت حاصل نہ ہو سکی، مٹ گئے یا گروہ
 تنزل میں جا پڑے، جن اسکولوں کو عوام اور با اثر انا بزدل کی حمایت حاصل ہوئی
 ان کو قبولِ عام نصیب ہوا اور ان کے معارف کو تاریخی مرفعات میں جگہ ملی، تاریخ
 کے شعبہ میں جو اسکول پائندہ اور سر بلند رہے، عوام یا خواہم اور حکمرانوں کی تائید و
 حمایت سے بہرہ ور، اُن میں یہ پانچ سب سے زیادہ مشہور ہیں :-

محمد بن عثمان اسکول سیف بن عمر کا اسکول، ابن الکلبی کا اسکول، واثقی کا اسکول،
 محمد بنی کا اسکول پہلی دور دو سری صدی ہجری کی تاریخ اکثر و بیشتر ان ہی اسکولوں کی
 معرفت ہم تک پہنچی ہے انہی اسکولوں کے اقتباسات طبری کی سب سے جامع
 تاریخ الامم، فتوحات پر بلاذری کی اہم تالیف فتوح البلدان اور قرون اول کے
 اعیان و اکابر کے قیمتی احوال پر تہل اس کی دو سری کتاب انساب الاشراف میں جمع
 کر لئے گئے ہیں، رسول اللہ کے حالات و معاشی، ردہ لڑائیاں، خلفائے اربعہ کے
 فتوحات، خلافت و اقتدار کے لئے قریش کے دو خاندانوں کی باہمی آویزش، عربوں
 کی خانہ جنگیوں، خلفائے امیہ اور عباسی حکومت کے حالات بیشتر ان ہی اسکولوں سے
 مستعار لئے گئے ہیں اور یہی اسکول عثمان غنی، ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور علی حیدر
 کے سرکاری خطوط کا سب سے بڑا ماخذ بھی ہیں۔

ان پانچوں اسکولوں کے تاریخی بیانات کا مقابلہ کیا جاتا ہے تو یہ دیکھ کر حیرت
 ہوتی ہے کہ وہ بڑی حد تک ایک دوسرے سے مختلف ہیں کسی واقعہ کے جزئیات و تفصیل
 ہوں یا روپ پیسہ، فوج لشکر، مقتولین و شہداء کے اعداد و شمار ہوں یا موت و ولادت
 فتح و شکست کے پہلے اور سال ہوں یہ اسکول شاید و نادر ہی ان امور میں متفق اور
 متحد نظر آتے ہیں، ان کے مجموعی اتفاق کا تناسب آپ پانچ سات فی صد سے زیادہ
 نہیں پائیں گے جزئیات و تفصیل، اعداد و شمار اور سنین کے اختلاف کے علاوہ
 ان کے بیانات ایک دوسرے سے متضاد اور متناقض بھی ہوتے ہیں، یہ اختلاف و
 تناقض ان کے بیان کردہ خطوں میں بھی موجود ہے خواہ وہ خط ابو بکر صدیق کے ہوں
 یا عمر فاروق کے یا عثمان غنی یا علی حیدر کے یا کسی دوسرے خلیفہ اور حاکم کے، اس
 اختلاف و تضاد کی وجہ یہ ہے کہ عربی سنن، آثار، نقد، تاریخ اور تفسیر کی بنیاد کتاب و
 تحریر کی بجائے زبانی روایت پر استوار ہوتی ہے اور زبانی روایت میں لفظی و معنوی
 تبدیلیاں اکثر واقعہ ہوتی ہیں۔

تصویر، تحریف، بجا ڈار و وضع کے دروازے کھلے رہتے ہیں، ان علوم کو ایک دو یا دس پانچ سال تک نہیں، پچاسوں اور سینکڑوں برس تک ایک دو یا دس پانچ افراد نہیں بلکہ سینکڑوں ہزاروں افراد بیان کرتے رہے۔ افراد جن کی ذہنی و فکری سطح، جن کے شیوخ جن کے فقی مسلک اور وفاداریاں جن کے وطن اور مریضہ اگے اگے تھے اور جو علمی انانیت، علمی رقابت اور علمی اسکی نیز مریضہ کی تعصب کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، اگر حافظہ کی تارسانی اور خطا کاری سے زرا دیر کے لئے نظر ہٹا بھی لی جائے تو ان صفات سے متصف رُواة (اسناد) پر کیونکر بھروسہ کیا جاسکتا ہے، اگر اساد صحت متن کی ضامن ہوتی تو بخاری چھ لاکھ حدیثوں سے چار ہزار حدیثیں چھانٹنے پر مجبور نہ ہوتے اور اس کے باوجود چونکہ اُن کا اعتماد بھی اسناد ہی پر ہے اُن کی صحیح میں ایسی حدیثیں موجود ہیں جو قانون قدرت اور شان نبوی کے خلاف ہیں، مثال کے طور پر یہ حدیث لیجئے:

من اصطب كل يوم سبع تمرات من عَجوة لم يضره ولا سحر ذلك اليوم الى الليل۔
 جو شخص ہر روز صبح کو مدینہ کی بڑھیا کھجور عَجوہ کے سات دانے کھاتا رہے گا اس کو نہ زہر نقصان پہنچ سکتا ہے نہ جادو۔ اس حدیث کے راوی (اسناد) بخاری کے بلند معیار کی رو سے ثقہ ہیں لیکن اس کا مضمون ایسا ہے جس کو قبول کرنے سے شہادتِ زندگی اور قانون قدرت ابا کرتے ہیں اور جس کی کوئی ذی عقل و کالت نہیں کر سکتا کیونکہ زہر کھانے والا اگر سات کھجور کی سات سو کھجور بھی کھائے تب بھی وہ زندہ نہیں رہ سکتا، یہ زندگی کا عام مشاہدہ اور قدرت کا ضابطہ ہے، ایسی پوچ بات نبی کیسے کہہ سکتا ہے۔

مذکورہ بالا پانچوں اسکولوں کے تاریخی اختلاف و تناقض کی مثالیں یہاں پیش کرنے کا موقع نہیں، تاہم خود بھی طبری وغیرہ کے مطالعہ سے ان کا اور اک کر سکتے ہیں

یہاں ہم پہلے تین خلفاء کے سرکاری خطوط کے مضمونی اختلاف اور تناقض کی چند مثالیں پیش کرنے اور ان سے مستنبط ہونے والے نتائج کا ذکر کرنے پر اکتفا کریں گے۔

ابو بکر صدیقؓ کے خطوط (مضمونی اختلاف کی مثالیں)

(۱) جب پیامہ کے بعد خالد بن ولید کے نام :-
خط کی پہلی شکل

”میں تم کو جنگ عراق کا سپہ سالار مقرر کرتا ہوں، اُن لوگوں کی ایک فوج مرتب کرو جو اسلام پر قائم ہیں، پیامہ سے عراق تک تمہارے راستے میں قبائلِ تیم، قیس، اسد، بکر بن وائل اور عبد القیس کے جرمِ برائیاں اُن سے جنگ کرو، پھر فارس (عراق) کی طرف پیش قدمی کرو اور اللہ عزوجل سے فتح اور کامرانی کی دعا مانگو، عراق میں داخل ہو کر سب سے پہلے فرج ہند (بندر گاہِ اُبُلہ) کو فتح کرو، فارسیوں اور اُن اقوام کی جو فارسی حکومت کی رعایا ہوں، تالیفِ قلب کرو، تم سے کوئی ظلم ہو تو مظلوم کو نود سے پورا پورا حق لینے کا موقع دو، تمہارا اقلیت ایک ایسی قوم سے ہے جسے لوگوں کی رہنمائی کے لئے بھیجا گیا ہے، خدا سے ملتی ہوں کہ جن لوگوں کو ہماری برادری میں داخل کرے ان کو اسلام کا بہترین پیرو بنائے، اگر تم کو خدا کی عنایت سے اُلمہ میں فتح نصیب ہو تو عراق (بالائی عراق) کا رخ کرنا اور کسانڈر

سے تین کی تحدید کا یہ مطلب نہیں کہ دیگر خلفاء اور اکابر کے خطوط میں اختلاف و تضاد نہیں، اس تحدید کا مقصد صرف یہ ہے کہ اختصار کی خاطر یہاں ہم ان تینوں کے مراسلوں سے تمناؤں کو نہیں چاہتے۔

عیاض (بن غنم) سے مل جلتا
خطی دوسری شکل

عراق کا رخ کرو اور اُس کے مدد میں کھس جاؤ، سب سے پہلے فرج ہند
ابندر گاہ "بک" کی فتح پر بہت مہمزد دل کرو، اہل فلس اور ان اقوام کی جو
اُن کے ملک میں ہوں تالیف قلب کرو۔
خط کی تیسری شکل

تھانے یا امر میں تم کو فتح عطا کی، اب عراق (بالائی عراق) کی طرف بڑھو
اور عیاض (بن غنم) سے مل جاؤ۔

یہاں پہلا خط جو وہ سطروں میں ہے، دوسرا صرف تین میں اور تیسرا صرف
دو میں، مشترک مضمون: خالد کا عراق کی سپہ سالاری پر تقرر۔
(۲) فرمان جانشینی:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ فرمان ہے ابو بکر محمد بن ابی قحاذ کی طرف سے جو
زندگی کی آخری منزل سے آخرت کی پہلی منزل میں داخل ہو رہا ہے جہاں
حقیقت ایسی بے نقاب ہو کر سامنے آئے گی کہ کافرا پان لانے، بیکار
سزا کا یقین کرنے اور مجھوٹے سچ بولنے پر مجبور ہوں گے، میں اپنے بعد
عمر بن خطاب کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں، آپ کا فرض ہے کہ ان کی ہدایت
اور حکم کے مطابق عمل کریں، اُن کا انتخاب کر کے میں نے اپنے بس بھرانہ
اس کے دین، اپنے منیر اور مسلمانوں کی بہبودی کے تقاضے پورے
کرنے کی کوشش کی ہے، مجھے پوری امید ہے کہ عمر عدل و انصاف سے
کام لیں گے، لیکن اگر وہ ایسا نہ کریں تو ہر شخص کی طرح وہ اپنے اعمال کے

کے ذمہ دار ہوں گے، میں نے تو بہر حال مسلمانوں کی بہبودی چاہی ہے
 او غیبی امور میرے علم سے باہر ہیں۔ وسیع علما الذین ظلموا اُمی منقلب
 ینقلبون۔ عنقریب ظالم جان لیں گے کہ اُن کی بد اعمالی کی سزا جہنم ہے،
 والسلام علیکم ورحمۃ اللہ“

فرمان کی دوسری شکل

”یہ فرمان ہے ابو بکر خلیفہ رسول اللہ کا جو زندگی کی آخری منزل سے آخرت
 کی پہلی منزل میں داخل ہو رہا ہے کہ میں نے عمر بن خطاب کو اپنا جانشین
 مقرر کیا ہے، مجھے توقع تو یہی ہے کہ وہ عدل و راستبازی سے کام لیں گے
 لیکن اگر وہ ایسا نہ کریں تو مجھ پر اس کی ذمہ داری نہیں کیونکہ غیبی امور میرے علم
 سے باہر ہیں، میں نے بہر حال مسلمانوں کی بہتری چاہی ہے، ہر شخص کو اس
 کی بد اعمالی کی سزا ملے گی۔ وسیع علما الذین ظلموا اُمی منقلب
 ینقلبون“

فرمان کی تیسری شکل

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ فرمان ہے ابو بکر خلیفہ رسول اللہ کا مومنوں
 اور مسلمانوں کو، سلام علیکم، خدا کی حمد و ثنا کے بعد دامن ہو کہ میں نے عمر
 بن خطاب کو آپ کا خلیفہ مقرر کیا ہے، ان کی اطاعت کیجئے اور ان کا
 حکم مانئے، ان کا انتخاب کر کے میں نے اپنے مقدور بھر آپ کی بہبودی
 پیش نظر رکھی ہے، والسلام“

۱۵ مئی کنز العمال ۱۳۵/۲-۲۲۳/۶۷۱۳۶-۲۲۳/۶۷۱۳۶ غورے فرن کے ساتھ صبح الاغشی تفسندی مصر ۳۵۹/۹

۱۵ صبح الاغشی ۳۵۹/۹ ۱۵ تاریخ بیقونی نجف ایڈٹ - ۱۱۵

مضونی تناقض کی مثالیں

(۳) زیاد بن لبید اور ہباج بن ابی امیہ کے نام، حضرموت کے قلعہ خیر میں بنو کندہ کے باغی محصورین کے مقتل جن کا محاصرہ زیاد بن لبید اور ہباج بن ابی امیہ کئے ہوئے تھے:

زیاد بن لبید کے نام

”اگر محصورین خیر باد کرتہار سے قبضہ میں آجائیں تو ان کو قتل نہ کرنا“

ہباج بن ابی امیہ کے نام

”میرا یہ خط موصول ہونے کے بعد اگر بنو کندہ پر تم کو فتح حاصل ہو تو اُن کے جوانوں کو قتل کر دینا اور بال بچوں کو غلام بنالینا، یہ اس صورت میں جب فتح بڑی دشواری سے حاصل ہو یا وہ اس شرط پر ہتھیار ڈالیں کہ ان کی قسمت کا فیصلہ میری صوابدید سے ہو لیکن اگر خط پانے سے پہلے تمہاری اُن سے صلح ہو چکی ہو تو اس کو میں اس شرط پر قبول کر سکتا ہوں کہ وہ جلا وطنی اختیار کریں، میں نہیں چاہتا کہ اُن کو اسلام سے بغاوت کے بعد (چین سے) اُن کو کھروں اور وطن میں رہنے دوں، میں چاہتا ہوں کہ ان کو اپنی پیکر داری کا احساس ہو، اور اپنے کئے کا مزہ چکھیں!“

عمر فاروق کے خطوط

مضونی اختلاف کی مثالیں

(۱) بیت المقدس (یثرب) کا صلح نامہ جو عمر فاروق نے خود شام جا کر لکھا:

لہ اکفار ص ۱۷۷ سیف بن عمر تاریخ الامم ج ۳/۲۲۲ و تاریخ یعقوبی ج ۱/۲۱۲

”بسم اللہ الرحمن الرحیم بعد ازاں عمر امیر المومنین نے امان دی اہل ایلیاء
 بیت المقدس کی جان و مال و عیال و گناہوں و صلیبوں شہر کے بیکاروں
 تندرستوں اور ہر مذہب و ملت کے لوگوں کو، ان کے کنبوں میں سکونت
 اختیار نہیں کی جائے گی، نہ ان کو ڈھایا جائے گا، نہ ان کا یا ان کی جائے
 وقوع یا اہل ایلیاء کی (سوئے چاندی کی، صلیبوں یا ان کے مال و دولت
 کا کوئی حصہ کم کیا جائے گا، ان کو اپنا مذہب بدلنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا
 اور نہ کسی کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا اور نہ ان کے ساتھ ایلیاء میں کسی
 یہودی کو رکھا جائے گا، اہل ایلیاء پر لازم ہے کہ اتحادیہ وہیں جتنا شام
 کے دوسرے شہر ہوا کرتے ہیں، ان پر لازم ہے کہ ایلیاء سے وہیں
 اور ڈاکوؤں کو نکال دیا، جو رومی نکلیں گے ان کی جان اور مال وہی
 حکومت کی عمارتوں میں پہنچے تک محفوظ رہے گی اور جو رومی شہر چاہیں
 ان کو بھی امان ہے بشرطیکہ وہ اہل ایلیاء کے برابر جزیہ دینے کو تیار
 ہوں (ایلیاء کے اصلی باشندوں میں سے) جو اپنے گرجے چھوڑ کر اور
 مال و متاع لے کر وہیں کے ساتھ جاتا چاہیں۔ وہ اور ان کے کنبے
 صلیبیں اُس وقت تک محفوظ رہیں گی جب تک وہ رومی حکومت کی
 عملداری میں نہ بچھ جائیں گے، ایلیاء میں فلاں کے قتل (؟) سے پہلے
 جو کاشتکار بقیہ تھے اُن میں سے جو چاہیں جزیہ دے کر وہاں (ایلیاء) رہ
 سکتے ہیں اور جو چاہیں وہیں کے ساتھ چھوڑ سکتے ہیں اور جو چاہیں اپنے
 اہل و عیال کے پاس لوٹ جائیں، ان کاشتکاروں سے اگلی فصل کٹنے
 تک لگان نہیں لیا جائے گا، اس صلحنامہ کی پابندی کا ذمہ اللہ اور اس
 کے رسول، خلفاء اور مسلمان لیتے ہیں، بشرطیکہ اہل ایلیاء مقررہ

جزیہ ادا کرتے رہیں۔

صلح نامہ کی دوسری شکل

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ تحریر عمر بن خطاب نے بیت المقدس کے باشندوں کے لئے (بطور دستاویز) لکھ دی ہے کہ تمہاری جان، مال اور گرجوں کو امان دی جاتی ہے، اگرچہ میں نہ تو کسی مسلمان کو دکھا جائے گا اور نہ ان کو گرایا جائے گا بشرطیکہ کہ تم کوئی بڑی بغاوت یا عہد شکنی نہ کرو۔
(۳) گورنر بصرہ مغیرہ بن شعبہ اور بقول بعض ان کے جانشین ایو موسیٰ اشعری

کے نام :-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ تحریر عبداللہ غزالیہ المومنین کی طرف سے مغیرہ بن شعبہ کے نام ہے، سلام علیک، میں اس اللہ کا سپاس گذار ہوں جس کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں، واضح ہو کہ ابو عبداللہ (صحابی نافع) نے مجھے بتایا ہے کہ (مغیرہ بن غزوہ) ان کے عہد میں انہوں نے بصرہ (کے قریب) کاشت کی اور سب سے پہلے گھوڑے پائے، لائق تمجید ہے ابو عبداللہ کا یہ اقدام! تم کاشت اور گھوڑے پالنے کے کام میں ان کی مدد کرو، میں نے ان کو کاشت کرنے کی اجازت دے دی ہے، تم ان کو وہ قطعہ دے دو جو انہوں نے جو تباہ کیا ہے بشرطیکہ وہ جزیرہ گذار فارسیوں کی زمین نہ ہو اور نہ ان کے علاقہ کے دریاؤں سے سیراب ہوتا ہو، میں نافع کے ساتھ حسن سلوک کی سفارش کرتا ہوں، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ علیکم“

خط کی دوسری شکل

”ابو عبداللہ نے وجہ کے کنارہ (وجہ - فرات کے ڈیلٹا کے کنارہ) مجھ سے

ایک قطعہ زمین گھوڑے پالنے کے لئے مانگی ہے، اگر یہ قطعہ جزیرہ گذار ارضی
میں نہ ہو اور نہ جزیرہ گذار علاقہ کے دریا اور نہروں سے اس کی سیرپائی ہوتی
ہو تو اُن کو دے دو۔“

(۳) خذیفہ بن یمان کے نام، صحابی خذیفہ عرآن کی لگان بندی کے کسفر تھے، انہوں
نے ایک ذمی عورت سے شادی کی، اس کی خبر عمر فاروق کو ہوئی تو انہوں نے لکھ بھیجا کہ
ذمی عورت کو طلاق دے دو، خذیفہ نے احتجاج کیا کہ قرآن میں ذمی عورت سے شادی
جائز ہے، پھر آپ کیوں روکے ہیں تو جواب آیا:-

”کنابی عورت سے شادی تو جائز ہے لیکن چونکہ عجمی عورتیں دلفریب ہوتی
ہیں اس لئے اگر تم نے ان سے شادی کی تو وہ تمہاری (عرب) عورتوں
پر چھا جائیں گی۔“

خط کی دوسری شکل

”میں تاکید کرتا ہوں کہ میرا خطا پاتے ہی (اپنی ذمی) بیوی کو طلاق دے دو
مجھے ڈر ہے کہ دوسرے مسلمان (ذمی عورتوں کا) حسن دیکھ کر تمہاری
بیوی میں ان شادی بیاہ کرنے لگیں گے اور اس اقدام سے عرب عورتیں
مصدیت میں پڑ جائیں گی۔“

خط کی تیسری شکل

”ذمی عورت سے نکاح تو حرام نہیں لیکن مجھے ڈر ہے کہیں تم ذمی رندوں
سے شادی بیاہ نہ کرنے لگو۔“

(۴) فاتح مصر عمرو بن عباس کے نام، مفتوحہ ارضی کو فوج میں تعین کرنے کی
لے فتوح بلداۃ مصر کے سیف بن عمر غیری ۱۴/۱۳۱ھ سے آزادانہ شاہ ولی اللہ ۱۱۱/۱۸۰ھ تک احکام القرآن ج ۱

ممانعت سے متعلق:-

”ارضی وسینداروں کے پاس رہنے دو اور لگان لگاؤ تاکہ آنے والی
مسلمان، نسلیں اس کی آمدنی سے جہاد کر سکیں۔“

خط کی دوسری شکل

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم مسلمانوں کی تنخواہوں اور
مجاہدوں کے مصارف کو غصب کرنا چاہتے ہو، کیونکہ اگر مصر کی ارضی تمہارے
درمیان بانٹ دوں تو ان کی نسلیں دشمنوں سے جہاد کے لئے مسلح نہ ہو سکیں گی
اگر میرے ذمہ تدارک اور مجاہدوں کے وظیفے اور سرکاری ملازموں
کی تنخواہیں نہ ہوتیں تو میں مصر کی ارضی بانٹ دیتا، لہذا اسے اس وقت
تک کے لئے وقف کر دو جب تک مسلمان مجاہدوں کی آخری جماعت
باقی ہے، والسلام۔“

مضمونی تناقض کی مثالیں

(۱) گو در زمین یعلیٰ بن نضیر کے نام، عنبر پر محصول کے بارے میں:-
”عنبر خداوندی تحفہ ہے، اس پر اور سمندر سے جو کچھ برآمد ہو بیس فی صد
محصول لیا جائے۔“

خط کی دوسری شکل

”سمندر سے جو موتی اور عنبر برآمد ہو اس پر دس فی صد ٹیکس وصول کرو۔“

بہ فتوح البلدان ۳۵۱ و فتوح مصر ابن عبد الحکم لآلہ بن سنان ۳۵۶ و کتاب الاموال ابن سنان
مصر ۳۵۶۔ مہ شرح معانی الآثار حمادی دہلی سنہ ۱۲۵۱ھ۔ ۱۲۶۰ھ کے کتاب الخراج ابو یوسف
مک۔ کتاب الاموال ابن سنان ۳۵۶۔

(۲) عراقی افواج کے سپہ سالار سعد بن ابی وقاص کے نام سعد کے پاس فتح قادسیہ کے دوسرے دن ایک لکھ قیس بن مشکوح مرادی کی سرکردگی میں پہنچی اور مالِ غنیمت کا حصہ طلب کیا، سعد اس کے لئے تیار نہ ہوئے اور خلیفہ سے رجوع کیا تو یہ جواب آیا:-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سلام علیک، میں اس معبود کا پاس گزار ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور اس کے نبی محمدؐ پر درود بھیجتا ہوں، تمہارا خط ملا، اس فتح کے لئے خدا کا بہت بہت شکر گزار ہوں جو تمہارے ہاتھوں اس نے عطائی، خدا نے تمہارا حاکم بنا کر مجھے آزمائش میں ڈالا ہے جس طرح تم کو سراما تحت بنا کر تمہاری آزمائش کی ہے، دلائلِ و اللہ لائے شیئا فاعلمہ و اما باذا اجتماع صلحہ؟ جب حاکم ہمدرد ہو اور رعایا اس کی خیر اندیشی تو حاکم کا فرض ہے کہ رعایا کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور رعایا کا فرض ہے کہ صبر اور شکر سے کام لے، ہر مالِ غنیمت تو وہ ان لوگوں کا حق ہے جو جنگ میں شریک ہوں اور جو لوگ جنگ ختم ہونے کے تین دن بعد آئیں ان کو بھی مالِ غنیمت کا کچھ حصہ ملنا چاہیے، تمہارے جو عظیم جنگ میں شریک ہوں اور اس کے خاتمہ کے بعد تین دن کے اندر اندر آزاد کر دیئے جائیں تو وہ بھی مالِ غنیمت سے حصہ کے مستحق ہیں، جو مال و متاع بطور غنیمت تمہارے قبضہ میں آئے اس کی تقسیم انصاف سے کرو؟

خط کی دوسری شکل

”واضح ہو کہ مالِ غنیمت ان لوگوں کا حق ہے جو جنگ میں شریک ہوں لیکن جو لوگ بطور لکھ جنگ ختم ہونے کے بعد تین دن کے اندر اندر آجائیں

اُن کو بھی غنیمت کا کچھ حصہ ملنا چاہیے، ہاں معاہدہ میں سے جن لوگوں نے تمہاری مدد کی ہو اور جنگ کے بعد تین دن کے اندر اندر مسلمان ہو گئے ہوں اور جو غلام جنگ میں تمہارے ساتھ لڑے ہوں اور اس کے بعد تین دن کے اندر آزاد ہو گئے ہوں اُن سب کو غنیمت میں شریک کر دو۔
خط کی تیسری شکل

”اگر قیس (بن مکشوح) مقتولین کے دفن سے پہلے آگئے ہوں تو اُن کو بھی غنیمت سے حصہ دو۔“

(۳) گورنر بصرہ ابو موسیٰ اشعری نے عمر فاروق کو لکھا کہ مسلمان غازیوں کو پورا حصہ کہتے ہیں اور طہس میں آکر قتل کر دیتے ہیں، اُنکی کیا مراد ہی جہانے تو جواب آیا :-
”قلی ماصول غلام ہیں، اُن کے مقتولین کا خون بہا ایک غلام کی قیمت کے بعد مقرر کر دو۔“

گورنر کوفہ کے نام اُس مسلمان کے بارے میں جس نے ایک ذمی کو قتل کیا تھا :-
”قاتل کو مقتول کے ورثاء کے حوالہ کر دو، وہ چاہیں اس کو قتل کر دیں اور چاہیں معاف کر دیں۔“

عثمان غنی کے خطوط

مضمونی اختلاف

(۱) ولید بن عقیقہ حکام کو کہہ کر صحابی عبداللہ بن مسعود کی مخالفت سرگرمیوں کی تشہیر :-

لحمائی۔ الکتاب ص ۳۰۰۔ فتح البلدان ص ۲۵۰۔ کنز العمال، ۱۰۳/۴۔ اس وقت بصرہ میں ایک غلام

کی قیمت تین سو روپے تھی۔ جسے جاسع سائبانی حنیفہ ثورزی حیدرآباد ہند ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء۔

کر لید کہ حد شراب لگا دی گئی ہے اور اگر ان پر مجبورا الزام تھا تو جمعہوں کو
 کو خدا سزا دے گا، اس شکایت اور حد شراب کے بعد میں نے ولید کو
 گورزی سے معزول کر دیا ہے اور ان کی جگہ سعید بن عاص کو جو خاندانی
 شریفیت ہیں کو ذکا گو ز مقرر کیا ہے، آپ لوگ خدا سے جبار سے ڈریئے
 سعید کا کہنا مانئے اور ان کے ساتھ تعاون کیجئے، حکومت کی خیر اندیشی اور
 مناصرت آپ کا فرض ہے اعلیٰ ہے کام نہ لیجئے، نہ غیبت کیجئے اور نہ الزام
 لگائیئے، سعید کا جو آپ کے گورز میں شایان شان احترام کیجئے اور خلیفہ کے
 حکم کی خلاف ورزی نہ کیجئے، میں نے سعید کو تاکید کر دی ہے کہ عدل اٹھائے
 سے کام لیں اور سب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں والسلام علیکم
 ورحمۃ اللہ علیہ

(۳) معاویہ بن ابی سفیان کے نام، شام میں صحابی ابو ذر کی حکومت دشمن سرگرمیوں
 کی شکایت پر :-

”سول وار کے سانڈ نے نتھنے اور انکھیں پھٹالی ہیں اور جبت لگانا ہی چاہتا
 ہے، اس کے زخم مت کریدو، ابو ذر کو میرا سبب صحیح دو، ان کے ساتھ
 زار و زار اور ایک رہبر بھی کرو، نیز لطف و محبت سے پیش آؤ، جہاں تک
 ہو سکے نہ خود زیادتی کرو نہ اپنے مانتوں کو کرنے دو“

خط کی دوسری شکل

”تمہارا خط موصول ہوا، ابو ذر کے حالات معلوم ہوئے، میرا خط پاتے ہی
 ان کو ننگے پالاں پر سوار کرنا اور ایک ایسے سخت ساربان کو ان کے ہمراہ
 کرنا جو رات دن اونٹ چلائے تاکہ ابو ذر پر خواب طاری ہو جائے“

خلفائے خلافت کے ایسے خطوط جن کے متعدد نسخے ہیں ان خطوط سے تعداد میں کافی کم ہیں جن کا صرف ایک ہی نسخہ موجود ہے لیکن یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ ان میں کوئی تصرف نہیں ہوا یا ان کی مضمونی سالمیت کے بارے میں سب اسکول متفق الخیال ہیں، ایک نسخہ ہونے کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہماری رسائی دوسرے نسخوں تک نہیں ہوئی اگر دوسرے نسخے ہم کو مل جاتے اور ہمیں امید ہے پراقی کتابوں اور مراجع کی کھوج کے اس دور میں وہ برابر ملتے رہیں گے تو ان میں بالکل اسی طرح کا مضمونی اختلاف اور تضاد ہوتا جیسا کہ مذکورہ بالا مثالوں میں پایا جاتا ہے، اس اختلاف و تضاد کی روشنی میں خلفائے خلافت کے خطوط کے بارے میں یہ نتائج نکلتے ہیں :-

(۱) ان کے کسی ایک خط کے متعلق بھی قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ وہ لفظاً و معنیاً کتب اہل کی نقل ہے۔

(۲) متعدد نسخے والے خطوط کے ان حصوں کے بارے میں جن کا مضمون مشترک ہو کہا جاسکتا ہے کہ وہ اصل خط کا باب یا مدعا پیش کرتے ہیں، اور ہے غیر مشترک حصے، تفصیلات اور اضافے تو وہ راویوں کے تصرفات ہیں، کبھی راوی ان تصرفات کے ذریعہ اپنے ذاتی نظریات کے لئے (یعنی کو خلیفہ کی طرف منسوب کر کے) جو از و متلا حاصل کرتے کبھی مقصد یہ ہوتا کہ ان کے ذریعہ خلیفہ میں تقدس و عظمت اور خدا ترکی کی شان پیدا کی جائے، اور کبھی مدعا یہ ہوتا کہ خلیفہ کی شخصیت میں مذہبیت راستبازی، انکسار، رعایا دوستی، ترک دنیا و زہد اور عدل جیسے صفات کے رنگ گہرے کر کے قارئین کو متاثر کیا جائے۔

(۳) جو خطر جتنے زیادہ لمبے ہیں وہ اتنا ہی اصل سے بعید تر ہیں اور ان میں اتنا ہی زیادہ حاشیہ آرائی، مبالغے اور اضافے کئے گئے ہیں۔ ہم کو یہ نہ بھولنا چاہیے کہ آغاز اسلام میں خط مختصر لکھے جاتے تھے، جن تحریر سے عربوں کی واقفیت علمی تھی،

لکھنے پڑھنے کا رواج تجارت پیشہ لوگوں میں تھا اور وہ معمولی تاجرانہ خط نویسی اور حساب کتاب رکھنے تک محدود تھا، حجاز کے عرب معاشرہ میں نہ تو علمی ماحول تھا نہ کتابیں، نہ مدرسے، نہ اسکول، اس لئے فنی انشا پر دازی کا فقدان تھا، ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی حیدر میں سے کسی کو بھی خط نویسی کی مہارت نہیں تھی اور یہی حال ان کے منشیوں اور محرموں کا بھی تھا، یہ لوگ اپنے حکم کاب لباب مختصر الفاظ میں قلمبند کر کے یا محرموں کو املا کر کے متعلقہ تفصیلات اپنے سفیروں کو زبانی سمجھا دیتے اور وہ گورنر یا کمانڈر کے پاس جا کر خط کے ساتھ متعلقہ ہدایات سے ان کو مطلع کر دیتے، مختصر نویسی کا دوسرا سبب کاغذ کی گرانے اور کیا بی تھا، عظیم نہیں دنیا کے ہر تمدن ملک میں ہزاروں ٹن کاغذ تیار ہوتا ہے اور ہر شخص حسب ضرورت ارزاں نرخ پر خرید سکتا ہے لیکن قرن اول کے آغاز میں کاغذ (قرطاس) جو عرب استعمال کرتے تھے صرف مصر میں بردی نامی پودے سے تیار ہوتا تھا، اس کی سپلائی محدود تھی اور مانگ افریقہ، شرقِ اوسط اور یورپ میں بہت زیادہ، اس لئے گراں اور کیا بی تھا، زیادہ تر حکومتیں اور مالدار تاجر ہی اس کے استعمال پر قادر تھے، کاغذ کے علاوہ تحریر کے لئے عرب جزا بھی استعمال کرتے تھے جو بکری، گائے یا اونٹ وغیرہ کی لکھاں سے تیار ہوتا تھا، رومی قلمرو میں کاغذ کے علاوہ سفید ریشم پر بھی لکھائی ہوتی تھی اور فارس میں درختِ خدنگ کی چھال جو نہایت چکنی اور پائیدار ہوتی لکھائی کے کام آتی تھی، کاغذ کی قلت اور گرانے کی مزید شہادت اس بات سے ملتی ہے کہ عرب قرطاس اور چمڑے کی تحریر پانی یا سرکہ کے مرکب دھو کر دونوں کو پھر لکھائی کے لئے محفوظ کر لیتے تھے۔

(۴) وہ خط جن کی شکلیں متعدد ہیں اور جن کے مضمون یا مضمون کے بعض حصوں میں محض سلی مشابہت پائی جاتی ہے، ان میں ایسے خطوط کے اہل سے قریب تر ہونے

کا امکان ہے جو کاتب کی شخصیت، مزاج، پالسی یا طریق حکومت سے زیادہ ہم آہنگ ہوں، یہی ہم آہنگی ان خطوط کی اصل سے قربت کی دلیل بن سکتی ہے جن کی صرف ایک ہی شکل دریافت ہو سکی ہے۔

(۵) متضاد خطوط میں ان خطوں کے اصل سے مطابقت ہونے کا زیادہ امکان ہے جن کے مضمون کی تائید رسول اللہ اور بڑے صحابہ کے فتووں، فیصلوں اور اجتہادات یا خود کاتبہ خلفاء کی اپنی شخصیت، مزاج اور طریق حکومت سے ہوتی ہو۔

عثمان غنی

اسلام سے پہلے قریش کے چار خاندان مکہ پر چھلے ہوئے تھے۔ خاندان ہاشم، خاندان عبد شمس، خاندان مُطَلَب اور خاندان فُزَیْل۔ یہ چاروں ایک دادِ ابدِ منات کی اولاد تھے اور تجارت کرتے تھے، ان کے تجارتی قافلے شام، عراق، یمن اور حبشہ جایا کرتے تھے، ان میں ہاشم اور عبد شمس کے خاندان زیادہ مالدار اور معزز تھے، لیکن ان کی خوشحالی میں مدد و جزر ہوتا رہتا تھا، موافق یا ناموافق حالات کے زیر اثر کبھی ایک خاندان زیادہ پہلے بھولنے لگتا کبھی دوسرا، جو خاندان زیادہ متمول ہو جاتا اسی کا اثر اور رسوخ اس پاس کے عرب قبیلوں میں بڑھ جاتا، وہی سیر مکہ ہوتا، وہی مکہ کی قومی تیرتہ گامگاہ تھی بنتا اور اسی کے ہاتھ میں سالانہ حج کی قیادت ہوتی، اس وجہ سے دونوں خاندانوں میں مسابقت کی کوڑ اور رقابت کی روح کار فرما رہتی تھی، یہ مسابقت اور رقابت اسلام کے بعد بھی باقی رہی، رسول اللہ کی وفات پر بنو ہاشم اور بنو عبد شمس یا بنو امیہ میں خلافت کی جو کھینچ ہوئی وہ اسی رقابت اور مسابقت کی سر ہون تھی۔

عثمان غنی کا تعلق عبد شمس (بنو امیہ) کے خاندان سے تھا، اُن کے والد اسودہ حال سہو پاری تھے اور بطلانی قافلے لے کر شام جایا کرتے تھے، ایک سفر کے دوران وہ شام کے مشہور ساحلی شہر غزوہ میں بیمار پڑے اور وہیں اُن کا انتقال ہو گیا، بھٹان کے صرت تین بچے تھے لیکن روپیہ پیسہ خوب تھا اس لئے زندگی آسائش سے گذرتی تھی، اُن کے بعد عثمان غنی نے تجارت کو اور زیادہ فروغ دیا، مستعد اور باشعور آدمی تھے، نئے نئے دھنکوں سے تجارت کیا کرتے تھے، نفس میں شرکت کر کے روپیہ دیتے، غلاموں سے تجارت کراتے اور زبردِ مخلصی لے کر آزاد کرتے، سستے داموں جانداروں کو خریدتے اور

ایک ملک کا سامان دوسرے ملک کو بھیجتے۔

عثمان غنی، ابوبکر صدیق کی ترغیب پر مسلمان ہوئے، رسول اللہ سے پانچ چھ سال چھوٹے بنائے جاتے تھے، میانہ قد، وجیہ اور خوش رو، گندی رنگ، چوڑا سینہ، گھنے بال، دل ہمدرد اور غور و پائا تھا، بڑے کشادہ دست تھے، نیاز مند اور صلح جو بھی ان کی صورت، سیرت اور خوش حالی دیکھ کر رسول اللہ نے اپنی لڑکی زُرقیہ کی ان سے شادی کر دی، یہ وہ زمانہ تھا جب رسول اللہؐ مکہ میں اشاعت اسلام کی جدوجہد میں مشغول تھے، اس وقت عثمان غنیؓ کی عمر لگ بھگ چالیس سال کی تھی، تفریش مکہ کی اسلام دشمنی جب بڑھ گئی اور وطن کی فضا میں سانس لینا مشکل ہو گیا تو عثمان غنیؓ بیوی بچوں کے ساتھ حبشہ چلے گئے جہاں کے تاجروں سے ان کے دو تانہ تعلقات تھے اور جب رسول اللہؐ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو وہ بھی پودیم سے لوٹ آئے، مسکن میں جنگ بدر کے موقع پر ان کی بیوی زُرقیہ بنت رسول اللہؐ بیمار پڑیں اور ایسی کردہ جنگ میں شریک نہ ہو سکے مرض بڑھ گیا اور ان کی جان بے کر ملا، ان کے انتقال کے بعد عمار رقی نے اپنا بیوہ لڑکی حفصہ کا عقد عثمان غنیؓ سے کرنا چاہا لیکن وہ تیار نہ ہوئے، عمر فاروقؓ نے اس سرودھری کی رسول اللہؐ سے شکایت کی تو انہوں نے حفصہ سے خود شادی کر لی اور عثمان غنیؓ کو اپنا دوسری لڑکی ام کلثومؓ بیاہ دی، دولت اور خاندانی شرافت کے ساتھ عثمان غنیؓ ایسی نکھری اور تھری زندگی گزارتے اور اپنے اہل و عیال کو اتنی اچھی طرح رکھے کہ بڑے آدمی ان سے ازدواجی رشتہ کے خواہشمند رہتے تھے، یہی وجہ تھی کہ رسول اللہؐ نے دوسری لڑکی کی شادی کے موقع پر ان سے کہا: ”اگر میرے دس لڑکیاں ہوتیں تو ان سب کی (بکے بعد دیگرے) تم سے شادی کر دیتا۔“

مدینہ آ کر عثمان غنیؓ نے اپنا کاروبار شروع کر دیا، دنیا پھر ان کے قدم چومنے لگی، وہ بڑے سوداگر اور بینکر قسم کے آدمی تھے، ان کو زیادہ دوڑ دھوپ کرنے کی

ضرورت نہ تھی، ان کے کارندے کام سنبھالے ہوئے تھے، وہ خود رسول اللہ کی خدمت میں رہتے اور ان کے سارے اہم معاملات میں حصہ لیتے، بدر کے علاوہ اُن کی ساری جنگوں میں شریک ہوئے، انہوں نے روپیہ پیسے سے بھی اسلام کو خوب تقویت پہنچائی، آٹھ وقت دس پانچ روپے سے مدد کرنے والے مسلمان تو کافی تھے لیکن سینکڑوں اور ہزاروں قربان کرنے والے صرف انگلیوں پر گنے جاسکتے تھے۔ اُن معدودے چند خوش نصیبوں میں عثمان غنی سب سے بڑھ کر تھے، جب مکہ کے مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آئے تو وہاں کا پانی ان کو پسند نہ آیا، شہر کے باہر اچھے پانی کا صرٹ ایک کنواں محتاج کو بیٹرومہ کہتے تھے، اس کا مالک ایک یہودی تھا، رسول اللہ چاہتے تھے کہ کنواں خرید لیا جائے تاکہ سب مسلمان اس کا پانی استعمال کر سکیں لیکن سوال یہ تھا کہ اس کی قیمت کہاں سے آئے، ہجرت کے ابتدائی چند سالوں میں اُن کی اور دوسرے بہت سے نوسلوں کی مالی حالت نہایت خراب تھی، عثمان غنی نے بہت کی اور کنواں خریدنے کے لئے یہودی سے بات چیت کرنے لگے، یہودی نے کہا میں کنواں الگ نہیں کر سکتا کیونکہ میری کھیتی باڑی، کھانے پینے سب کا اسی پر دار و مدار ہے، تمہاری خاطر اس کا ادھار پانی تیرے دے سکتا ہوں عثمان غنی نے بھی ہزار روپے میں ادھار آدھا پانی خرید لیا، ایک دن یہودی پانی لیتا، ایک دن مسلمان، مسلمانوں کی باری آتی تو وہ دونوں کا پانی نکال لے جاتے، اس سے یہودی کو شکایت پیدا ہوئی اور اس نے بانی کنواں بھی عثمان غنی کے ہاتھ چار ہزار روپے میں بیچ دیا۔

۳۷ میں شام کے ایک تجارتی قافلہ سے جو مدینہ آیا ہوا تھا رسول اللہ کو یہ خبر ملی

نہ استیبا بایعہا بجز حیدر آباد ہندوستان ۱۰۷۰ھ و کتاب المعادین ص ۱۰۷ و سنن ابی یوسف حیدر آباد ہندوستان ۱۰۷۰ھ

۱۰۷۱ھ و ۱۰۷۲ھ مجمع البلدان یا قوت مسعود ۲/۲۰۷۔ مجمع البلدان میں کل کنوئیں کا تیت ساڑھے تیر ہزار روپے اور

انساب الاشراف بخاری ۱/۵۳۶ میں ۱۰ ہزار چار سو دینار بتائی گئی ہے۔

کہ سلام کی باز نطنی حکومت حجاز پر فوج کشی کے لئے سرحد پر فوجیں جمع کر رہی ہے، یہ خبر پہنچا بالکل بے بنیاد اور بعض مفردوں نے مسلمانوں میں ہنر اس پھیلائے کے لئے شہر کرائی تھی، رسول اللہ نے شامیوں کے مقابلہ کے لئے مسلمانوں کو تیار ہونے کا حکم دیا، بے مددگری پڑ رہی تھی، حجاز تحفظ کی زد میں آیا ہوا تھا، بہت سے نو مسلم تلاش اور بے روزگار تھے، کھجور کی فصل تیار تھی اور اہل مدینہ اپنے باغوں کی رکھوالی میں مشغول تھے، اس کے علاوہ شامی فوج کی تعداد، ہتھیاروں اور تیاری کے بارے میں یہی مبالغہ آمیز خبریں پھیلائی گئی تھیں کہ مسلمان ان سے لڑنے کے خیال تک سے ہراساں ہو رہے تھے، بہت سے متذبذب مسلمانوں نے رسول اللہ کی فوجی ہم کو خلاف مصلحت سمجھ کر جانے سے انکار کر دیا اور ایک اچھی خاصی تعداد نے یہاں لوگوں کی آڑ لی، تیس ہزار اور بعض کہتے ہیں کہ چالیس ہزار فوج تیار کرنے کا منصوبہ تھا جس میں دس ہزار گھوڑوں کے رسالے شامل تھے، اتنا بڑا منصوبہ اور ذرائع ناکافی! جہاد و فتنہ کے نام سے چندہ کی ہم چلا دی گئی، اس فتنہ کے لئے غریبوں، امیروں اور عورتوں سب نے قربانی کی، غریبوں نے کھجور اور ستوتے، امیروں نے جن میں قریش کے صحابی سوداگر ہیں پیش کیے، عورتوں نے عطر، عنبر، مشک اور زیورات سے، ابوبکر صدیق اور عمر فاروق نے دودھ ہزار روپے دیئے، عبدالرحمن بن عوف نے چار ہزار دوسو اؤنسیاں اور عثمان غنی نے ایک تہائی فوج کے ہتھیار، جانور اور غذا مہیا کرنے کا ذمہ لیا، یہ سب کہا جاتا ہے کہ انہوں نے دس ہزار دینار دیئے جو اس وقت کی شرح سے چھ ہزار روپے کے برابر تھے۔

جیسا کہ اوپر بیان ہوا عثمان غنی نے ایک آسودہ حال گھر میں جنم لیا تھا جس میں خدا کی دی ہوئی سب نعمتیں مہیا تھیں، اس لئے شروع ہی سے دوجہلی اور ستھری زندگی

بسر کرنے کے عادی تھے، اچھا کھاتے، اچھا پہنتے اور آرام سے رہتے، اسلام کے بعد بھی وہ اپنی روشیں برقرار رکھے کیونکہ تو اسلام کا ان سے یہ مطالبہ تھا کہ وہ ٹالھائیں اور موٹا پہنیں اور نہ رسول اللہ ہی مسلمانوں کو طہارتِ رزق سے محروم کرنا چاہتے تھے۔

صحابی عمر بن اُمیہ قُمری: قریش کے بوڑھے لوگوں کو خزیرہ (ایک قسم کا کچھڑا) بہت مرغوب تھا، ایک دن رات کے کھانے پر میں نے عثمان غنی کے ساتھ خزیرہ کھایا جو نہایت لذیذ تھا، اس میں بکری کا گوشت تھا اور گھی دودھ کا بگھڑا عثمان غنی نے مجھ سے پوچھا: ”کیسا ہے خزیرہ؟“ میں نے کہا: ”کیا کہنا، اس سے اچھا میں نے کبھی نہیں کھایا“ عثمان غنی: خدا رحم کرے ابن خطاب (عمر رضی اللہ عنہ) پر کبھی ان کے ساتھ بھی تم کو خزیرہ کھانے کا اتفاق ہوا؟“ میں نے کہا: ”جی ہاں، لیکن ان کا خزیرہ اتنا روکھا تھا کہ جب میں اس کا نغمہ منہ کی طرف لاتا تو وہ بکھر جاتا، اس میں نہ گوشت ہوتا نہ دودھ ہوتا، بس گھی ہوتا تھا، عثمان غنی: ”تم نے سچ کہا عمرو، بخدا اے کے نقش قدم پر چلنے والے کو آرام میسر نہیں ہو سکتا، ان کو خشک اور روکھی زندگی پسند تھی، بخدا میں یہ خزیرہ مسلمانوں کے پیہ سے نہیں بلکہ اپنی کمائی سے کھا رہا ہوں، تم کو معلوم ہے کہ قریش کے سوداگروں میں میری تجارت سب سے زیادہ فروغ پر رہی ہے اور میں شروع ہی سے اچھی اور نرم غذا کھانے کا عادی رہا ہوں اور اب تو میرا بڑھاپا ہے!“

عثمان غنی کے ماموں زاد بھائی عبداللہ بن عامر: تین رمضان میں عثمان غنی کے ساتھ افطار کرتا تھا، وہ ہمارے لئے مرغین اور لذیذ کھانے منگواتے، دسترخوان پر عمدہ مینہ کی روٹی اور بکری کے بچہ کا گوشت ہوتا، میں نے عمر فاروق کو کبھی مینہ کی روٹی کھانے نہیں دیکھا اور نہ بچہ کا گوشت، وہ ہمیشہ بڑی اس کا گوشت کھاتے تھے، میں

نے عثمان غنی سے عرفارون کے کھانے کا ذکر کیا تو وہ بولے: "عمر کی برابری کون کر سکتا ہے؟"
 دنائے عرب احنف بن قیس: ایک موقع پر میں نے عثمان غنی کے جسم پر قمرستان
 کے بڑھیا قسم کے کپڑے کی فیص دیکھی اور دوسرے موقع پر وہ زرد رنگ کی چادر
 اوڑھے تھے۔ دوسرا شاہد: میں نے عثمان غنی کو مینا کے قیمتی دھاری دار کپڑے کی
 چادر اوڑھے دیکھا جس کی قیمت پچاس روپے تھی، ایک تیسرا شاہد کہتا ہے: میں نے
 عثمان غنی کے جسم پر بوٹے دار ٹسری شال دیکھی جس کی قیمت سو روپے تھی۔
 انساب الاشراف بلاذری کے رپورٹ اس چادر کی قیمت پانچ سو روپے یا سو دینار
 بتاتے ہیں۔

کسی کو یہ گمان نہ ہونا چاہیے کہ بڑے صحابہ کے زمرہ میں صرف عثمان غنی ہی
 کو کھانے پینے اور پہننے کا شوق تھا، شاید عرفارون کو چھوڑ کر صیف اول کے سائے
 ہی صحابہ بشرطیکہ ان کی مالی حالت اچھی ہوتی، صاف ستھری اور شاندار زندگی بسر
 کرتے تھے، ہمارے مورخ بتاتے ہیں کہ عبدالرحمن بن عوف کو جو دیگر اصحاب ثورنی
 طلحہ، علی، زبیرہ اور سعد بن ابی وقاص کی طرح ہزاروں لاکھوں کے آدمی تھے،
 جیسا لباس پہننے کا خاص شوق تھا اور ان کی چادر یا شال کی قیمت دو ڈھائی سو
 روپے ہو کر تھی۔ تاریخ صنعاء کا مولف عبداللہ بن عمر کی سند پر کہتا ہے کہ عرفارون
 کو بڑے صحابہ کے رکھ رکھاؤ اور ظاہری شان کا اتنا خیال تھا کہ وہ خود ان کا لباس تیار
 کراتے تھے، جس پر نو سو روپے لائق آتی تھی۔ غابناج اور دوسرے سی اجتماعات
 کے موقعوں پر یہ لباس پہنا جاتا ہو گا۔

یہاں یہ بتادینا مناسب ہے کہ اس وقت جزیرہ عرب میں اشیاء ضرورت غموض
 تھے تاریخ الامم والملوک ابن جریر طبری مصریہ میں ۱۳۶/۱۵۰۔ سے خراسان کا ایک خطلہ سے طبقات ابن سعد کا متن
 قمران ۳۰۱/۳۰۲۔ سے انساب الاشراف بلاذری نے نقل میں ۳۰۵۔ سے طبقات ابن سعد ۹۲/۳۔ سے آریخ صنعاء طلی، از احمد بن محمد
 بن محمد رازی و در المکتب قہرہ رقم ۲۸۰۳۔

کی بہت زیادہ گراں تھیں، بالخصوص کپڑا، برتن اور فرنیچر۔ اس کے علاوہ عثمان غنی کے عہد میں روپیہ پیسہ کی بہتات نے بھی گراں بیڑی بڑھا دی تھی، نئی نئی فتوحات، تجارت اور جاگیروں کی آمدنی سے بڑے پیمانہ پر روپیہ مدینہ آنے لگا تھا، جب روپیہ پیسہ مقدار میں بڑھتا ہے تو اس کی قیمت خرید کم ہو جاتی ہے اور اشیاء ضرورت ہنگی ہو جاتی ہیں چنانچہ اس زمانہ میں بعض صفات کی کینروں کی قیمت ان کے ہوزن چاندی کے برابر ہو گئی تھی، ایک عمدہ گھوڑا پچاس ہزار روپے اور ایک بڑا ہیا اونٹ پانچ ہزار میں آتا تھا، اچھی قسم کے درخت خرما کی قیمت پانچ سو روپے وصول کی جاتی تھی بلکہ صحابہ خود ہی اچھا لباس نہ پہنتے بلکہ اپنے متعلقین اور بیویوں کو بھی اپنی شایان شان پہنانے کا قاضی و بقاضی رسول اللہ کے ساتھی بیویوں کے لباس کے معاملہ میں فراخ دستی سے کام لیا کرتے تھے بچہ صحابی ابن مسعود نے جو ہمیشہ صاف ستھرے اور خوشبودار کپڑے پہنا کرتے ہوتے وقت اپنے کفن تک کے لئے وصیت کر دی تھی کہ سو روپے سے کم کا نہ ہو بلکہ سعد بن ابی وقاص کا لباس شری ہوتا تھا۔

بڑے صحابہ کے بارے میں یہ بتانا مشکل ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کتنا کایا اور کتنا خرچ کیا لیکن ان کی ایک اقلیت بالخصوص اصحاب شوری کے متعلق جو قریش کے بڑے سوداگروں اور جاگیرداروں پر مشتمل تھی اتنا معلوم ہے کہ انہوں نے مسرت و کنتی دولت چھوڑی۔

ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ)

قبول اسلام کے وقت ان کی مالی حیثیت میں ہزار روپے کی بھی لیکن وقت و تلف

لے استیعاب ۲۶/۲۷ و الامامہ والسیاستہ ابن قتیبہ معرکۃ ۱۹۳ ص ۲۷۔

۴ طبقات ابن سعد ۲/۴۰ - ۳۰ ایضاً ۱۱۱ -

۵ ایضاً ۲/۱۱۲ -

لاکھ روپے اور بقول سودی پانچ لاکھ روپے کی جائداد جو انہوں نے زندگی ہی میں خیر و
اقارب میں بانٹ دی تھی، ہزار ادھ، ایک حویلی۔

عبدالرحمن بن عوف (متوفی ۱۱۳ھ)

تیرہ لاکھ چالیس ہزار روپے نقد، بعض رپورٹ کہتے ہیں سولہ لاکھ، ہزار ادھ
تین ہزار بکریاں، سو گھوڑے، ایک رہائشی حویلی۔

زبیر بن عوام (متوفی ۱۱۳ھ)

مرنے وقت چار لاکھ کے مقروض تھے، طبقات ابن سعد کے راوی گیارہ لاکھ کا
قرض بتاتے ہیں، دو کروڑ ساٹھ لاکھ روپے کی جائداد چھوڑی اور ایک رپورٹ یہ
ہے کہ جائداد سات کروڑ پچیس لاکھ سے زیادہ کی تھی، اس میں مدینہ کے گیارہ مکان،
بصرہ کی دو حویلیاں، کوئٹہ کی ایک اور اسکندریہ مصر کی ایک کوٹھی قابل ذکر ہے
ہزار غلام، ہزار گھوڑے، اینٹ جوئے اور ساگون کی ایک رہائشی حویلی۔

طلحہ بن عبید اللہ (متوفی ۱۱۳ھ)

اکیس لاکھ اور بقول بعض پانچ لاکھ نقد، ڈیڑھ کروڑ کی جائداد، صرت عراق کی جاگیر
سے ان کو ہرون یا پنجو روپے سے زیادہ وصول ہوتے تھے، امین کی ایک جائداد سے چالیس
ہزار روپے سالانہ کی آمدنی تھی۔ اینٹ جوئے اور ساگون کی ایک رہائشی حویلی۔

سعد بن ابی وقاص (متوفی ۱۱۳ھ یا ۱۱۴ھ)

ایک لاکھ پچیس ہزار روپے، امیر معاویہ کے زمانہ خلافت میں انہوں نے ایک بار

لے مرواح الذہب سودی حاشیہ تاریخ کاں ابن اثیر ۵۳۱ھ۔ ۵۴۰ھ ایضاً ۱۵۱۱ھ۔ ۵۴۰ھ تاریخ صفاء ابن ہزار بکریاں

۵۴۰ھ طبقات ابن سعد ۶۶۱۔ ۵۴۰ھ تاریخ صفاء طلی۔ ۵۴۰ھ طبقات ابن سعد ۶۶۱۔ ۵۴۰ھ تاریخ صفاء طلی

بائیں لاکھ ہے ۵۴۰ھ مرواح الذہب حاشیہ تاریخ کاں ۱۵۱۱ھ تاریخ صفاء۔ ۵۴۰ھ طبقات ابن سعد ۶۶۱۔ ۵۴۰ھ تاریخ صفاء طلی

۵۴۰ھ طبقات ابن سعد ۶۶۱۔ ۵۴۰ھ ایضاً ۱۵۱۱ھ تاریخ صفاء۔ ۵۴۰ھ طبقات ابن سعد ۶۶۱۔ ۵۴۰ھ تاریخ صفاء طلی۔

صرف نقد روپے کی ذکاۃ و حلالی ہزار ادا کی تھی، مدینہ سے باہر ایک عالی شان رہائشی کوٹھی تھی
عبداللہ بن مسعود (متوفی ۳۳ھ)
بنی تالیس ہزار روپے۔
زید بن ثابت (متوفی ۳۴ھ)۔

گیارہ لاکھ روپے۔

عثمان غنیؓ دو تین تھے لیکن دولت پرست نہ تھے، خود دار تھے لیکن خود غرض نہ تھے
مروت شاید ان کی سب سے بڑی صفت تھی، ان کا ہاتھ چکانہ اور میانہ دونوں کے
لئے کھلا رہتا تھا، لیکن ان کی میزان مروت میں ذوی القربا و اہلین حقدار تھے، وہ مشکلات
اور دکھ دور کرنے کے لئے ہی خرچ نہ کرتے بلکہ روٹھوں کو منانے اور جگڑوں کی تابعت
قلب کے لئے بھی خرچ کرتے تھے، ان کا بہت بڑا کنبہ تھا بن میں خوش حال کم
تھے نادار زیادہ، قریش سے رسول اللہؐ کی جنگوں میں ان کے خاندان کے کافی کمائے
والے مارے گئے تھے، بہت سی عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہو گئے تھے، عثمان غنی
سب کے غمخوار تھے، سارے یتیم بچوں کو انہوں نے اپنے سایہ عاطفت میں لے لیا
تھا، ان کا خرچ اور تعلیم و تربیت سب ان کے ذمہ تھی، محمد بن ابی حذیفہ ایسے ہی
ایک یتیم تھے جو کابہہ گئے تھے لیکن عثمان غنیؓ نے ان کو عہدہ نہیں دیا تو وہ بگڑ کر مصر چلے گئے اور
وہاں مخالفت کیب میں داخل ہو کر عثمان غنیؓ اور ان کی حکومت کے خلاف پروپیگنڈا
کرنے لگے۔

مروت اور تالیفِ قلب کی مثالیں

معاویہ بن منیرہ عثمان غنیؓ کا چچا زاد بھائی تھا، ۳۳ھ میں وہ قریش مکہ کی طرف
طبعات ابن سعد ۱۰۵: ۱۰۶ تاریخ صنعاء میں ذکاۃ کے مقدمہ ایک لاکھ دکانی ہے۔ ۳۳ طبعات ابن سعد
۱۱۳۲۔ کے تاریخ صنعاء ملتی۔

لاٹ علی مروئلٹؑ

عثمان غنی کے ماموں زاد بھائی اور گورنر بصرہ عبداللہ بن عامر بن کریم خراسان کی فتوحات کے بعد مدینہ آئے تو عثمان غنی نے ان سے کہا: "تھکے تھکے سے مہاجرین قریش کی تالیفِ قلب کرو" ابن عامر نے ممتاز قریشی صحابہ کو جو بھائیے اور تھکے تھکے ہیں ان میں ایک تھکے ڈیڑھ ہزار روپے اور ایک پوشاک پر مشتمل علی بن ابی طالب کو بھی بھیجا، عطیہ پاکر علی حیدر نے کہا: "یہ محمد کی میراث ہے جو اختیار کھار ہے ہیں" عثمان غنی کو اس دریاغ کی خبر ہوئی تو انہوں نے ابن عامر سے کہا کہ ڈیڑھ ہزار روپے علی کی شایانِ شان نہ تھے، ابن عامر: "میں نے زیادہ بھیجنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ مجھے علی کے بارے میں آپ کی رائے معلوم نہ تھی" ابن عامر نے مزید دس ہزار روپے علی حیدر کو بھیج دیئے وہ خوش ہوئے اور مسجد میں جا کر اپنے طبقہ میں بیٹھے تو وہاں ابن عامر کے تحفوں اور عطیوں کا جہاں جہاں ہوا تھا، علی حیدر نے کہا: "واقعی ابن عامر قریشی خیموں کا سر تاج ہے" انصار اکابر کو ابن عامر کی داد و دش کا علم ہوا تو ان کو چین ہوئی اور وہ ابن عامر کو برا بھلا کہنے لگے، عثمان غنی کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے ابن عامر کو بلایا اور کہا: اپنی آبرو بچاؤ اور انصار کے ساتھ بھی سلوک کرو، تم کو معلوم ہے اُن کی زبان کتنی تیز ہے" ابن عامر نے ان کو بھی ہاتھ کھول کر ردِ پیہ اور کپڑا دیا، اب وہ بھی ابن عامر کے شاخاں ہو گئے۔

جابر بن عبد اللہ شیبہ تھے جن کا خلیفہ سے براہ راست تعلق تھا: (۱) جنگی اقدامات (۲) مالی معاملات (۳) گورنروں اور کمانڈروں سے خط و کتابت اور (۴) نصب و عزل، ان کے علاوہ بہت سے فروعی، ہنگامی، مقامی اور شخصی معاملات بھی اس کے سامنے فیصلہ کے لئے آتے تھے، عمر فاروق کا طریقِ کاریہ تھا کہ خاص طور پر ایسے امور میں جن کا تعلق قویٰ طور پر کسی سنگین جنگ یا فوجی کارروائی سے ہوتا تو وہ مسجد میں جا کر اہل

کو صورت حال سے مطلع کرنے اور بڑے صحابہ کے مشورہ سے کام کرتے لیکن ہائی سائیک
معاملات وہ خود اپنی صوابدید سے طے کیا کرتے تھے جہاں تک میں معلوم ہے ان
کی کوئی باضابطہ سازش اور تکیہ نہ تھی، البتہ اس ضمن میں نوعمر اور دانشور عبداللہ بن کبار
کا نام لیا جاتا ہے کہ عرفار دن ان سے مشورہ کرتے تھے۔

عثمان غنی خلیفہ ہوئے تو وہ بھی عرفار دن کی طرح اہم معاملات میں اکابر مدینہ سے
رجوع کیا کرتے اور بڑے صحابہ کی صلاح سے کام کرتے لیکن ان کا ایک پرایمٹ مشاوری
حلقہ بھی تھا جو ان کے بعض تجربہ کار اور صاحب نظر رشتہ داروں پر مشتمل تھا جیسے
ابوسفیان، سعید بن عاص اور مروان بن حکم، عرفار دن نے جب خلافت کا چارج
لیا اس وقت ان کی عمر بنیاد میں چھالیس سال سے زیادہ نہ تھی اور ان میں جوش
ہمت اور دلولت غضب کا تھا، اس لئے حکومت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے
کے لئے ان کو معاونوں کی چنداں ضرورت بھی نہ تھی، اس کے برخلاف عثمان غنی
نے جب زمام حکومت ہاتھ میں لی اس وقت ان کا سن تقریباً ستر سال کا تھا اور ان
میں عرفار دن کا سانہ تو جوش تھا نہ دلولہ اور نہ طاقت، ایک اداہم فرق یہ تھا کہ
عثمان غنی کے الیکشن سے عدم تقادد کی فضا پیدا ہو گئی تھی، پارٹی بندی کا ماحول بڑھ
گیا تھا اور بڑے صحابہ ان سے اس درجہ کبیدہ خاطر اور کشیدہ رہتے تھے کہ ان
پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا تھا، عثمان غنی کو ایسے معاونوں کی ضرورت تھی جو
پردہ اعتماد کر سکتے جو باشعور بھی ہوتے اور جن سے پاسانی رجوع کیا جاسکتا، ان کے
ہم ذلف ابوسفیان ستر سال تک جئے اور سعید بن عاص ستر سال یا ستر سال سے
ستتہ تک مدینہ سمجھا ہر کوئی کی گورنری پر فائز رہے، مروان بن کبار نے عرفار دن
کی وفات کے وقت (ستر سال) میں، کہیں سال کا تھا، آخر وقت تک عثمان غنی کے

سکریٹری اور شیر بنے رہے، پچازاد بھائی ہونے کے علاوہ عثمان غنی کے داماد بھی تھے جہاں تک ہم کو معلوم ہے مردان کوئی سفید یا خری آدمی نہ تھے، ان کا شمار پہلی صدی ہجری کے نقباء میں ہوتا ہے، ان کا دعویٰ تھا کہ میں نے کبھی قرآنی احکامات کی خلاف ورزی نہیں کی، ان کے اس دعوے کو کسی نے چیلنج بھی نہیں کیا، چونکہ وہ ایک ایسے شخص کے لڑکے تھے جس کو رسول اللہ نے ایک بیہودگی پر مدینہ سے نکال دیا تھا، بڑے صحابہ ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور چونکہ وہ عثمان غنی کے داماد اور شیر بھی تھے اس لئے بڑے صحابہ ان سے کینیدہ اور برہم رہتے تھے، ان کا خیال تھا کہ مردان عثمان غنی پر بری طرح چھائے ہوئے ہیں اور خلیفہ کے سارے فیصلے مردان کی رائے سے ہوتے ہیں حالانکہ ایسا تھا نہیں، عثمان غنی اکثر خود فیصلے کرتے تھے اور خود سی پاسی متعین کرتے تھے اور مردان کو اٹلا کر دیتے تھے، پھوٹے اور زردی معاملات میں جن کا ازدحام رہتا تھا وہ مردان کی رائے پر بھی عمل کر لیتے تھے، مردان کی سکریٹری شب عثمان غنی کو بہت مہنگی پڑی اور ان کے زوال کے بڑے اسباب میں سے ہے مخالفوں اور بالخصوص مدینہ کے اکابر نے اس کو پروپیگنڈے کا موضوع بنایا تھا۔

عمر فاروق کے عہد خلافت میں اسلامی اقتدار عراق، شام اور مصر میں تو ابھی طرح قائم ہو گیا تھا لیکن فارس کے صوبوں پر عربوں کے سپر اٹکھڑے اٹکھڑے سے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ فارسی بادشاہ کسری یزدگرد (متوفی ۲۸۰ء) زندہ تھا وہ برابر فارس کے دیوں اور اکابر کو عربوں کے خلاف اکساتا رہتا تھا، ارمینہ اور آذربائیجان کے علاقے جو پہاڑی تھے اور عرب فوجی مرکزوں سے دور، عمر فاروق کے مرتے ہی خود مختار ہو گئے، فارس کے دوسرے مفتوحہ صوبے عثمان غنی کی خلافت

کے چند سال تک تیورہ لے تیار ہی میں مشغول رہے، پھر انہوں نے بھی مدینہ کی مانتی
 کا جواب دیا، عثمان غنی نے پوری مستعدی سے اس چیلنج کا مقابلہ کیا، فارس کے کچھ
 صوبے گورنر بصرہ کے ماتحت تھے اور کچھ گورنر کوفہ کے خلیفہ کے حکم سے دونوں
 صدر مقاموں کے گورنروں نے باغی صوبوں پر فوج کشی کر دی اور کہیں بندر بصرہ
 اور کہیں بزرگ شیرسار سے فارس کو سخت کر لیا، شام میں ان کے گورنر معاویہ نے بازنطینی
 حکومت کے کئی حملوں کو جن کا مقصد شام کو وائڈار کرنا تھا پسپا کر ڈالا اور بحر متوسط
 کے دو اہم جزیرے قبرس اور رودس پر فوج کشی کر کے پہلی بار اسلامی حکمرانی داخل کیا
 مصر میں بازنطینی قیصر کے اہلکار اور مدد سے اسکندریہ مصر میں ایک بڑی بغاوت ہوئی
 عثمان غنی کے کمانڈروں نے اس پر بھی قابو پایا، پھر وہ مصر سے متصل شمالی افریقہ کے ان
 علاقوں کی طرف متوجہ ہوئے جو آج کل لیبیا، تونس اور الجزائر کے نام سے مشہور ہیں
 اور یہاں بھی اسلامی جھنڈا نصب کر دیا، بعض رپورٹرز یہاں تک کہتے ہیں کہ آئین پر
 پہلا عرب حملہ عثمان غنی ہی کے حکم سے ہوا، ان کی خلافت کے آخری سالوں میں بازنطینی
 قیصر نے شام اور مصر کو واپس لینے کے لئے ایک بحری حملہ کیا، چھ سات سو جہازوں کے
 ذریعہ لیکن ان کے شام اور مصر کے گورنروں نے اس حملہ کو بھی پسپا کر ڈالا، بازنطینی شہ
 کا بیشتر حصہ تباہ ہوا اور شرقی و وسطی بحر متوسط پر عرب غالب ہو گئے۔

یہ ساری کامیابیاں عثمان غنی کے پانچ گورنروں نے حاصل کی تھیں اور یہ پانچوں
 گورنران کے رشتہ دار تھے، بصرہ کے گورنر عبد اللہ بن عامر ان کے ماموں زاد بھائی
 تھے، کوفہ کے گورنر ولید بن عقبہ ان کے سوتیلے بھائی اور سعید بن عاص داماد شام
 کے گورنر امیر معاویہ ان کے ہم زلف اور چچا زاد بھائی ابوسفیان کے صاحبزادے
 تھے اور مصر کے گورنر عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح رضائی بھائی، مخالف پارٹیوں کو
 عثمان غنی کے رشتہ داروں کا اعلیٰ عہدوں پر ہونا سخت ناگوار تھا، وہ کہتے کہ عثمان غنی

کنبہ یہودی کی پاسی پر ل کر رہے ہیں اور خلافت نیز اس کی برکتوں اور فائدوں کو پیش
 کے لئے اپنے خاندان (بنو امیہ) کے لئے وقف کر دینا چاہتے ہیں، بعض بڑے
 صحابہ خود عہدوں کے خواہشمند تھے اور اپنے لڑکوں کے لئے بھی عہدے چاہتے تھے
 عثمان غنی نے نہ تو اپنے کسی لڑکے کو عہدہ دیا، نہ بڑے صحابہ یا ان کے لڑکوں کو ایسے
 پانچ رشتہ دار بن کی گورنری بڑے صحابہ کو ناگوار تھی تو ان میں تین (ایسر معاویہ
 ولید بن عقبہ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، کو پہلے رسول اللہ، پھر ابوبکر صدیق
 اور آخر میں عمر فاروق نے ان کی بیعت کا رکھ کر دگی دیکھ کر خود اعلیٰ عہدوں پر فائز
 کیا تھا، باقی دو (ابن عامر اور سعید بن عامر) کے ہمارے میں عثمان غنی کی دلیل یہ
 تھی کہ میں نے محض رشتہ کی بنا پر ان کو گورنری نہیں دی بلکہ اس وجہ سے کہ مجھے ان
 پر بھروسہ ہے اور ان کی اہلیت کا ذاتی تجربہ رکھتا ہوں، مخالف پارٹیاں اپنے
 مصالح کے پیش نظر ان حقائق سے چشم پوشی کر لیتی تھیں، پانچوں گورنروں کی ساری
 خدمات اور فتوحات کو بھی نظر انداز کر دیتیں اور ان کی جھوٹی سی جھوٹی گزارش کو
 گناہ کبیرہ بنا کر اچھا لیتیں۔

ابوبکر صدیق کی تنخواہ تین سو روپے ماہوار یا چھ ہزار درہم سالانہ تھی، ایک قیل
 یہ ہے کہ وہ حسب ضرورت بیت المال سے لیا کرتے تھے، اس کے علاوہ شرب اور
 خیر سے نکالے ہوئے یہودیوں کی ارمٰنی سے رسول اللہ نے ان کو دوا جائگیریں بھی
 دی تھیں، ان کا خاندان زیادہ بڑا نہ تھا، خلافت کے وقت صرف دہ بیویاں اور
 چند بچے تھے، اس لئے تنخواہ اقلیت کے حصوں اور جائگروں کی پیداوار سے کام
 چل جاتا تھا، خیر کی جائگیر سے ان کو چھ سو سن (سودقش) کھجور مل جاتی تھی۔ ۵

لے طبقات ابن سعد ۳/۳۸۱، فتوح البلدان ص ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ص ۸۱، ص ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔
 بحساب مل مدینہ راج بہد رسول اللہ ص ۷۵۔

عمر فاروق نے خلیفہ ہو کر بڑے صحابہ سے اپنی تنخواہ کے بارے میں بات چیت کی تو عثمان غنی نے کہا اخل وأطعم یعنی بیت المال سے لے کر کھائیے اور اپنے خاں و عیال کو بھی کھلائیے عثمان غنی کے قول کے ابہام اور مضبوط کو دور کرنے کے لئے علی حیدر نے کہا عداۓ وعشاء یعنی صبح شام کا کھانا آپ بیت المال سے لے سکتے ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمر فاروق کی کوئی تنخواہ مقرر نہیں ہوئی تھی، بڑے صحابہ نے ان کو اپنے اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات لے کر حق دے دیا تھا، جیسے غلہ گئی، تیل، دودھ اور کپڑا۔ عمر فاروق کا خاندان کافی بڑا تھا، چار بیویاں تھیں جن میں سے زیادہ بچے جن میں کسی ایک کی شادی ہو گئی تھی اور کئی ایک ہنوز ان کے دست نگر تھے، اس میں شک نہیں کہ وہ نہایت کفایت شعار آدمی تھے اور چونکہ بچپن ایک معمولی گھرانے میں گذرا تھا جہاں ادب اور بکریاں چرایا کرتے اس لئے عادتاً ان کو بڑھیا کھانے اور بڑھیا پہننے کا شوق بھی نہ تھا تاہم ان کا خرچ زیادہ تھا، صرف ام کلثوم، علی حیدر کی کسین صاحبزادی سے ان کی شادی ہوئی تھی، میں بیڑ ہزار روپے ہتہزادہ کر کے ہوئی تھی، ہاں بچوں کے علاوہ اپنے بھائی زید بن خطاب کے کنہ کی کفالت بھی ان کے ذمہ تھی، زید جنگ یمامہ میں مارے گئے تھے، دوسرے نادار اور غریب رشتہ داروں کا بھی ان پر بار تھا، آمدنی بڑھانے کے لئے وہ تجارت میں بھی روپیہ لگاتے تھے، ۱۹ھ میں جب جزیرہ اور خراج کی لگی بندی رہیں آنے لگیں اور ہاجرہ و انصار کی تنخواہیں مقرر ہوئیں تو ان کو دو ڈھائی ہزار روپیہ سالانہ کی مزید آمدنی ہو گئی، خبر سے ان کو سالانہ کئی سو من کھجور بھی ملتی تھی۔ اس کے علاوہ ابو بکر صدیق کی طرح رسول اللہ نے ان کو بھی یہودیوں

۱۹ طبقات ابن سعد ۳/ ۲۲۱۔ ۲۲۲ تاریخ الامم ۲۹۱۵۔ ۲۹۱۶ کنز العمال ۹۰/ ۱۰ و تاریخ الامم ۱۰/ ۱۶۔

۲۰ طبقات ابن سعد ۳/ ۲۲۱۔ ۲۲۲ فتح البلدان ص ۳۰۔

کی املاک سے تین جاگیریں دی گئیں جن کی بیس ہزار روپے سالانہ آمدنی تھی اس کے باوجود برابر خزانہ سے قرض لیتے رہتے تھے اور انشغال کے وقت ان پر تینتالیس ہزار روپے کا قرضہ تھا۔

عثمان غنی کی تنخواہ کے بارے میں ہمیں کچھ نہیں معلوم ہو سکا، ان کے حالات کے ضمن میں اس موضوع پر کسی قسم کی روشنی نہیں ڈالی گئی، معلوم ہوتا ہے وہ اعزازی کام کرتے تھے اور یہ بات بعید از قیاس بھی نہیں کیونکہ وہ اتنے مالدار تھے کہ ان کو بیت المال سے ایک پائی تک لینے کی ضرورت نہ تھی، ان کی مالداری کی بعض شلیقو حیران کن ہیں مثلاً ہمارے رپورٹر کہتے ہیں کہ ایک موقع ہراہوں نے غالباً تابعین قلب کے لئے امیدوار خلافت زبیر بن عوام کو تین لاکھ روپے کا عطیہ دیا تھا اور ایک دوسرے موقع بوجہ مدینہ منورہ کی زد میں آیا ہوا تھا اور خورد و نوش کا سامان کیسا ب تھا تو انہوں نے ہزاروں ادشوں کا ایک کارواں جو ان کے روپے سے تجارت کا آنا، روغن زیتون اور کنشش لے کر آیا تھا، غریبوں میں بٹوا دیا تھا۔

ابوبکر صدیق نے چار شادیاں کیں، دو اسلام سے پہلے اور دو اسلام کے بعد، ان کے چھ بچے تھے، عمر فاروق نے تھکے عقد کئے، ان کی اہلیات اولاد دو تھیں، بچے کم از کم چودہ، علی حیدر نے بی بی فاطمہ کے بعد سات مزید شادیاں کیں، ان کی متعدد اہلیات اولاد بھی تھیں، بچے کتنے تھے عثمٰن غنی کی کل سات یا آٹھ بیویاں بتائی جاتی ہیں اور ایک ام ولد، بچے ڈیڑھ درجن تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں رقیہ اور ام کلثوم ان سے منسوب تھیں، بی بی رقیہ کا سترہ میں جنگ بدر کے زمانہ میں

۱۔ طبقات ابن سعد ۳/۲۳۳۔ ۲۔ ایضاً ۳/۵۱۔ ۳۔ نسب قریش مصعب زہری۔ ۱۔ ایڈیٹر

لیوی پروشال۔ مہر ۱۹۵۵ء اور ۱۹۵۶ء۔ ۲۔ تاریخ الامم ۱۶/۱۰ میں صرف بارہ کا ذکر ہے۔

۳۔ طبقات ابن سعد ۳/۱۱۔ ۴۔ ایضاً ۳/۲۴۱ و تاریخ الامم ۱۳۴/۱۰۔ ۱۳۸۔

غالباً چیچک سے اشغال ہوا، سترہ برس رقیہ کی بہن ام کلثوم سے ان کا عقد ہوا لیکن چند سال بعد سترہ میں ام کلثوم بھی وفات پا گئیں، صرف رقیہ سے ایک بچہ ہوا جو بہن ہی میں فوت ہو گیا، ان دونوں بہنوں کا کتنا مہر تھا، یہ بتانا ہمارے لئے مشکل ہے رسول اللہ کی بیویوں اور لڑکیوں کے مہر کے بارے میں ہمارے مورخ ایک عام بات کہتے ہیں کہ وہ بارہ اوقیہ اور نیش یعنی ڈھائی سو روپے سے زیادہ نہ ہوتا تھا لیکن عثمان غنی کی دوسری بیویوں کے مہر کی مقدار بہت زیادہ بتائی گئی ہے، نجدی بیٹہ عیسیٰ بن حسن کی لڑکی ام البنین سے انہوں نے ڈھائی ہزار مہر پر شادی کی تھی، ایک قرشی رئیس شیبہ بن ربیعہ کی لڑکی رملہ سے ہندوہ ہزار اور بقول بعض بیس ہزار برادر ایک دوسرے قرشی رئیس خالد بن اسید (بروزن رسید) کی لڑکی سے بیس ہزار مہر پر، ان کی آخری شادی سترہ میں جب وہ لگ بھگ پچھتر سال کے تھے ایک عیسائی خاندان کی لڑکی ثامکہ سے ہوئی، اس کا مہر پانچ سو روپے تھا، اگر ایک سو ان اعداد و شمار کو اور دوسری طرف عثمان غنی کی دو لہجہ دی اور رسول اللہ کی لڑکیوں کی حرمت کو سامنے رکھا جائے تو اس بات کا غالب قریبہ ہے کہ ان کا مہر ڈھائی سو سے بہت زیادہ رہا ہوگا۔

بڑے صحابہ میں عثمان غنی سب سے زیادہ صلح جو اور جنگ و پیکار سے نفور تھے، اُن کا ہاتھ نہ مسلمان پر اٹھتا تھا نہ رشتہ دار پر چاہے وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوتا، جنگ بدر کو چھوڑ کر وہ رسول اللہ کی ساری لڑائیوں میں جن میں سے کئی قریش مکہ سے ہوئیں شریک ہوئے لیکن ان جنگوں میں انہوں نے کوئی نمایاں رول ادا نہیں کیا، دوسرے صحابہ کے بارے میں ہمارے رپورٹر خبر دیتے ہیں کہ ان کے ہاتھ سے قریش کے ایک یا زیادہ افراد زخمی یا ہلاک ہوئے لیکن عثمان غنی کے بارے

میں کوئی ایسی خبر نہیں دیتا، قریش کے متعدد اکابر جو رسول اللہ سے لڑنے آئے تھے عثمان غنی کے رشتہ دار یا دوست تھے، ان کی صلح جوئی، غیرت اور موت کسی پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہ دیتی تھی، صحابہ کے زمرہ میں میں صحابی نے سب سے زیادہ اکابر قریش کو قتل کیا وہ علی حیدر تھے، صرف جنگ ہندوستان سے زیادہ قرشی جن میں سے کئی ایک عثمان غنی کے رشتہ دار تھے ان کی تلوار کا لقمہ ہوئے اور ہنگ اُحد میں چار، علی حیدر کی خلافت میں رکاوٹ اور بعد میں ناکامی کے وجہ میں سے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ قریش کے کئی بڑے خاندان جن کے بزرگوں اور عزیزوں کو انہوں نے قتل کیا تھا، ان سے بکبدہ خاطر تھے۔

عثمان غنی کی صلح جوئی اور تشدد سے نفور کی اس صفت سے لوگوں نے ناجائز فائدہ اٹھایا، پہلے وہ گستاخی سے پیش آئے پھر باغی ہو گئے، چالیس یا پچاس دن تک ان کی حویلی کا مدینہ اور باہر کے لوگوں نے محاصرہ کیا لیکن انہوں نے کوئی سختی نہیں برتی، محاصرہ کے کچھ بعد حویلی میں پانی اور خوراک کا داخلہ بھی بند کر دیا گیا، عثمان غنی نے اس کو بھی برداشت کیا، باغیوں نے ان کے کچھ ساتھیوں پر تیر چلا کر زخمی کر دیا، وہ اب بھی صلح جوئی کے جادو سے نہیں ہٹے، حویلی میں ان کے پاس دس بیس نہیں سات سو آدمی تھے، ”تھکھڑوں سے مسلح جو بار بار کہتے کہ ہمیں لڑنے کی اجازت دیجیے لیکن وہ منع کر دیتے، آخر کار اپنی صلح جوئی پر انہوں نے خلافت کے ساتھ جان بھی قربان کر دی۔

عثمان غنی اپنی فیاضی اور مروت کی وجہ سے قریش و انصار کے بہت سے لوگوں میں مقبول تھے، اس زمانہ کی اس دعا سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے: اُجِّلَکَ الرَّحْمٰنُ حُبَّ قُرَیْشٍ لِّعِثْمَانَ۔ خدا کو تم ایسے پیارے ہو جیسے قریش کو عثمان ہیں، ان کی مقبولیت

کو امید ملی کہ رسول اللہ ان کو اپنا جانشین مقرر کریں گے اور نبوت کے ساتھ خلافت کی بنیاد بھی ہمیشہ کے لئے بنو ہاشم یا عبدالمطلب کے معزز خاندان میں مستحکم ہو جائے گی لیکن رسول اللہ اپنا جانشین نامزد کئے بغیر رحلت کر گئے اور ابو بکر صدیق خلیفہ بنائے گئے، ان کے انتخاب سے علی حیدر کو بڑا ملال ہوا، ابو بکر صدیق نے عمر فاروق کو اپنا جانشین نامزد کیا، علی حیدر کو اس سے مزید دکھ اور مایوسی ہوئی اور جب اصحاب پکڑی نے عثمان غنی کو خلیفہ بنایا تو علی حیدر کی برہمی کا پیمانہ نہ لرز گیا اور انہوں نے ہتھیہ کیا جیسا کہ ہمارے رپورٹر بتاتے ہیں کہ عثمان غنی کی خلافت کو کامیاب نہ ہونے دیں گے لکن مات عمر و لم یوت لیجمعن ہولاء العتوم علی أن یصوخوا هذا الامر عنا ولکن فعلوا ولیفعلن لیرو فی حیث یمکروہون۔ ۵۷

ظاہر بن عبید اللہ بھی رسول اللہ کے عزیز اور بہر زلف تھے، رسول اللہ کی پوری زینب بنت جحش کی بہن حمنہ ان کو بیایا تھیں، ابتدائی جنگوں میں بھی انہوں نے امتیازی رول ادا کیا تھا، اس کے علاوہ ابو بکر صدیق کے چچا زاد بھائی اور داماد بھی تھے، ان کی خواہش تھی کہ ابو بکر صدیق ان کو اپنا جانشین مقرر کریں تاکہ خلافت قبلہ تہم میں مرکوز ہو جائے، لیکن مرتے وقت جب ابو بکر صدیق نے عمر فاروق کے لئے وثیقہ خلافت لکھوایا تو وہ گڑھے ہوئے آئے اور ابو بکر صدیق سے احتجاجاً کہا: آپ خدا کو کیا جواب دیں گے جب وہ پوچھے گا کہ تم نے ایک سخت اور بد مزاج شخص کو کیوں خلیفہ بنایا؟

زبیر بن عوام بھی رسول اللہ کے رشتہ دار، ابو بکر صدیق کے داماد اور اس کی خدمات کے مالک تھے، ان کو بھی خلافت کی چاہ تھی اور اس چاہ کو ان کے لڑکوں بالخصوص عبید اللہ بن زبیر کے اصرار نے اور زیادہ بڑھا دیا تھا، عمر فاروق

نے بڑے صحابہ میں سے کسی ایک کو خلیفہ نامزد نہیں کیا، ان کے معیار پر کوئی بھی پورا نہ اترتا تھا، اس لئے مرتے وقت انہوں نے چھ اور بقول بعض پانچ افراد کا ایک مینل مقرر کیا کہ باہمی مشورہ سے کسی ایک کو اپنے درمیان سے خلیفہ منتخب کر لیں، اس مینل میں یہ لوگ تھے: عثمان غنیؓ، ان کی عمر اس وقت ستر برس کی تھی، اور وہ مینل کے بانی ارکان سے زیادہ سن رسیدہ تھے، علی حیدرؓ، یہ کوئی پختہ سال کے تھے، عبدالرحمن بن عوفؓ، ان کا سن قریب ستر ستر سال کے تھا، طلحہ بن عبید اللہؓ، ان کی عمر چالیس سال سے کچھ اوپر تھی، زبیر بن عوامؓ، یہ بیالیس تین سال کے تھے اور سعد بن ابی وقاصؓ، ان کی عمر بھی لگ بھگ اتنی ہی تھی، رسول اللہؐ کے پرلنے ساتھی ہونے کے علاوہ ان چھ کو اپنی دولت و ثروت کی وجہ سے معاشرہ اور اپنے قبیلوں میں بڑا رسوخ و اثر حاصل تھا، اہل مدینہ انہی کی آنکھوں سے دیکھتے اور انہی کے کانوں سے سنتے، بڑی کشمکش اور ڈپلومیٹک سرگرمیوں کے بعد عثمان غنیؓ کا انتخاب ہوا، اس انتخاب کے نتیجہ میں چار سیاسی پارٹیاں مدینہ کے افق پر ابھر آئیں، ایک اور سب سے زیادہ طاقتور علی حیدرؓ کے حامیوں کی، دوسری طلحہ کی، تیسری زبیر بن عوامؓ کی اور چوتھی بنو امیہ کی جو عثمان غنیؓ کے رشتہ دار اور عبد شمس کے خاندان سے تھے، پارٹی بندی کی بنیاد اسی وقت پڑ گئی تھی جب ابو بکر صدیقؓ کا انتخاب ہوا تھا، جس سے بڑے کچھ لوگ برا نصارا اور ان کے زیر اثر عربوں نے ترک موالات کر دی تھی اور جس سے ناراض ہو کر علی حیدرؓ سے عرصہ تک ابو بکر صدیقؓ کی بیعت سے گریز کرتے رہے تھے، ہمارے رپورٹر بتاتے ہیں کہ وہ اپنی بیوی فاطمہؓ اور دونوں بچوں حسن اور حسینؓ کو ساتھ لے کر ان میں مہاجرین و انصار کے گھر جاتے اور اپنی بیعت کے لئے کوشش کرتے، چند مہاجر اور بہت سے انصار ان کے حامی ہو گئے اور ان کی بیعت کا وعدہ لے کر حجاز ابلاغ ہوئے۔

بھی کر لیا، ان میں سے ہمارے نام یاد رکھنے کے قابل ہیں: عمار بن یاسر، ابوذر، سلمان اور مقداد بن عمرو۔ لیکن اس وقت عربوں کی عام بغاوت اور اس سے پیدا ہونے والی عام پریشانیوں اور مصروفیتوں میں علی حیدرؓ کی تحریک اُبھر نہ سکی، خلافت کے انتھاق کے لئے رسولؐ، انشدکؓ، دامادؓ علی حیدرؓ کی سب سے بڑی دلیل تھی، طلحہؓ اور زبیرؓ دونوں ابوبکر صدیقؓ کے داماد تھے اور خلافت کی حقداری کے لئے یہ رشتہ ان کی سب سے بڑی دلیل تھا، یہ چاروں سیاسی پارٹیاں عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت میں موجود تھیں لیکن دہلی دہلی، عمر فاروقؓ کو ان کا علم تھا اس لئے انہوں نے نہ تو علی حیدرؓ کو کوئی عہدہ دیا، نہ طلحہؓ اور زبیرؓ کو، ان کو اندیشہ تھا کہ اگر یہ لوگ مدینہ سے باہر چلے گئے تو اپنی خلافت کی خواہش کو پروان چڑھانے کی کوشش کریں گے، خلافت کا چارج لے کر ایک طرف انہوں نے ایسی سادہ اور بے رونق زندگی بسر کی کہ مخالفوں کے دل میں حسد، اشتعال اور خوردہ گیری کے جذبات کو سراٹھانے کا موقع نہ ملا اور دوسری طرف ایسی کڑی نظر رکھی کہ بڑے سے بڑے صحابی کو برملا کوئی غیر نادرست کارروائی کرنے کی جرأت نہ ہوئی، اُن کے کورسے، زبان اور تکیے نظر سے سب ڈرتے تھے، ان کی اس روش اور پامسی کے باوجود پارٹی بندی کا ماحول قائم تھا، یہ ماحول ان کی آخر عمر میں کیت اور کیفیت دونوں میں اتنا بڑھ گیا تھا کہ ایک دن انہوں نے بڑے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے الگ الگ طبقے بنائے ہیں، دو آدمی بھی اگر ساتھ بیٹھتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں کی پارٹی کے ہیں.... بخدا اگر وہ بندی بہت جلد آپ کے دین، اخراجات اور تعلقات پر ہرکاری ضرب لگائے گی۔۔۔۔“

عثمان غنیؓ کی خلافت کا ڈھنگ عمر فاروقؓ سے مختلف تھا، ان کے لئے عمر فاروقؓ

کی روش پر چلنا ممکن بھی نہ تھا کیونکہ وہ بالدار و خوش حال تھے، عمر فاروق مالی مشکلات میں دبے رہتے تھے، وہ خوب داد و دہش کرتے، عمر فاروق کو داد و دہش ناپسند تھی، وہ صاف ستھری اور پُر آرام زندگی بسر کرتے، عمر فاروق نہ عمدہ کھلتے نہ عمدہ پہنتے، نہ اپنے متعلقین کو اچھا کھلاتے پہلاتے، عمر فاروق ہاتھ میں کوڑا رکھتے اور ہر صحابہ تک کو ہارتے اور پھٹکارتے، عثمان غنی نے کبھی کوڑا ہاتھ تک میں نہیں لیا، ان کی نرمی اور مروت سے مخالفت گستاخ ہو گئے، ان کی دولت، داد و دہش اور پُر آرام زندگی نے ان کو حاسد بنا دیا، ان پر نقد ہونے لگا اور ان کے خلاف زبان کھل گئی، ان کو بدنام کرنے اور عوام میں اشتعال پیدا کرنے کے لئے ان کی مسمولی سی معمولی باتوں پر اعتراض کیا جانے لگا اور ان کی چھوٹی سی چھوٹی کوتاہی فرد جرم بنا کر اچھا جانی جانے لگی، وہ اگر اپنے رویہ سے کسی کے ساتھ سلوک کرتے یا ر ہائش کے لئے مکان بنواتے تو خبر نہ جاتی کہ خزائن کا رویہ غصب کیا گیا ہے، وہ اپنے رویہ سے اگر مسجد مدینہ کی توسیع کراتے تو اس کو بدعت سے تعبیر کیا جاتا۔

الیکشن

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے عمر فاروق نے مرتے وقت چھ بڑے صحابہ کا ایک مہل مقرر کیا تھا جن میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرنا تھا، ان کے نام ہیں: عثمان غنیؓ، علیؓ، حیدرؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، طلحہ بن عبید اللہؓ اور زبیر بن عوامؓ اس وقت مہل کے ایک رکن طلحہؓ موجود نہ تھے اور کسی کام سے اپنی جائیداد کو گئے ہوئے تھے جو مدینہ سے باہر تھی، عمر فاروق نے باقی پانچوں کو بلا یا اور کہا: ”بی بی عائشہؓ کے قریب جا بیٹھئے اور باہمی مشورہ سے کسی ایک کو چن لیجئے“ مہل کے پانچوں رکن بی بی عائشہؓ کے کمرہ کے قریب جا بیٹھے اور انتخابی گفتگو ہونے لگی، سموری دیر گزری تھی کہ آوازیں بلند ہونے لگیں اور مہل کے ارکان خلافت کے لئے اپنی اپنی فضیلت اور اہلیت کا پُر زور

نہا کر کے گئے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی جھگڑا یا تصادم ہو رہا ہے، عرفاروق پر حملہ کا چوتھا دن تھا، خون بہنے سے وہ سیدکمزور ہو گئے تھے اور چند گھنٹے کے بہانہ تھے پٹیل کے اختلاف و غور سے ان کو اذیت ہوئی اور انہوں نے کہا ابھی امیری موت تک خلافت کی گفتگو موقوف رکھی جائے، امیری وفات کے بعد آپ لوگ پھر جمع ہوں اور تین دن کے اندر اندر کسی ایک کو منتخب کر لیں، انہوں نے ایک بڑے انصاری صحابی ابو طلحہؓ کو بلایا اور کہا کہ بچا اس صلح انصاری اپنے ساتھ لو اور پٹیل کے ارکان کو ایک مکان میں لے جاؤ اور مجبور کرو کہ کسی ایک کا انتخاب کر لیں، اس کام کے لئے تین دن کی مہلت دیتا ہوں، اس دوران اگر طلحہ لوٹ آئیں تو ان کو بھی انتخابی کارروائی میں شامل کر لیا جائے، اس سلسلہ میں ایک بات یاد رکھو اور وہ یہ کہ اگر پٹیل کے چار ممبر کسی ایک کے انتخاب پر متفق ہوں اور پانچواں اس سے اختلاف کرے تو اس کی گردن اڑا دو، اور اگر پٹیل کے تین ممبر کسی ایک کے انتخاب پر متفق ہوں اور دو اس سے اختلاف کریں تو ان کو بھی قتل کر دو، اگر پٹیل کے نصف ممبر ایک فریق کی تائید کریں اور نصف دوسرے کی تو حلیفہ اس فریق کو بنایا جائے جس کو عبدالرحمن بن عوف کی تائید حاصل ہو، اگر پٹیل کے ارکان باہمی اختلاف کی وجہ سے تین دن کے اندر اندر کسی ایک کا انتخاب کرنے سے قاصر رہیں تو ان کو قتل کر دینا ہے۔

یہ اعلان سن کر علی حیدر گھر گئے اور انہوں نے اپنے چچا عباس اور دوسرے خاندانی بزرگوں سے شکایت کی کہ عرفاروق نے ایسا پلان بنایا ہے کہ اس باہمی خلافت ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گی، چچا عباس نے پوچھا: وہ کیسے؟ تو علی حیدر نے کہا: کسی ایک شخص کے بالاتفاق منتخب ہونے کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہے، اس وقت میدان میں ہیں ہوں اور عثمان، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمن بن عوف کے چچا زاد بھائی ہیں

اور عبدالرحمن، عثمان غنی کے قزاق دار، لہذا یہ دونوں عثمان غنی کو ضرور ہی دوست ہیں گے اور اگر بالفرض پیش کے بانی دور کن یعنی طلحہ اور زبیر مجھے دوث دے بھی دیں تب بھی خلافت مجھے نہیں مل سکتی کیونکہ عمر نے وصیت کر دی ہے کہ خلیفہ وہ فریق ہو گا جس کو عبدالرحمن بن عوف کی تائید حاصل ہو، بخدا اگر عمر جیتے رہے تو میں بناؤں گا جیسی انہوں نے ہماری حق تلفی کی ہے اور اب اور پہلے جیسی جیسی ہمارے ساتھ بدسلوکیاں کی ہیں اور اگر مر گئے جیسا کہ پورے آثار ہیں تو میں کے بانی رکن یقیناً خلافت سے ہم کو محروم کر دیں گے اور اگر انہوں نے ایسا کیا اور یقیناً کریں گے تو میں بھی ان کو چین سے نہ بیٹھنے دوں گا پھر ۷

عمر فاروق کی تجہیز و تکفین کے بعد میں کے پانچوں رکن خلافت کی گنتی سلجھانے ایک مکان میں جمع ہوئے، مکان کے دروازہ پر عمر فاروق کی حسب ہدایت ایکشن ٹکراں ابو طلحہ اور بچاس مسلح انصاریوں نے جگہ لے لی جب کافی وقت رد و قدر میں گزر گیا اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا بلکہ کھلی سلجھنے کی بجائے اور زیادہ الجھ گئی تو عبدالرحمن بن عوف نے خلافت کی امید واری سے دست بردار ہونے کا ارادہ کر لیا اس وقت ان کی عمر ستر تھ سال کی تھی، رئیس آدمی تھے، خوش خورد و خوش پوش، اعزاز کے علاوہ خلافت میں ان کے لئے کوئی مادی کشش نہ تھی، بلکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اگر میں خلیفہ ہوں تو عمر فاروق کی سی خشک اور روکھی زندگی میرے لئے بسر کرنا ناممکن ہے اور اگر میں نے ایسی زندگی بسر نہ کی تو میری خلافت کا میاب نہیں ہوگی اور خلافت کے امیدواروں کے ہاتھوں مجھے ہرگز چین اور سکھ نصیب نہ ہو گا لہذا لہذا انہوں نے پیش سے کہا کہ میں خلافت سے دست بردار ہوتا ہوں اور اگر آپ علیہ السلام علیہ السلام بخوانہ زیادات کتاب الفیض احمد بن عبدالعزیز جوہری ۴۰۹/۲ و تاریخ الامم فرق کے ساتھ ۳۵۱/۵ و انساب الاشراف ۲۰۱/۵ -

لوگ راضی ہوں تو اپنی اور مسلمانوں کی صوابدید سے جس کو مناسب سمجھوں منتخب کریں
 سب سے پہلے عثمان غنی نے اس تجویز پر اظہارِ رضا مندی کیا پھر دوسرے ارکان
 نے، علی حیدر نے کہا: میں غور کر کے جواب دوں گا۔" انکشن نگراں کو اس نئی اور امید افزا
 صورت حال کا علم ہوا تو وہ علی حیدر سے ملے اور سمجھا بھانکراں کو عبدالرحمن کی تجویز
 پر آمادہ کر لیا، علی حیدر نے عبدالرحمن بن عوف سے کہا: آپ حلف لیجئے کہ انتخاب میں
 آپ اپنی ذاتی رائے اور خواہش کو دخل نہ دیں گے، نہ رشتہ اور کنبہ کا خیال کریں گے
 بلکہ حق اور انصاف سے کام لیں گے اور قوم کے مفاد کو پیش نظر رکھیں گے۔ "عبدالرحمن
 بن عوف نے یہ حلف لے لیا، اس کے بعد عبدالرحمن بن عوف نے زبیر بن عوام
 اور سعد بن ابی وقاصؓ کو بھی خلافت سے دست بردار ہونے کے لئے تیار کر لیا
 سعد عبدالرحمنؓ کے سمدھی تھے، ان کو خلافت کی زیادہ چاہ بھی نہ تھی، وہ عمر فاروق کے
 زمانے میں کئی برس تک کمانڈری اور گورنری کر چکے تھے، مذہبی تشدد اور قبائلی
 تفرقہ کے تلخ تجربات نے ان کے دل میں امارت و خلافت کی کوئی پرزور لگن باقی
 نہ رکھی تھی، زبیر بن عوام یہ محسوس کر کے دب گئے کہ عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن
 ابی وقاصؓ کی تائید سے محروم ہو کر ان کے لئے خلیفہ بننے کا کوئی امکان نہیں ہے
 اب میدان میں صرف علی حیدرؓ اور عثمان غنیؓ باقی رہ گئے، دو ڈھائی دن تک عثمانؓ
 بن عوفؓ اپنی مدینہ، قریش و انصار کے اکابر و نیران گورنروں سے ملتے رہے جو
 اس وقت مدینہ میں موجود تھے اور علی حیدرؓ و عثمان غنیؓ دونوں کے بارے میں ان
 سے مشورہ کرتے رہے، اس وقت علی حیدرؓ کے خاندان بنو ہاشم کو چھوڑ کر باقی سارے
 اکابر قریش، عثمان غنیؓ کا انتخاب چاہتے تھے، انصار میں تین رجحان تھے، ان کا ایک
 بڑا گروہ علی حیدرؓ کا موید تھا، ایک دوسرا لیکن پہلے سے چھوٹا گروہ عثمان غنیؓ کے حق میں تھا اور
 ایک تیسری جماعت غیر جانبدار تھی۔

ڈھائی دن اسنصراب رائے کے بعد عبدالرحمن بن عوف نے بنیل کا جملہ منعقد کیا، مدینہ کے بڑے چھوٹے سب جمع ہو گئے، عبدالرحمن بن عوف نے بنیل کے ہر رکن کو فرداً فرداً بلایا اور اس سے حلف لیا کہ ان کے فیصلہ کو مانے گا اور مخالفت نہیں کرے گا، پھر انہوں نے علی حیدرؓ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: "یہ عہد کیجئے کہ اگر آپ کا انتخاب کیا گیا تو آپ اپنے کنبہ کے لوگوں کو عہد سے دے کر مسلمانوں پر مسلط نہیں کریں گے اور رسول اللہؐ نیز شیخین کے نقش قدم پر چلیں گے" علی حیدرؓ میں ایسی باتوں کا عہد کیسے کر سکتا ہوں جو میری استعداد، علم اور قدرت سے باہر ہوں، رسول اللہؐ کے نقش قدم پر چلنا کس کے بس کی بات ہے، البتہ میں یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ اپنے علم اور اجتہاد کے مطابق عمل کروں گا اور رسول اللہؐ کی مثال پر اپنے بس بھر چلوں گا۔ عبدالرحمن بن عوف نے علی حیدرؓ کا ہاتھ چھو کر عثمان غنیؓ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: "یہ عہد کیجئے کہ اگر آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ اپنے کنبہ والوں کو عہد سے دے کر مسلمانوں پر مسلط نہیں کریں گے اور رسول اللہؐ نیز شیخین کے نقش قدم پر چلیں گے۔" عثمان غنیؓ نے یہ عہد کر لیا، اس کے بعد عبدالرحمن بن عوف نے دوبار پھر علی حیدرؓ سے حسب سابق عہد طلب کیا لیکن انہوں نے ہر بار وہی جواب دیا جو پہلی دفعہ دیا تھا، اس کے برخلاف عثمان غنیؓ نے ہر بار بلا پس و پیش عہد پر عمل کرنے کا وعدہ کر لیا، بعض رپورٹر کہتے ہیں کہ عہد کے الفاظ یہ تھے: "خدا کے نام پر یہ عہد کیجئے کہ میں کتاب اللہؐ سنت رسول اللہؐ، نیز ابو بکر و عمر کے نقش قدم پر چلوں گا۔" عثمان غنیؓ نے یہ عہد کر لیا لیکن علی حیدرؓ نے کہا: میرے لئے یہ عہد کرنا مشکل ہے، البتہ میں اپنی قدرت اور علم کی حد تک رسول اللہؐ نیز ابو بکر و عمر کی سیرت پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ علی حیدرؓ کے اس پُر احتیاط اور غیر حسی جواب کی ایک دلچسپ وجہ بیان کی گئی ہے، ہمارے

رپورٹر کہتے ہیں کہ صحابی عمرو بن حاص ایک دن پہلے علی حیدر سے ملے تھے اور ان سے کہا تھا کہ عبدالرحمن بن عوف کو قطعی اور حتمی جواب ناپسند ہے، لہذا اگر وہ خلافت کے لئے کوئی وعدہ لیں تو غیر قطعی الفاظ میں کرنا، پھر عمرو بن حاص عثمان غنی سے ملے اور ان سے کہا کہ عبدالرحمن بن عوف کو غیر قطعی جواب ناپسند ہے اس لئے اگر وہ خلافت کے لئے کوئی عہد طلب کریں تو قطعی اور حتمی الفاظ میں کرنا۔

عبدالرحمن بن عوف نے عثمان غنی کو الیکٹ کر لیا، سارے حاضرین نے ان کی بیعت کر لی، صرف علی حیدر بیعت سے گریزاں رہے لیکن جب پٹیل کے دوسرے ارکان اور الیکشن ٹکراں نے اس پر ردِ باؤ ڈالا اور عرفادون کی وصیت یاد دلائی تو ان کو بادلِ ناخوابہ سے بیعت کرنا پڑی، ان کا خیال تھا کہ عبدالرحمن بن عوف نے جبہ داری سے کام لیا ہے اور عثمان غنی کو اس لئے خلیفہ بنایا ہے کہ اپنے بعد وہ ان کو خلیفہ نامزد کریں، بعض رپورٹر کہتے ہیں کہ انہوں نے عثمان غنی کے الیکشن کے بعد کہا کہ مجھے دھوکہ دیا گیا ہے اور میرا حق مارا گیا ہے، علی حیدر کے کہنے سے باہر جن لوگوں کو ان کے خلیفہ نہ ہونے پر سب سے زیادہ طیش آیا وہ صحابی عمار بن یاسر تھے جو یہ صدا لگانے سنے گئے تو گو: اسلام کا ماتم کرو، آج "معروف" کا جنازہ اٹھتا ہے اور "منکر" کا بول بالا ہوتا ہے بخدا اگر مجھے رضا کار مل جائیں تو میں عثمان کو خلیفہ بنانے والوں سے جہاد کروں۔

خلافت پٹیل میں شمولیت کی خبر پا کر طلحہ بن عبید اللہ ہر مکن محبت کے ساتھ مدینہ روانہ ہوئے لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے عثمان غنی چلے جا چکے تھے، وہ روٹھ کر گھر بیٹھ گئے، انہوں نے اپنی غیر موجودگی میں الیکشن کو بے قاعدہ قرار دیا اور مطالبہ کیا کہ الیکشن پھر پھر ہونا چاہیے تاکہ وہ بھی اس میں حصہ لے سکیں لیکن عرفادون کی وصیت سے جب ان کو مطلع کیا گیا اور پھر عبدالرحمن بن عوف اور عمار عثمان غنی نے ان کو سکھایا بھائیو!

منایا تو انہوں نے بیعت کر لی۔

عثمان غنی کے انتخاب سے مدینہ میں پارٹی بندی کا ماحول بڑھ گیا اور جوں جوں دن گزرتے گئے اس میں برابر اضافہ ہوتا رہا، علی حیدر کی پارٹی سب سے زیادہ طاقتور تھی، اس کو کئی بڑے صحابہ کی علمی تائید حاصل تھی، ان میں ابو ذر، عمار بن یاسر اور مقداد بن عمرو کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں، یہ لوگ ابوبکر صدیق کے انتخاب کے بعد اسی وقت سے علی حیدر کے بڑ زور حامی ہو گئے تھے جب بنی فاطمہ کے ساتھ راتوں کو مہاجر و انصار صحابہ سے اپنے استحقاقِ خلافت اور بیعت کی تائید حاصل کرنے جایا کرتے تھے، ان تینوں کے علاوہ انصار کے کئی درجہ ان افراد نے علی حیدر کی عملی بیعت بھی کر لی تھی لیکن جیسا کہ پہلے بیان ہوا اس وقت سلسلے سے جزیہ عرب میں فسادوں کے چھڑنے اور ان کو فرو کرنے کی مصروفیتوں اور پریشانیوں میں علی حیدر کی مہم دب گئی تھی، یہ پارٹی عثمان غنی اور ان کے رشتہ داروں کے پبلک اور پرائیویٹ کاموں کی ٹوہ میں رہتی اور ان کی مخالفانہ تشریح و تفسیر کے لوگوں میں اشتعال پیدا کرتی، علی حیدر اپنے اس قول کے مطابق عمل کر رہے تھے کہ اگر عثمان غنی کا انتخاب ہوا تو لیزوفی حیثیت یکدھون، عمار بن یاسر کا عثمان غنی کے انتخاب پر تبصرہ آپ اوپر بڑھ چکے ہیں، وہ اپنے حلقوں میں ان کو کافر کہا کرتے تھے اور اگر ان سے خطاب کرتے تو امیر المؤمنین کہہ کر نہیں بلکہ ابو عبد اللہ کہہ کر، وہ ان کو خلیفہ تسلیم ہی نہ کرتے تھے، ابو ذر بھی عثمان غنی اور ان کی حکومت کے مخالف تھے جیسا کہ آپ آگے پڑھیں گے، ان کی مخالفانہ سرگرمیاں اتنی بڑھیں کہ ان کو شام و بلادِ وطن کو دیا گیا، وہاں ان کا حکومت دشمن پروپیگنڈہ اور زیادہ بڑھ گیا تو ان کو مدینہ کے ایک مضاماتی گاؤں بھیج دیا گیا جہاں سترہ میں ان کا انتقال ہوا۔

طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام کی پشت پران کے اہل خاندان اور قبیلوں کے علاوہ کون کون کچلے صحابی تھے یہیں نہیں معلوم لیکن یہ معلوم ہے کہ ان کی غیر معمولی دولت مندئی اور داد و بخش نے بہت سے اہل مدینہ بالخصوص انصار کو ان کا حامی اور وفادار بنالیا تھا، رسول اللہ کی بیوی عائشہؓ بھی عثمان غنی پر خوب پس منعم کیا کرتی تھیں، ان کی برہمی کے کچھ اسباب خاندانی تھے اور کچھ غیر خاندانی، وہ چاہتی تھیں کہ عثمان غنی ان کے بھائی محمد بن ابی بکر کو کوئی عہدہ دیں لیکن عثمان غنی نے ایسا نہیں کیا، ایک موقع پر محمد بن ابی بکر کے ذمہ کوئی مواخذہ آ پڑا اور انہوں نے چاہا کہ عثمان غنی رعایت کر کے ان کو مواخذہ سے بچالیں لیکن انہوں نے رعایت نہیں کی اور عقدار کو پورا پورا حق دلوادیا، یہ بات بھی بی بی عائشہ کو ناگوار گذری عثمان غنی کو بی بی عائشہؓ کی سوت یعنی بی بی خدیجہؓ کی دلواریاں رتیہؓ اور ام کلثومؓ بی بی تھیں اور عثمان غنی دونوں کو بڑے آرام سے رکھتے تھے، اس سے بھی عائشہؓ کے دل میں کدورت پیدا ہو گئی تھی، وہ علی حیدر سے بھی کبیدہ خاطر تھیں اور ہرگز نہیں چاہتی تھیں کہ ان کو خلافت ملے، ان کی ہمدردیاں طلحہ بن عبید اللہ سے وابستہ تھیں جو ان کے بہنوئی اور چچا زاد بھائی تھے اور ہر سال پانچ ہزار روپے کا وظیفہ ان کو دیا کرتے تھے، ان کی خواہش تھی کہ طلحہ خلیفہ بنیں اور خلافت کی بڑخاندان تھیں مستحکم ہو جائے جس سے ابو بکر صدیقؓ اور طلحہ دونوں کا تعلق تھا، اس خواہش کو عملی جامہ پہنانے کے لئے وہ عثمان غنی کے خلاف ہم جلائے ہوئے تھیں۔

طلحہؓ اور زبیر کا چونکہ مدینہ میں علی حیدرؓ کی نسبت نفوذ کم تھا، اس لئے انہوں نے سب سے بڑے عرب مرکزوں بصرہ اور کوفہ میں جہاں ان کی جائدادیں تھیں اور

لے تاریخ الامم ۱۳۹۱ - لے مجتہد ابن حبیب ص ۵۷۵ و انساب الاشراف ۴۲۱/۲ - ص ۵۷ طبقات ابن سعد قسم اول ۱۵۱/۲ -

جہاں وہ آتے جاتے رہتے تھے، داد و دہش اور تلقین و ترغیب سے اپنی خلافت کے لئے ماحول پیدا کر لیا تھا۔

انتخابی پینل کے دوسرے دو رکنوں۔ عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص کی جہاں تک ہمیں علم ہے کوئی سیاسی پارٹی نہ تھی، عبدالرحمن شوری کے وقت سرٹھ سال کے ہو چکے تھے، فراخ مال اور مہین زندگی بسر کر رہے تھے، ان کا بڑا کاروبار تھا جس میں لگے رہتے تھے، اس کے علاوہ جیسا کہ انہوں نے الیکشن کے ایام میں خود اقرار کیا تھا، ان کے دل میں خلافت کی زوردار کشش بھی نہ تھی، وہ محسوس کر رہے تھے کہ عمر فاروق کی بے کیفیت اور رد مکی خلافت کے بعد کسی مالدار، خوش پوش، فراخ دست شخص کی خلافت کامیاب نہ ہو سکے گی، سعد بن ابی وقاص آٹھ سال تک کنڈری اور گورنری کر چکے تھے اور اس عرصہ میں ان کو کافی تلخ تجربے ہوئے تھے، اس لئے ان کی خواہش اقتدار کسی حد تک مضلل ہو چکی تھی لیکن سب سے بڑی بات یہ تھی کہ مدینہ اور باہر کا سیاسی ماحول ان کے لئے بالکل سازگار نہ تھا، علی حدیث طلحہ اور زبیر بن عوف کے مقابلے میں خلافت کے لئے ان کی اہلیت کم تھی، موجودہ ماحول سے وہ اتنے بیزار تھے کہ انہوں نے مدینہ میں رہنا تک پسند نہ کیا اور وہاں سے بارہ تیرہ میل دور عقیقہ کی کھلی اور بے آزار فضا میں ایک گوشہ بنوا کر سکونت اختیار کی، انہوں نے مدینہ آنا چاہا بالکل بند کر دیا تھا اور جب کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا: ”کیا کروں مدینہ جا کر اب وہاں صرف حاسد رہتے ہیں یا ایسے لوگ جو دوسروں کی مصیبت سے لطف اندوز ہوتے ہیں“ مابقی فیہما اللہ اسد نعمۃؑ اؤ فیہما لہ بنعمۃؑ۔ انہی سعد سے ایک دوسرے معزز آدمی نے دریافت کیا کہ عثمان غنی کے قتل کی ذمہ داری کس پر ہے تو بولے:

عثمان ایک ایسی تلوار سے قتل ہوئے جس کو عائشہؓ نے نیام سے نکالا، طلحہ نے تیز کیا،
علی نے زہر ملا یا اور زبیر نے ہاتھ کے اشارہ سے حملہ کرایا۔

عثمان غنیؓ پر اعتراضات اور ان کا جائزہ

اب ہم ان اعتراضات کا جائزہ لیں گے جو مدینہ اور باہر کی پادریوں نے عثمان غنیؓ کے بارہ سالہ دورِ خلافت میں اُن پر لگائے تھے، یہاں یہ بتا دینا مفید ہو گا کہ عثمان غنیؓ کے پیش رو خلیفہ عمر فاروقؓ پر بھی اعتراض ہوئے تھے اور زیادہ انہی لوگوں کی طرف سے جو ان کے خلیفہ بننے سے ناخوش تھے لیکن چونکہ وہ دہنگ آدمی تھے اور چونکہ ان کا کوڑا سخت اور نظر تیکمی تھی کسی کو شورش کرنے یا اعتراضات اچھالنے یا مخالفت کی الاب لگانے کی جرأت نہ ہوتی تھی، دوسری بات یہ تھی کہ انہوں نے ایسی بے رونق اور روکی زندگی گزاری کہ ان کی خلافت پر حسد اور جلن کو زیادہ فروغ پانے کا موقع نہ ملا، اس کے علاوہ انہوں نے میدانِ خلافت کے سب سے بڑے حریف علیؓ کی صاحبزادی ام کلثومؓ سے شادی میں عقد کر کے ان کو منایا تھا اور بیچ کا تختہ ان دے کر ان کا بخار خاطر کسی قدر کم کر دیا تھا اور دوسرے دو امیدوارانِ خلافت طلحہؓ اور زبیرؓ کو حجاز میں جاگیریں عطا کر کے ایک حد تک ان کی بھی تالیفِ قلب کر دی تھی۔

۱۔ عثمان غنیؓ پر ایک اعتراض یہ تھا کہ انہوں نے عمر فاروقؓ کے صاحبزادے عبید اللہ کو تین افراد کے قتل کی سزا نہیں دی جس کے وہ قانوناً مستحق تھے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مدینہ میں ایرانی نژاد ایک غلام ابولولو رہتا تھا، وہ جرمی اور لوہا کا کام جانتا تھا، اُس کے مالک طاسنی صحابی مغیرہ بن شعبہ اس سے بچاس روپے

ماہوار اور بقول بعض دور پے یومیہ ٹیکس وصول کرتے تھے، ابو لؤلؤ نے کئی بار ٹیکس کم کرنے کی درخواست کی لیکن مفیڑ نے اس کو منظور نہیں کیا، ایک دن اس نے عرفار روٹن سے زیادتی ٹیکس کی شکایت کی لیکن وہ بھی ہمدردی سے پیش نہ آئے، ابو لؤلؤ کو غصہ آگیا اور اس نے چند دن بعد نماز فجر کے موقع پر بھیس بدل کر عرفار روٹن پر دو دھارے خنجر کے کئی وار کئے اور بھاگ گیا، لوگوں نے اس کا تعاقب کیا تو اس نے خنجر سے اپنا گلا کاٹ کر خود کئی کرلی، عرفار روٹن حملہ کے بعد تین چار دن زندہ رہے، اس اشار میں اس بات کی تحقیق کی گئی کہ حملہ کے منصوبہ میں ابو لؤلؤ کے ساتھ کون کون شریک تھا، کوئی قطعی بات تو نہ معلوم ہو سکی البتہ اس شبہ کا قرینہ پیدا ہوا کہ ابو لؤلؤ کے ساتھ جرم میں ہرمزان اور جعینہ بھی شریک تھے، ہرمزان کسروی خاندان کا ایک گورنر تھا جو سٹلہ میں سلمان ہو کر مدینہ میں بس گیا تھا، جعینہ عراق کا ایک عیسائی عرب تھا، وہ بھی سلمان ہو گیا تھا اور مدینہ کے بچوں کو عربی لکھنا پڑھنا سکھاتا تھا، ابو لؤلؤ ان دونوں سے ملتا جلتا رہتا تھا، ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے ابو لؤلؤ جیسا خنجر ہرمزان اور جعینہ کے ہاتھ میں دیکھا تھا، یہ کوئی قطعی شہادت قطعی، عرفار روٹن کے صاحبزادے عبید اللہ کے جذبات مشتعل تو تھے ہی، اس رپورٹ کی بنا پر انھوں نے ہرمزان، جعینہ، نیز اس کی جھوٹی رو کی قوتل کر ڈالا، بلکہ ان کا امداد تو ان سب فارسیوں کو قتل کرنے کا تھا جو مدینہ میں موجود تھے، عبید اللہ کو گرفتار کر لیا گیا عثمان غنیؓ کے انتخاب کو ابھی گھنٹھ ہی گزرے تھے کہ علی حیدرؓ نے آکر مطالبہ کیا کہ عبید اللہ کو قتل کی سزا دی جائے کیونکہ انہوں نے عداۃ تین خون کئے ہیں، ایک جلسہ ہوا اور ستار ہما جرد انصار صحابہ کے سامنے یہ معاملہ رکھا گیا، اکثریت کی رائے تھی کہ عبید اللہ کو قتل نہ کیا جائے بلکہ مقتولین کی دیت ادا کر دی جائے، لیکن علی حیدرؓ اور ان کی پارٹی کے لوگ قتل پر مصر تھے، موہب دین دیت کی دلیل تھی کہ چونکہ مقتولین کا کوئی وارث نہیں اس لئے خلیفہ ان کا دالی وارث ہے اور خلیفہ کو اختیار ہے قاتل کو قتل کر دے یا دیت لے لے، یہ دلیل عین

قانون اسلام کے مطابق تھی اور عثمان غنیؓ نے اسی کو اختیار کیا، علیؓ حیدرؓ کی دلیل تھی کہ قتل عرفادون کے عہد میں ہوا اس لئے وہی مقتولین کے وارث تھے، نیا خلیفہ وارث نہیں ہو سکتا اور نہ ہی دیت لے سکتا ہے، عبد اللہؓ کو چھوڑ دیا گیا، علیؓ حیدرؓ نے ان کو دیکھا تو غصہ سے کہا ”بچہ میرے ہتھے جڑھے تو بغیر قتل کئے نہیں رہوں گا“ عید اللہ ابیر معاویہ کے پاس شام چلے گئے اور جنگ صفین (سستم) میں علیؓ حیدرؓ کے خلاف لڑے۔

۲۔ عثمان غنیؓ پر ایک اعتراض یہ تھا کہ انہوں نے سرکاری روپیہ سے مدینہ میں ایک کوٹھی بنوائی۔ یہ کوٹھی سترہ سال میں تعمیر ہوئی، اس کے چار حصے تھے، ایک میں خزانہ، دوسرے میں دفاتر، تیسرا مہمانوں، سفیروں اور وزیروں کے لئے مخصوص تھا، چوتھے میں عثمان غنیؓ خوز رہتے تھے، اب سے جو وہ پندرہ سال پہلے عرفادونؓ کے عہد میں بصرہ اور کوٹہ میں جو دارالامانہ (گورنمنٹ ہاؤس) بنایا گیا تھا اس کا نقشہ بھی کم و بیش یہی تھا، یعنی ایک حصہ میں خزانہ، دوسرے میں دفاتر اور تیسرے میں گورنر کی رہائش کا انتظام تھا، عثمان غنیؓ نے اس کو ٹھیکہ کا افتتاح ایک دعوت سے کیا جس میں اکابر مدینہ مدعو تھے، کھانا عمدہ اور بڑے پیمانہ پر تھا، حاضرین اور مخالف پارٹیوں نے دعوت اور کوٹھی دونوں کو پرو چکیڈے کا موضوع بنالیا، ان کی ہر مجلس اور ہر اجتماع میں کوٹھی کے چرچے اور عثمان غنیؓ پر لعنت ملامت ہونے لگی، سب سے بڑا حلیہ یہ تھا کہ انہوں نے کوٹھی سرکاری روپے سے بنوائی ہے حالانکہ انہوں نے اپنا ذاتی روپیہ خرچ کیا تھا، ترک سنت اور فضول خرچی کے الزام لگائے گئے حالانکہ اس میں نہ کوئی ترک سنت تھی نہ فضول خرچی، اہل مدینہ کی مالی حالت بہتر ہونے سے شہر میں بہت سے نئے مکان بن گئے تھے اور مالدار صحابہ نے حویلیاں بنوائی تھیں اور یہ سب باتیں عرب مدینت کے ارتقا اور خوش حالی کا نتیجہ تھیں، اس لئے خلافت کے سربراہ نے اگر اپنے علم، خزانہ اور سرکاری مہمانوں کے لئے ایک باقاعدہ اور خلافت کے شایان شان عمارت بنوائی تھی تو اس میں اعتراض نہیں بلکہ اطمینان و مسرت کا موقع تھا اور خاص کر جب کہ

عمارت پر سرکاری روپیہ بھی نہ لگا ہو، عثمان غنیؓ کو اس پر دہینگنڈے کا علم ہوا تو انہوں نے نماز جمعہ کے بعد ایک تقریر میں کہا:-

جب کوئی نعمتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے تو اس کے حاسد پیدا ہو جاتے ہیں... اس عمارت کا مقصد جو میں نے بنوائی ہے خزانہ کو محفوظ کرنا ہے اور باہر کے ہمالوں اور دزدوں کو ٹھہرا نہ ہے، شہر کے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ میں نے سرکاری روپے سے اس کو تعمیر کرایا ہے اور مسلمانوں کی بلا اجازت ان کی آمدنی اس پر لگائی ہے، ان کی پادشیاں سرگوشیاں کرتی، ادھر ادھر پھرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ مجھے ان کی حرکتوں کا علم نہیں، یہ لوگ میرے سننے اعتراض نہیں کرتے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ ان کے اعتراض کا مدلل اور دندان شکن جواب دیا جائے گا، ان کو ایسے پتھیلال گئے ہیں جو ان کی طرح ہر دہینگنڈے اور غلط بیانی سے کام لیتے ہیں، خدا ان کو دغ کرے، خدا ان کو ذلیل کرے۔“

عثمان غنیؓ نے یہ دو شعر پڑھے جن کا اشارہ علیؓ کی طرف ہے:-
 وَقَدْ بَنَّا أَيْمَانُكَتْ وَأَشْتَعِلْ فَلَسْتَ تَرَى مِمَّا تَعْلَمُ شَانِيَا
 نَسِطُ فِقْصِي الْأَمْرُ دَنَّا أَهْلُهُ وَشَيْكَاءُ لَا تَدْعَى إِذَا كُنْتَ نَانِيَا
 مجھے آپ کی آمدنی اور سرکاری روپیہ لینے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا میں توش کے مالدار تر بن لوگوں میں نہیں ہوں اور مان لو کہ میں نے خزانہ کے روپے سے عمارت بنوائی تو کیا خزانہ آپ کی اور میری ضرورت کے لئے نہیں ہے؟ کیا میں آپ کی خدمت نہیں کر رہا ہوں؟ کیا میں آپ کی ضروریات اور روزی کا کفیل نہیں ہوں اور آپ کے سارے حقوق پوری طرح ادا نہیں کر رہا ہوں؟ پھر کیا مجھے اتنا بھی اختیار نہیں کہ خالتو روپے سے اپنی مرضی کے مطابق

کوئی کام کر سکوں؟ اگر نہیں ہے تو پھر میں خلیفہ کس بات کا ہوں؟ سب سے زیادہ حیرت مجھے اس بات پر ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ عثمان کو معزول کر دیں گے، قتل کر دیں گے۔

مدینہ میں مختلف ملکوں کی عورتیں کینزوں کے روپ میں آنے لگی تھیں، ان میں اعلیٰ گھرانوں کی خاتونیں بھی تھیں، ان کا تمدن، رہائش، کھانا اور لباس سب عربوں کی سادہ اور بدوی معیشت سے بہت بلند تھا، اس لئے یہ قدرتی بات تھی کہ وہ اپنے نئے گھروں میں اپنے اعلیٰ معیارِ تمدن و معیشت کو قائم کرنے کی کوشش کرتیں، ان کی آمد سے عرب گھرانوں کا ماحول اور وضع قطع بدلنے لگی، دوسری طرف صحابہ کے بچے عثمان غنیؓ کے عہد میں جوان ہو چکے تھے اور ان کی ایک عامھی بڑی نقد ادجگوں میں شرکت کے لئے فارس، خراسان، عراق، شام، آرمینیا، مصر اور شمالی افریقہ کا سفر کر کے وہاں کے تمدنوں سے روشناس ہو گئی تھی اور چونکہ عرفادوں کے عہد سے دلیلیوں اور مالِ فہمیت کی راہ سے گھر بیٹھے خوب روپیہ آ رہا تھا اس لئے یہ باؤسنگ جوان اپنے بڑے، کھانے، فرنیچر، مکان سب کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے تھے بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ ان امور میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی ان کے درمیان دوڑ رہا کرتی تھی، عرفادوں کی اپنی سخت گیری اور احتساب سے یہ رجحانات دبائے ہوئے تھے، عثمان غنیؓ نے نہ تو سختی سے کام لیا نہ احتساب سے، اس لئے ان رجحانات کو پھیلنے پھولنے کا موقع مل گیا، ان رجحانات کو روکنا کسی فرد کے بس کی بات نہ تھی کیونکہ جب دولت کے ساتھ فرصت کا جوڑ لگتا ہے یا بے محنت رویہ ہاتھ آتا ہے تو مسجد اور خرابیوں کے خلف، شان و شوکت اور ثروت کے مظاہر بھی ضرور پیدا ہوتے ہیں۔

۳۔ ایک اعتراف یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے مسجد نبویؐ کی تجدید و توسیع کرا لی اور بدعت کے ترکب ہوئے۔

ہجرت کے بعد یہ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوائی تھی، اس کی لمبائی سو ذراع یا لگ بھگ دو سو فٹ تھی، دالان اینٹوں کا تھا، دالان کی چھت کھجور کی ٹہنیوں سے پائی گئی تھی اور کھجور کے تنوں پر قائم تھی، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عہد چنانکہ مختصر تھا اور مشکلات سے بڑھ کر اس لئے مسجد کی طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی، عمر فاروقؓ کے عہد میں حالات بہتر ہوئے اور سرکاری آمدنی بڑھ گئی تو انہوں نے مسجد کی توسیع و اصلاح کرائی، انہوں نے لمبائی دو سو فٹ سے بڑھا کر دو سو اسی فٹ کر دی، مسجد کے آگن کی بنیادیں پھر سے چوڑی اور قد آدم دیوار اٹھوا دی، رسول اللہ کے عہد میں مسجد کے صرف تین دروازے تھے، عمر فاروقؓ نے مزید تین دروازوں کا اضافہ کیا لیکن مسجد کے دالان، چھت اور فرش بدستور رہے۔ چھت کھجور کی ٹہنیوں سے بچی تھی اور بارش کے وقت ٹپکا کر رہتی تھی، بارش نہ ہوتی تو کوٹرا کر کٹ اور کٹرے کوڑے لگا کر لگاتے، مسجد کا فرش کچا تھا، اس لئے خاک اڑتی اور غازیوں کے کپڑے خراب ہوتے، بارش کے زمانے میں پانی بھر جاتا اور کچھ مڑا پانی شہر میں نکلنے مکانات اور حرمیں بنی جا رہی تھیں، ایک سال پہلے عینی سہیلہ میں عثمان غنیؓ نے دارالامارہ (گورنمنٹ ہاؤس) بھی بنوایا تھا، نئی حکارت کے مقابلے میں مرکز خلافت کی مسجد بدنام نظر پیش کر رہی تھی، ان سب باتوں کے پیش نظر عثمان غنیؓ نے مسجد کو بچا کر اسے کی تجویز صحابہ کے سامنے پیش کی لیکن انہوں نے عدم تعاون کی روش کے تحت تجویز کی مخالفت کی اور مسجد کی اصلاح پر سرکاری روپیہ صرف کرنے کی اجازت نہیں دی، عثمان غنیؓ نے مسجد کی توسیع و تجدید پر اپنے پاس سے روپیہ خرچ کرنے کا عزم کر لیا، انہوں نے مسجد کی لمبائی ایک سو چالیس ذراع (دو سو اسی فٹ) سے بڑھا کر ایک سو ساٹھ ذراع (تقریباً تین سو بیس فٹ) اور چوڑائی ایک سو پچاس ذراع یا لگ بھگ تین سو فٹ کر دی، مسجد کا دالان پھر اوپر چڑھنے سے بنوایا اور ایک کچی چھت ساگون کی کڑیوں پر ڈلوادی، چھت کے ستون متعین پتھر کے لگوائے اور فرش بھی بچا کر دیا، یہ کام ستمہ میں شروع ہوا اور ستمہ میں

دس ماہ بعد بایہ تکمیل کو پہنچا۔ اس پر دس ہزار روپے (بیس ہزار درہم) خرچ ہوئے۔ چونکہ مخالفت اور عدم تعاون کا ماحول تھا اس لئے اس اچھے کام کو بدعت اور مخالفت سنت قرار دیا گیا، عرفاء و رؤف کے درے سے چونکہ سب ڈرتے تھے اس لئے جب انہوں نے مسجد توسیع و ترمیم کرائی تو کسی کو اعتراض کی جرأت نہ ہوئی۔

۴۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے بنی امیہ میں دو رکعت کی جگہ چار رکعتیں پڑھیں حالانکہ رسول اللہؐ، ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔

رہنی کہ سب باہر تقریباً سوا چار میل پر ایک میدان ہے جہاں حاجی رومی جمار کے لئے جمع ہوتے ہیں، رسول اللہؐ جب یہاں آتے تو قصر کیا کرتے یعنی چار رکعتی نماز دو رکعت بڑھتے، خلافت کے بعد کئی برس تک عثمان غنیؓ بھی بنی امیہ میں دو ہی رکعت پڑھتے تھے لیکن سیدہ کے کج کے بعد ان کو معلوم ہوا کہ بنی امیہ بعض دوسرے علاقوں کے عرب کہتے ہیں کہ یقین کی نماز دو رکعت ہے اور اس کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ خلیفہ نے چونکہ مکہ میں شادی کر لی ہے اور اس قرینہ سے چونکہ مکہ ان کے وطن کے حکم میں آ گیا ہے اور خود ان کی حیثیت یقیم کی ہی ہو گئی ہے اس لئے ان کا بنی امیہ میں چار رکعتی نماز کا دو رکعت پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ خلیفہ کے نزدیک یقیم کی نماز چار رکعت کی بجائے دو رکعت ہے، اس لئے دوسرے مسلمانوں کو بھی دو رکعت پڑھنا چاہیئے۔

جنگ کے لئے دور دور سے عرب آتے تھے، عثمان غنیؓ کو اندیشہ ہوا کہ یقیم کی نماز کے دو رکعت ہونے کا تصور کہیں عرب کے دوسرے شہروں اور قریوں میں نہ پھیل جائے اس لئے انہوں نے بنی امیہ میں دو کی جگہ چار رکعت پڑھنا شروع کر دیا۔ اعتراض کا جواب خود ان کے الفاظ میں سنئے، بعض من اهل البیمن و حفاة الناس تدفأوا فی عامنا الماضی ان الصلوة للمقیم رکعتان، هذا ما مکرم عثمان یصلی رکعتین

لعماریہ الم ۱۰۶ و فتوح البلدان مصرکذا، و ہما البلدان یا قوت، ۳۲۷ و انساب الاشراف ۳۸۱۰۔

وقد اتخذت مملكة أهله نرايت أن أصلی أربعا لحوت ما أخاف علی الناس و
أخری قد اتخذت بهما زوجة ولی بالطائف مال فربما اطلعته فأقتت فيه
بعد الصداریه

قصر نازکی قرآن میں صرف خطرہ کے وقت اجازت دی گئی ہے: فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ
أَنْ تَقْصُرُوا الصَّلَاةَ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا - قصر صلاہ میں
کوئی حرج نہیں اگر تم کو اندیشہ ہو کہ دشمن دھوکہ سے تم پر حملہ کر دے گا لیکن رسول اللہ
نے عوام کی آسانی کے لئے سفر میں بھی قصر کی اجازت دے دی تھی، یعنی قصر کی حیثیت بھاج
سے زیادہ یعنی، سفر میں رسول اللہ کبھی پوری نماز بھی پڑھ لیضے تھے لیکن نبی میں ہمیشہ
دور کعت ہی پڑھا کرتے تھے، مذکورہ بالا خبر کے بعد عثمان غنیؓ کے سامنے دو صورتیں تھیں
۱) سنت نبی پر عمل کریں (۲) چار رکعتی مفروضہ نماز کو دو رکعتی بنانے کا خطرہ مول لیں،
انہوں نے پہلی صورت اختیار کی، رہا سنت نبی کا ترک تو یہاں یہ بنا دینا مناسب ہے
کھجایہ مصابیح عامہ کی خاطر عمل نبی کو نظر انداز کر دیا کرتے تھے، سند کے طور پر یہاں ابوبکر
صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے عہد کی دو دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں، ترک سنت کی مزید
مثالیں آپ کو آگے بھی ملیں گی۔

(۱) رسول اللہ کا عمل اس اصول پر تھا کہ جو شخص زبان سے خدا کی وحدانیت کا
اقرار کرے اس پر تلوار نہیں اٹھائی جاسکتی لیکن ابوبکر صدیقؓ نے ان لوگوں
سے بھی جہاد کیا جو زکوٰۃ دینے کے لئے تیار نہ تھے اگرچہ تو حید کے قائل تھے اور نماز بھی
پڑھتے تھے۔

(۲) رسول اللہ نے خرابی کے لئے کوئی خاص سزا مقرر نہیں کی تھی، گھونٹوں سے
کبھی جانٹوں سے اور کبھی جوتوں سے اس کی جبری جاتی تھی لیکن ابوبکر صدیقؓ نے چالیس

کوڑوں کی سزا مقرر کی۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین کے ذمیوں (مرد، عورت، ... بوڑھوں سب پر) کس پانچ روپے (ایک دینار) جزیہ لگایا تھا لیکن عمر فاروقؓ نے جزیہ کا ایک بالکل نیا مضابطہ وضع کیا، انہوں نے عورتوں، بچوں، بوڑھوں، بیماروں اور اہل بھوک کو جزیہ سے مستثنیٰ کر کے سن جنگ کے قابل بالغ مردوں سے جزیہ وصول کیا، دوسری طرف انہوں نے جزیہ کی تین شرحیں مقرر کیں: مال داروں کے لئے چوبیس روپے سالانہ متوسط حال لوگوں کے لئے بارہ روپے، اور دست کاروں اور ناداروں کے لئے چھ روپے سالانہ۔

(۴) قرآن میں زکاۃ سے مؤلفۃ القلوب کا ایک حصہ مقرر کیا گیا ہے، یہ حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر دیتے رہے، لیکن عمر فاروقؓ نے اس کو بند کر دیا۔
(۵) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے مٹی میں شامیانہ لگایا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں نہیں کیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسلام جزیرہ عرب سے باہر نہیں نکلا تھا اس لئے مکہ، مدینہ اور جاز کا تمدن خالصہ عربی تھا، اس تمدن کو بنانے میں یہاں کے معاشی، نسلی اور طبعی حالات کو بڑا دخل تھا، عام طور سے لوگ مفلوک الحال اور غریب تھے، ان کے کھانے، پہننے اور برتنے کی چیزیں وہی ہوتیں جو اس علاقہ میں سیکڑوں برس سے بنی پل آتی تھیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر صدیقؓ اور ان کے بعد زیادہ بڑے پیمانہ پر عمر فاروقؓ اور عثمان غنیؓ کے عہد میں جب عرب بیرون ملکوں میں فتوح کی حیثیت سے گئے اور ان کی مالی حالت بہتر ہو گئی تو انہوں نے شام، عراق اور فارس کے زیادہ نمکھڑے تمدن کو اپنانا شروع کر دیا، ان کا لباس، کھانا پینا، برتن، فرنیچر، غرض کہ معیشت کے

سارے پہلو بدلنے لگے اور اس تبدیلی کو مفتوحہ علاقوں کی عورتوں نے جو غلام بن کر عرب گھروں میں داخل ہوئیں، تیز کر دیا، ان عورتوں کا تمدن چونکہ زیادہ اجلا اور دلکش تھا اس لئے قدرتی طور پر وہ اپنے نئے گھروں میں اس کو رائج کرنے کی کوشش کرتی تھیں عمر فاروقؓ نے نئے تمدن کو روکنے کی کوشش کی لیکن وہ رکا نہیں، اوٹ میں ہو گیا، عثمانؓ کی زندگی مشروع ہی سے اچلی اور پُر آرام تھی، وہ زندہ دل اور خوش ذوق آدمی تھے انہوں نے خلافت کا چاہچ کیا تو نیا تمدن پردہ سے باہر نکل آیا، ان کے عہد میں ہر زمانہ سے زیادہ روپیہ اور سامان مدینہ آنے لگا، اہل مدینہ کو مقررہ وظیفوں کے علاوہ جلد جلد محسوس کی مدد سے بھی کافی روپیہ ملتا رہتا تھا اور وہ اس قابل ہو گئے تھے کہ ایک سقری اور اچلی دندگی بسر کر سکیں، اس کے علاوہ غنیمت کے روپ میں مختلف انواع و اقسام کا سامان، فرنیچر، قالین، کپڑے، برتن اور شاہی نوادرات بھی مدینہ آتے اور لوگ ان سے متعارف ہوتے اور خود بھی ان میں سے بعض چیزیں حاصل کرنے کی کوشش کرتے نئے تمدن کے مظاہر میں شامیانہ بھی تھا جس کو عربی میں فسطاط کہا جاتا ہے، عرب شامیانہ سے واقف تھے لیکن چونکہ سنہی چیز تھا اس کے استعمال پر قادر نہ تھے، عرب جبریل جب اپنے ملکی حدود سے باہر نکلے اور شام و عراق وغیرہ میں انہوں نے دیکھا کہ دشمن کے کھانڈ اور اکابر شامیانہ استعمال کرتے ہیں تو خود بھی کرنے لگے، فاتح مصر عرب بن عامر کے سپہو شامیانہ سے شاید ہمارے قارئین واقف ہوں گے، یہی وہ شامیانہ تھا جو مصر کی راجہ جلی فسطاط کی بنیاد پر۔ رسول اللہؐ یا بوکر صدیقؓ کے عہد میں شامیانہ کا ملین مدینہ میں نہیں ہوا تھا لیکن سلسلہ میں بہ عہد عمر فاروقؓ ہمارے رپورٹ بتاتے ہیں کہ رسول اللہؐ کی بیوی زینب بنت جحش کی قبر پر شامیانہ لگایا گیا تھا تاکہ اہل جنازہ دھوپ اور لوہ سے محفوظ رہیں، اس وقت کسی نے اعتراض نہیں کیا تھا کہ یہ بدعت ہے حتیٰ کہ عمر فاروقؓ نے جو بھی تمدن کے مخالف تھے اسی شامیانہ کے نیچے نماز پڑھائی تھی، شامیانہ نئے اور زیادہ

پرسائیں مدین کا منظر تھا، جہہ کی نسبت اس میں زیادہ گنجائش اور فراخی بھی تھی، جہہ کی نسبت اس میں موسمی تکلیفوں سے زیادہ امن رہتا تھا، اسی لئے عثمان غنیؓ نے اس کو نبی کے پیشل میدان میں جہاں گرمی اور لوہ بلا کی ہوتی لگوا دیا تھا جو مکہ منیرہ اور آرامہ جزیرہ تھی، مالدار لوگوں نے جلد اس کو اپنا لیا، رسول اللہؐ کی بیوی عائشہؓ جب حج کرنے جائیں تو حرم کے پاس ان کا بھی ایک شامیانہ لگنا تھا، رسول اللہؐ کا شامیانہ کو استعمال نہ کرتا اس وجہ سے نہ تھا کہ اسلام اس کی اجازت نہ دیتا تھا بلکہ محض اس وجہ سے کہ وہ اور مسلمان اس وقت اتنے خوش حال نہ تھے کہ ایسی گراں چیز کے تحمل ہو سکتے، عمر فاروقؓ کا شامیانہ سے احتراز بھی کسی جذبہ دینی کا مرہون نہ تھا بلکہ اس کا ایک سبب ان کا طبی تعشق تھا اور دوسرا سبب یہ تھا کہ وہ غمی مدین کو اپنانے کے خلاف تھے۔ (۱) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے اپنے بچا حکم بن عاص کو مدینہ آنے کی اجازت دی حالانکہ رسول اللہؐ نے ان کو طائف جلا وطن کر دیا تھا۔

حکم بن عاص قریش کے اکابر میں سے تھے، ایک بے ہودگی پر رسول اللہؐ نے اُن کو مدینہ میں رہنے کی ممانعت کر دی تھی اور طائف جلا وطن کر دیا تھا، فتح مکہ کے بعد مشہور کا یہ واقعہ ہے جب حکمؓ نے نئے مسلمان ہوئے تھے، اُس وقت نہ تو ان کو اسلام سے قلبی لگاؤ تھا اور نہ رسول اللہؐ کا جیسا چاہیے احترام کرتے تھے، بعد میں مخلص مسلمان ہو گئے تھے، کافی بڑا کنبہ تھا، اُن کا کچھ خاندان مکہ اور مدینہ میں تھا اور کچھ ان کے ساتھ طائف میں، دو تین جگہ خاندان بٹ جانے سے بہت سی دفتیں اور مسائل پیدا ہو گئے تھے، ان دفتوں کو دیکھ کر عثمان غنیؓ نے رسول اللہؐ سے درخواست کی کہ حکم کو مدینہ آنے کی اجازت دے دیں لیکن انہوں نے کہا: سرِ دست حکم کی وہی مناسب نہیں، کچھ عرصہ بعد عثمان غنیؓ نے پھر درخواست کی تو رسول اللہؐ نے وہی کی اجازت

دینے کا وعدہ کر لیا، ابھی یہ وعدہ پورا نہ ہوا تھا کہ رسول اللہ کا انتقال ہو گیا، ابو بکر صدیق خلیفہ ہوئے تو عثمان غنیؓ نے ان سے حکم کی واپسی کی سفارش کی اور رسول اللہ کے اس وعدہ کا ذکر کیا جو انہوں نے حکم کے بارے میں کیا تھا، ابو بکر صدیقؓ رسول اللہ کی طرف منسوب کسی صحابی کا قول اس وقت تک نہ مانتے جب تک دوسرا صحابی اس کی توثیق نہ کر دیتا اور عثمان غنیؓ چونکہ دوسرا شاہد فراہم نہ کر سکے اس لئے ان کی درخواست پوری نہ ہو سکی، عرفار ذوق خلیفہ ہوئے تو عثمان غنیؓ نے حکم کی واپسی کی ان سے اجازت مانگی، اور کہا کہ رسول اللہ نے مجھ سے اجازت دینے کا وعدہ کر لیا تھا، عرفار ذوقؓ بھی رسول اللہ کی طرف منسوب کوئی بات اسی وقت مانتے جب دوسرا صحابی اس کی گواہی دے دیتا اور چونکہ عثمان غنیؓ کو دوسرا گواہ پیش نہ کر سکے ان کی خواہش پوری نہ ہوئی، سب سے پہلے عثمان غنیؓ کے انتخاب کے وقت حکم کو مدین اور عزیزوں سے چھوٹے پندرہ سال ہو چکے تھے اور وہ تیز ان کے کنبہ کے لوگ بہت پریشان تھے، عثمان غنیؓ نے ان کو مدینہ آنے کی اجازت دے دی یہ ایک معمولی واقعہ تھا لیکن مخالفوں نے اس کو پروپیگنڈے کا موضوع بنالیا اور ایک بڑا جرم قرار دے کر اس کے جرمے کرنے لگے، عثمان غنیؓ کا یہ فعل کسی اعتبار سے ملامت کے قابل نہیں تھا، انہوں نے ایک ایسے خاندان کا دمکہ دور کیا تھا جو ستولہ سال سے بے خانماں اور پریشان حال تھا، رسول اللہ اگر جلا وطنی ختم کرنے کا وعدہ نہ بھی کر لیتے تب بھی عثمان غنیؓ کا یہ اقدام درست ہوتا کیونکہ وہ حاکم تھے اور حاکم کو خطا کا رد کو معاف کرنے کا اختیار ہے، اس کے علاوہ حکم کی بے ہودگی یا گتخی کوئی ایسا جرم بھی نہیں تھی کہ اس کے لئے ان کی عمر مدین اور عزیزوں سے محروم رکھا جاتا۔

(۷) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے حکم کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی قبر پر شامیانہ لگایا۔

حکم کا مستند میں یا اس کے لگ بھگ انتقال ہوا جس طرح رسول اللہ اپنے چچا عباسؓ اور عمرہؓ کا احترام کرتے تھے کچھ اسی طرح عثمان غنیؓ بھی اپنے چچا حکم کی عزت کرتے تھے عثمان غنیؓ کے والد کا بچپن میں انتقال ہو گیا تھا اور ان کے بعد حکم ہی عثمان غنیؓ اور ان کی بہن کے باپ تھے، حکم نے اپنی شفقت خاص، پیار اور خیال سے عثمان غنیؓ کے دل میں اور زیادہ گھر کر لیا تھا، اس متبادل رشتہ محبت کی وجہ سے عثمان غنیؓ بھی حکم اور ان کی ادوہ کا خاص خیال رکھتے تھے چنانچہ وہ حکم کے لڑکوں کو اپنے کاروبار میں لگائے رہتے تھے اور شادی بیاہ نیز دوسری تقریروں پر ان کو تحفے اور عطیے دیا کرتے تھے، عثمان غنیؓ کے حریف ان باتوں سے جلتے تھے اور مخالف پارٹیاں ان کی داد و دہن اور اتناقت خاص کو قہر و ذکر اور عا شے بڑھا کر مدینہ اور دوسرے صدر مقاموں میں پیش کیا کرتی تھیں، مقصد عثمان غنیؓ کے غلات اشتعال پیدا کرنا اور انقلاب کے لئے زمین ہموار کرنا تھا، وہ عثمان غنیؓ ہی سے نہیں، ان کے چچا زاد بہن بھائیوں سے بھی جلتے تھے اور حکم اور حکم کی اولاد کو طردار کے حقارت آمیز الفاظ سے یاد کیا کرتے تھے، ان کی خواہش تھی کہ حکم اور ان کا خاندان ہمیشہ کے لئے معتبوب اور مفضوب رہیں، انہوں نے اس معمولی سی بات تک کو پرومبٹنگ کا آلہ بنایا کہ عثمان غنیؓ نے حکم کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور ان کی قبر پر شامیانہ لگایا۔ رسول اللہؐ نے عبداللہ بن سلول جیسے منافق تک کی نماز جنازہ پڑھائی تھی حالانکہ وہ اکثر ان کی رائے سے اختلاف کرتا تھا اور وہ اور اس کے پیرو ہمیشہ عدم تعاون سے کام لیتے تھے، شامیانہ لگانے سے حکم کا کوئی اعزاز مقصود نہ تھا اور اگر ہوتا تب بھی اعزاز ہی کا موقع نہ تھا کیونکہ حکم ایک معزز قریبی تھے، شامیانہ ضرور چاک لگایا گیا تھا، موسم سخت گرم تھا اہل جنازہ اور نمازیوں کو دھوپ سے بچانے کے لئے شامیانہ ایک معقول تدبیر تھا اس لئے میں جب رسول اللہؐ کی پیکر نصب بنتے تھے ان کا انتقال ہوا تھا تو اس وقت بھی ان کی قبر پر دھوپ اور گرمی سے بچاؤ کے لئے شامیانہ نصب کیا گیا تھا اور شامیانہ خلیفہ وقت عمر فاروقؓ کے حکم

لگا تھا۔ وکان دفن ذنیب بنت جحش فی یوم صاٹعت فضوب عمر علی قبرها
 خطاطا۔ اس سے یہ بھی واضح ہو جائے کہ شامیانہ لگانا اگر کوئی بدعت تھا تو اس کے ترک
 عثمان غنیؓ نہیں عرفادوں تھے لیکن ان پر کوئی اعتراض نہیں ہوا اور نہ کسی کو اعتراض کی
 جرات ہو سکتی تھی۔

حکم کی پہلی تیزی کوئی ایسا جرم نہ تھا کہ عثمان غنیؓ اس کی وجہ سے غنی رشتہ فراموش
 کر دیتے یا حکم کا جو بجائے باپ کے تھے احترام کرنا چھوڑ دیتے یا اس تکلیف کا بجائے کسی سے
 جواب دیتے جس سے غریب الوطنی میں حکم دوچار تھے، قارئین کو شاید معلوم ہو کہ رسول اللہؐ
 کے چچا حمزہؓ نے ہجرت کے بعد شراب پی اور نشر کی حالت میں رسول اللہؐ کو دیکھ کر ان کے
 حق میں نالام باتیں کیں لیکن رسول اللہؐ نے نہ تو ان کو ڈانٹا، نہ جلاوطن کیا اور نہ ان
 کی عزت و حرمت میں مطلقاً کمی کی۔

(۸) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے گھوڑوں کی زکوٰۃ وصول کی حالانکہ رسول اللہؐ
 نے ایسا نہیں کیا تھا۔

رسول اللہؐ نے گھوڑوں کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ کر دیا تھا، یہ ایک رعایت تھی جو انہوں
 نے ضرورت دی تھی، گھوڑے بہت ہینگے تھے، متوسط درجہ کی ایک اس کی ہزار روپے
 میں آتی تھی، جہاد اور اشاعت اسلام کے لئے گھوڑے تھے ضروری لیکن ان کا خریدنا اور
 ان کی خوراک کا انتظام دشوار تھا، اس لئے رسول اللہؐ نے گھوڑا رکھنے کے بار کو ہلکا کرنے
 کے لئے گھوڑے پر زکوٰۃ معاف کر دی تھی، قانون و مالیات اسلام کے اولین مؤلف یعنی
 بن آدم قرشی مؤلف کتاب الخراج، قاضی ابو یوسف مؤلف کتاب الخراج، ابو عبید قاسم
 بن سلام مؤلف کتاب الاموال، امام شافعی مؤلف کتاب الام، امام مالک مؤلف الموطا
 میں سے کسی نے اس بات کی توثیق نہیں کی کہ عثمان غنیؓ نے گھوڑوں کی زکوٰۃ وصول کی،

سُرف میں گھوڑے رکھے جاتے تھے اور زَبَدہ میں زکوٰۃ کے اونٹ عمر فاروق کے زمانہ میں بڑے پیمانہ پر کئی ملکوں میں فوجی اقدامات ہو رہے تھے اور سپاہیوں کے لئے گھوڑوں کی اور بار برداری کے لئے اونٹوں کی اسد ضرورت تھی، اس لئے بڑی تعداد میں گھوڑے اور اونٹ فراہم کئے جاتے تھے اور ان پر اگا ہوں میں رکھے جاتے تھے، عام لوگوں کو یہاں چرانے کی ممانعت تھی، اس پر عمر فاروقؓ سے احتجاج بھی کیا گیا لیکن انہوں نے سرکاری ضرورت کا عذر پیش کر کے معترضین کی زبان بند کر دی عثمانؓ بھی عہد میں یہی چراگا ہی تھیں، انہوں نے کسی نئی چراگاہ کا اضافہ نہیں کیا۔

مخالفوں نے مذکورہ بالا اعتراض ایک دوسرے انداز سے بھی پیش کیا ہے، قاضی داددی کی زبانی سنئے: عثمانؓ نے زَبَدہ، سُرف، دِجِج سُرف، اور بقیع (دِجِج بقیع) کو مٹی بنالیا تھا، ان چراگا ہوں میں نہ تو ان کا کوئی جانور چراتا نہ بنو امیہ کا لیکن اپنی مطلق کے آخری زمانہ میں انہوں نے سُرف، سُرف، کو اپنے اونٹوں کے لئے جن کی تعداد ایک ہزار تھی اور ملک کے اونٹوں کے لئے محفوظ کر لیا، زَبَدہ میں وہ زکوٰۃ کے سرکاری اونٹ رکھتے اور بقیع (بقیع) میں سرکاری گھوڑوں کے ساتھ وہ اپنے اور بنو امیہ کے گھوڑے بھی چراتے تھے۔

طبقات ابن سعد کی ایک رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ چراگا ہی چاہے ہوا کے لئے بند ہوں غیر موسمی اکابر قریش کے لئے کھلی ہوئی تھیں، عبدالرحمن بن عوف کا ساتھ میں انتقال ہوا، ان کے پاس ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں اور سو گھوڑے تھے، یہ جانور کہاں چرتے تھے؟ بقیع میں: توث ابن عوف ألع بعیر و غلات آلات شاة بالبقیع و مائتہ فرس ترعی بالبقیع۔ اس رپورٹ سے یہ دوسرا اعتراض بھی دور ہو جاتا ہے کہ سرکاری گھوڑوں کے علاوہ بقیع صرف عثمانؓ بھی اور بنو امیہ کے جانوروں

کے لئے مخصوص تھا۔

یہ توہم اوپر بدل چکے ہیں کہ پہلی چراگاہ یقین خود رسول اللہ ﷺ نے محفوظ کی تھی پھر غزادوں نے بڑھتی ہوئی ضرورت کے ماتحت دوا در بڑی چراگا میں سرکاری جانوروں کے لئے محفوظ کر لیں، لہذا اس مذنگ عثمان غنی سے مواخذہ درست نہیں رہا آخری ایام خلافت میں ان کا سرت اور یقین کو حالہ اپنے جانوروں کے لئے محفوظ کرنا تو یہ بھی غلط بیانی ہے صحیح بات یہ ہے کہ سرکاری جانوروں کے ساتھ وہ اپنے جانور بھی ان چراگا ہوں میں رکھنے لگے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ سرت اور یقین میں سرکاری گھوڑے کم ہو گئے تھے پھلی جنگوں اور بالخصوص شمالی افریقہ کی لڑائی میں انہوں نے لگ بھگ دس ہزار گھوڑے باہر بھیجے تھے، ان کے آخری ایام میں لڑائیاں تقریباً ختم ہو چکی تھیں، فارس اور افریقہ دونوں پر عرب سلطہ مکمل ہو چکا تھا اور چونکہ حکومت کے سامنے عسکری تعداد کم نہیں تھے اس لئے گھوڑے فراہم کر کے انہیں سست کر دی گئی تھی اور چراگا ہوں میں غیر سرکاری جانوروں کے لئے گنجائش رکھ لی تھی۔

۱۰۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنی نے خلافت کے ساتویں سال اپنی کوٹھی

دوارا (لا مارہ) پر نماز کے لئے نماز تھانہ لگوائی اور بدعت کے مرتکب ہوئے۔

یہ اعتراض بھی محض اعتراض ہے، معترضین خوب جانتے تھے کہ اس میں کتنا وزن ہے لیکن چونکہ اس سے عثمان غنی کو بدنام کرنے، ان کو بدعتی منہوہ کرنے اور ان کے خلاف اشتعال پیدا کرنے میں مدد ملتی تھی اس لئے اس کا خوب چرچا کیا حتیٰ کہ ہمیشہ کے لئے تاریخ کے صفحات پر یہ اعتراض ثبت ہو گیا۔ لہذا عثمان غنی سے مراد تیسری اذان ہے، یہ اذان صرف نماز جمعہ کے لئے مخصوص تھی، رسول اللہ ﷺ اور شیخین کے زمانہ میں مدینہ کی آبادی نہ نو زیادہ تھی نہ کھیری ہوئی، دوسری نمازوں کی طرح

جمعہ کی نماز کے لئے بھی اقامت کے علاوہ ایک بار اذان ہوئی تھی اور یہ اس وقت جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے مسجد کے لئے نکلتے تھے، عثمان غنیؓ کے زمانہ میں شہر کی آبادی بہت بڑھ گئی تھی اور بہت سی حوٹلیاں مسجد سے دور کھلے میدانوں میں بن گئی ہیں۔ جمعہ کے ازدحام اور شور میں شہر کے کئی حصوں میں اذان کی آواز نہیں جاتی تھی اور بہت سے لوگ یا تو مسجد میں دیر سے پہنچتے یا نماز ہونے کے بعد، اس وقت کو دور کرنے کے لئے عثمان غنیؓ نے مؤذن کو ہدایت کر دی کہ نماز جمعہ سے پہلے زور امکی جعت لے سے اذان دے دیا کرے تاکہ دور و نزدیک کے مسلمانوں کو نماز کی قربت کا علم ہو جائے اور وہ بردقت مسجد میں پہنچ جائیں، مخالف پارٹیوں نے اس معینہ اقدام کو پروپیگنڈے کے لئے استعمال کیا اور اس کو بدعت کا نام دے کر اچھالنے لگے، عثمان غنیؓ کی نرمی اور صلح پسندی اس جرات کی ذمہ دار تھی، عمر فاروقؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیار کردہ مسجد میں احضانہ کیا تو کسی نے شور نہیں مچایا کہ یہ بدعت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں تین دروازے رکھے تھے، عمر فاروقؓ نے چھ کر دیئے تب بھی کسی نے ان کے اس فعل کو بدعت قرار نہیں دیا، عمر فاروقؓ نے وہ درخت کٹوا دیا جس کے سایہ میں بیعت الرضوانؓ لی گئی تھی کیونکہ لوگ اس کے نیچے نماز پڑھنا باعثِ ثواب سمجھنے لگے تھے، اس وقت بھی کسی کو اعتراض کرنے کی ہمت نہ ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چراگاہ محفوظ کی تھی، عمر فاروقؓ نے تین کرسیں تب بھی مخالف خاموش رہے، انہوں نے سلسلہ میں تراویح کی ہمیں رکتیں مسلمانوں پر لازم کر دیں مالاںکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا تھا، اب بھی کسی نے بدعت کا نفور نہیں لگایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدنی آیتوں کے بموجب مفتوحہ اراضی فوج میں بانٹ دی تھی لیکن عمر فاروقؓ نے بانٹنے سے انکار کر دیا اور اراضی مالکوں کے قبضے میں رہنے دی اور ان سے مالگذاری اور جزیہ وصول کیا، اس پر بھی مخالفوں کی زبان طعن بند رہی کیوں؟

اس لئے کہ عرفار بن روث سخت آدمی تھے، زبان اور ڈنڈے دونوں سے سزا دیتے تھے اور دوسری طرف ان کی روکھی زندگی حسد اور جہلن کی آگ دہائے ہوئے تھی۔

۱۱- ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے کئی ممتاز صحابہ کو معزول کیا، سعد بن ابی وقاص کو کوفہ سے، عمرو بن عاص کو مصر سے اور ابو موسیٰ اشعری کو بصرہ سے اور ان کی جگہ اپنے نو مسلم اور نو عمر رشتہ داروں کو گورنر مقرر کیا۔

آئیے اس اعتراض کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہاں تک اس میں صداقت ہے۔
 سندھ میں خلیفہ ہو کر عثمان غنیؓ نے صحابیؓ مغیرہ بن شعبہؓ کو رثوت کی شکایت پر کوفہ کی گورنری سے الگ کر دیا تھا اور ان کی جگہ سعد بن ابی وقاصؓ کو مقرر کیا تھا جس کے لئے عرفار بن روثؓ نے مرتے وقت سفارش کی تھی، خزانہ کوفہ کے انچارج صحابیؓ عبداللہ بن مسعود تھے، سعد نے خزانہ سے کچھ رقم قرض لی اور ایک وقت مقررہ پر اس کو لوٹانے کا وعدہ کر لیا، جب مقررہ وقت آیا تو عبداللہ بن مسعودؓ نے رقم مانگی لیکن سعد بن ابی وقاصؓ نے کہا کہ مجھے اور مہلت دیجئے، میں اس وقت ادا کرنے سے قاصر ہوں، ابن مسعود بگڑ گئے اور دونوں میں سخت کلامی ہوئی، عبداللہ بن مسعودؓ کے حامیوں نے ان کا پارٹ لیا اور سعد بن ابی وقاصؓ کے حامیوں نے ان کی وکالت کی، چند دن بعد ابن مسعودؓ نے پھر سعد سے روپے کی واپسی کا تقاضہ کیا تو سعد نے برہم ہو کر کہا: ”تم نقصان اٹھائے بغیر نہیں مانو گے، تم سمجھتے کیا ہو خود کو، واضح رہے کہ تمہاری حقیقت ہڈیل کے ایک غلام سے زیادہ نہیں ہے۔“ دونوں میں پھر جھجھک ہوئی، عثمان غنیؓ کو ان باتوں کا علم ہوا تو وہ دونوں پر ناراض ہوئے اور سعد بن ابی وقاصؓ کو معزول کر دیا لیکن عبداللہ بن مسعودؓ بحال رہے۔

عمرو بن عاصؓ نے بنی کاظم بنی امیہ سے تھا، اس لئے ہمیں جب عرفار بن روث خلیفہ تھے، مصر فتح کیا تھا چونکہ انہوں نے پہلے کی نسبت مال گذاری بہت کم وصول کی، اس لئے

عمر فاروق کو ان کی دیانت پر شک ہوا اور انہوں نے سلسلہ میں ایک ممتاز اموی بولاند بن سعد بن ابی سرح کو جو عثمان غنیؓ کے رضاعی بھائی بھی تھے، مالیات مصر کا وزیر مقرر کر دیا اور عمرو بن عامر کی گورنری سیاسی و عسکری معاملات تک محدود کر دی، قدرتی طور پر عمرو کو مالیات کا الگ ہونا نشان گذار، کچھ عرصہ بعد عمر فاروق کا انتقال ہوا تو عمرو نے عثمان غنیؓ سے کہا کہ مالیات کا چارج مجھے دیجئے ورنہ میں استعفیٰ ہوتا ہوں یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کا دودھ دو ہے کوئی دوسرا اور سینگ پکڑوں میں! چونکہ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرحؓ کا ریکارڈ اچھا تھا اور وہ زیادہ لگان وصول کر رہے تھے عثمان غنیؓ نے مالیات کا چارج دینے سے انکار کر دیا، عمرو بن عامر احتجاجاً استعفیٰ ہو گئے۔

ابوموسیٰ اشعریؓ سے بعرو کے گورنر تھے، عثمان غنیؓ نے محرم سلسلہ میں خلیفہ بنے تو انہوں نے ابوموسیٰ کو بحال رکھا اور وہ مزید چار ہفتے سال اپنے عہدہ پر فائز رہے، سلسلہ میں اکابر بعرو کا ایک وفد مدینہ آیا اور شکایت کی کہ ابوموسیٰ بوڑھے اور کمزور ہو گئے ہیں، کنبہ پرور اور قبیلہ نواز بھی واقع ہوئے ہیں، ہم ان کی طویل حکومت سے اکتائے ہیں، براہ کرم کسی جوان کو ہمارا گورنر بنائیے! شکایت کی تفصیل طبری میں موجود ہے اور ہم نے خط رقم ۲۱ میں اس کے اہم محتویات بیان کر دیئے ہیں اس لئے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں معلوم ہوئی، عثمان غنیؓ نے وفد کی خواہش پوری کی اور ابوموسیٰ اشعریؓ کو برطرف کر دیا، ان کا یہ فعل عمر فاروق کے عمل کے عین مطابق تھا، آپ کو شاید یاد ہوگا کہ سلسلہ میں اکابر کو نہ کی شکایت پر پہلے انہوں نے سعد بن ابی وقاصؓ اور پھر سلسلہ میں حکام بن یا سر کو گورنری سے سنبھال کر دیا تھا۔

ان بیانات سے آپ نے دیکھا کہ حقائق کیا تھے اور مخالفوں نے ان کو کس رنگ میں پیش کیا، اعتراض سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عثمان غنیؓ نے بلاوجہ تینوں صحابی گورنروں کو برطرف کیا تاکہ اپنے رشتہ داروں کے لئے جگہ نکالیں حالانکہ سعدؓ کو الگ اس لئے کیا

کران کا طرز عمل نامناسب تھا اور نگران خزانہ کے ساتھ ان کے بار بار کے جھگڑے سے
کوڈ کی فضا خراب ہو رہی تھی، عمرو بن عاص نے خود ناراض ہو کر استعفا دیا اور ابو موسیٰ
کی برطرفی کی تحریک اکابر بصرہ نے کی تھی۔

اعتراف کا دوسرا حصہ کہ عثمان غنیؓ نے رشتہ داروں کو گورنریاں بھیجی ہے لیکن
مخالفتوں کا یہ کہنا کہ ایسا کرنے میں بعض کنبہ پروری کا جذبہ کار فرما تھا صحیح نہیں، ولید بن عقبہ
بن کوسعد بنکے بعد کوڈ کا گورنر بنایا گیا عثمان غنیؓ کے سوتیلے بھائی تھے لیکن ساتھ ہی وہ
تجربہ کار، معاملہ فہم اور بیدار ذہن بھی تھے، ان کی یہ صفات دیکھ کر رسول اللہؐ نے سرفہ
میں ان کو بعض عرب قبیلوں میں کلکٹر ذکوۃ مقرر کیا تھا، انہوں نے امانت و دیانت سے
کام لیا، اس لئے ابو بکر صدیقؓ نے بھی ان کو سرکاری عہدوں پر فائز رکھا، ان کے بعد
عمرو فاروقؓ نے ولید کو میسوپوٹامیہ کے عرب قبیلوں میں ذکوۃ کلکٹر اور پولیٹیکل ایجنٹ بنا کر
بھیجا، شہ یاسدؓ میں سعد بن ابی وقاص کو امارت کوڈ سے الگ کیا گیا تو ولید بیکار
نہ تھے بلکہ اپنے عہدہ کے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دے رہے تھے، چونکہ انتظامی
مسلکات کا ولید کو بڑا تجربہ تھا اور چونکہ کوڈ میں عثمان غنیؓ کے خلاف تحریک چلی ہوئی تھی
اور وہ چاہتے تھے کہ گورنر لائن ہی نہیں، مخلص اور مستعد بھی ہو، اس لئے انہوں نے ولید کو
کوڈ کا گورنر مقرر کیا، ولید کے بارے میں کوڈ اسکول تاریخ کے شیخ سیف بن عمر کی رائے
ملاحظہ ہو: قدیم الکوفۃ مسند کان احب الناس وأدفعهم فکان بذا لک خمس
ستین ولبس علی بابہ دارئہ ولید نے سرفہ میں حکومت کوڈ کا چارج لیا، بڑے
ہریان اور مقبول تھے، مکان پر کوئی گیت نہ تھا، ہر شخص کو ملنے کی آزادی تھی، اسپین
کے محدث ابن عبد البرؒ کا من رجال قریش طر فاف وحلما و شجاعۃ و أدبا و کان
من الشفاء المطبوعین بک اعتبار ذہانت، سلیقہ، علم، بہادری اور شائستگی قریش کے اکابر
لہ وفات گلبگ شہ میں ہوئی۔ بح تاریخ ۱۵۱/۵ - ۵۶۱ - ۵۷۱ - ۵۸۱ - ۵۹۱ - ۶۰۱

میں تھے، اس پر سترادشمر کی خدا داد صلاحیت تھی۔

ولید بن عقبہؓ سے سترہ تک سرکاری عہدوں پر رہے، سول اور ملٹری دونوں
لیکن نہ تو رسول اللہؐ کے عہد میں ان پر کوئی الزام لگا، نہ ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں اور
نہ عمر فاروقؓ کی احتسابی نظر ان میں کوئی غامی پاسکی، یہ جس کس برس کی بے داغ خدمت
اس بات کی شاید ہو کہ ولید لائق، فرض شناس اور صالح آدمی تھے، عثمان غنیؓ کے دور خلافت
میں ان پر جو الزام گئے وہ ان کی نااہلی یا بدکرداری کی وجہ سے نہیں بلکہ بعض اس وجہ سے
کہ مدینہ اور فسطاط کی طرح کوئی مخالفت پارٹیوں کا مرکز نہ تھا جو عثمان غنیؓ اور ان کی حکومت
کو مطعون کر کے انقلاب برپا کرنا چاہتی تھیں۔

مصر میں عمرو بن عاصؓ کے الگ ہونے پر عثمان غنیؓ نے مصر کے وزیر ایات عبداللہ
بن سعد بن ابی سرح کو مصر کی گورنری سونپ دی، یہ عبداللہ عثمان غنیؓ کے رشتائی بھائی
تھے، پڑھے لکھے تیز اور باشعور آدمی تھے، اسی لئے سترہ میں عمر فاروقؓ نے ان کو مایات
مصر کا عہدہ تفویض کیا تھا اور اتفاقات نے بھی عبداللہ بن سعد کی یات اور خوش تدبیری پر
مہر تصدیق ثبت کر دی، چند ماہ کے اندر اندر انھوں نے مصری مالگذاڑی کی مقدار اس
سے کافی بڑھادی حتیٰ عمرو بن عاصؓ نے وصول کی تھی، سال چھ ماہ بعد عمر فاروقؓ کا
انتقال ہونے پر عثمان غنیؓ نے خلافت کا چارج لیا تو عبداللہ بن سعد اپنے عہدہ پر
موجود تھے اور اچھا کام کر رہے تھے، عمرو بن عاصؓ نے عثمان غنیؓ سے درخواست کی کہ
مایات کا شبہ مجھے دے دیجئے تو انہوں نے کہا: تمہارے انتظام میں مالگذاڑی کم
تھی، عبداللہ زیادہ وصول کر رہے ہیں، ان کے خلاف کوئی شکایت بھی نہیں، اس لئے
ان کو کیوں الگ کیا جائے، عمرو بگڑ گئے اور احتجاجاً استعفا دے دیا، عثمان غنیؓ نے
مناسب سمجھا کہ مصر کی گورنری عبداللہ بن سعد کو سونپ دیں کیونکہ وہ مصر کے حالات و
مساطات سے اچھی طرح متعارف ہو چکے تھے، عبداللہ نے گورنری کو گوارا ہائے نمایاں

انجام دیئے، مالیات کی اصلاح کے ساتھ انہوں نے یبسا، تونس اور الجزائر تک اسلامی
 قزاقوں کا دائرہ وسیع کر دیا۔ کتاب التولاء والعصاة کا مؤلف کندی ان کے ہمارے ہیں
 لکھا ہے:

دمکت عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح أمیراً علی مصر ولایہ
 عثمان کلہا محموداً فی ولایہم وغیراً ثلاث غزوات کلہا لہما
 شأن و ذکر، فغزایا فزیقۃ فبلغ سہم الفارس ثلاثۃ آلاف دینار
 ثم غزوا غزوة الأساورة سلسلۃ ثم غزوا الصواری سلسلۃ...

یہ عبدالبن سعد ہی تھے جنہوں نے ایک بڑے بارنطینی بیڑے کو جس کا مقصد شام
 اور مصر کو عربوں سے واگزار کرنا تھا شکست فاش دی اور شرقی وسطی بحر متوسط پر
 عربی تسلط قائم کیا لیکن چونکہ اتفاق سے وہ عثمان غنیؓ کے رشتہ دار تھے اور نسطاطیخ
 پارٹیوں کا املا، اس لئے ان کی ساری خدمات نیا دنیا کر دی گئیں اور یہ شہور کیا گیا کہ
 وہ نااہل اور ستم کش ہیں جن کو عثمان غنیؓ نے قرابت کی وجہ سے مسلمانوں پر مسلط
 کر دیا ہے۔

ابوموسیٰ اشعری کی برطرفی کے بعد عثمان غنیؓ نے اپنے ماموں زاد بھائی عبداللہ
 بن عامر بن گزیز کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا، شاکی و فحش خواہش مٹی کے کوئی جو ان باہمت
 اور ہمدرد آدمی ان کا گورنر ہو، یہ صفات عبداللہ میں موجود تھے، ان کی عمر پچیس
 سال کی تھی اور ابھرنے اور کارہائے نمایاں انجام دینے کے شوق سے دل سمور تھا
 ان کا شمار قریش کے بڑے خطیبوں اور ابجا میں ہوتا ہے، یہ پہلے گورنر تھے
 جن کا انتخاب عثمان غنیؓ نے اپنے اہل میں سے خود کیا تھا، جہاں تک میں معلوم ہے عبداللہ
 کو پہلے کوئی سرکاری عہدہ نہیں ملا تھا، وہ تجارت اور کاروبار میں لگے ہوئے تھے، انوعری

زبان اور محاورہ کی نگرانی سعید بن عاص کے سپرد کی تھی، عمر فاروق کے عہد میں کئی برس گورنر شام امیر معاویہ کی صحبت میں رہ کر آئین جہاں بانی کی تربیت حاصل کی تھی، ان کی شرافت، لیاقت اور سخاوت دیکھ کر عثمان غنیؓ نے اپنی زندگی ام عمرو کا ان سے عقد کر دیا اور ۳۵ھ میں ولید بن عقبہ لنگ کئے گئے تو ان کی جگہ سعید کو کوہ کا گورنر مقرر کیا گیا، گورنر ہو کر انہوں نے کئی اہم فتوحات حاصل کیں اور دور رس مالی اصلاحات نافذ کئے لیکن مخالف پارٹیوں نے ان کو جبینہ لینے دیا اور الزامات و اتہامات کا نشانہ بنا کر تین چار سال بعد بد دوستی ان کو کوہ سے نکال دیا، باصلاحیت آدمی تو تھے، ہی چند سال بعد جب امیر معاویہ علیحدہ ہوئے تو ان کی بھر مانگ ہوئی اور عرصہ تک گورنری کے عہدہ پر فائز رہے۔

یہ صحیح ہے کہ یہ تینوں رشتہ دار جن کا اوپر ذکر ہوا نو مسلم اور نسبتہ کم عمر تھے لیکن یہ کوئی ایسی بات نہ تھی جس پر اعتراض کیا جانا کیونکہ خود رسول اللہؐ و عمرؓ اور نو مسلموں کو عہدے دیا کرتے تھے اور ان کو پرانے صحابہ کالیڈر، کمانڈر اور امام بناتے تھے، یہی حال ابو بکر صدیقؓ اور ان کے جانشین عمر فاروقؓ کا بھی تھا، یہاں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:-

(۱) رسول اللہؐ نے ۶ھ میں فتح مکہ کے بعد ایک اموی جوان عتاب بن اسید (روزی حمید) کو جن کی عمر بائیس سال سے زیادہ نہ تھی، مکہ کا گورنر مقرر کیا۔

(۲) رسول اللہؐ نے خالد بن ولید کو جو ۱۰ھ میں مسلمان ہوئے تھے فوجوں کی تباہ و عطا کی اور سینئر صحابہ کالیڈر اور امام بنایا۔

(۳) رسول اللہؐ نے اموی جوان عمر دین حاص کو جو نو مسلم تھے ایک نوجوان کا کمانڈر مقرر کیا اور سن رسیدہ نیز پرانے صحابہ پر ان کو قائد اور امام مقرر کیا۔

(۴) رسول اللہؐ نے اپنے مولیٰ اسامہ بن زید کو جن کی عمر اٹھارہ انیس سال سے زیادہ نہ تھی شرق اُردن کی ہم کمانڈر انجینٹ مقرر کیا اور صف اول کے صحابہ جیسے

ابوبکر صدیق، عمر فاروق، طلحہ، اور زبیرؓ کو ان کی قیادت میں لڑنے کا حکم دیا۔

(۱) ابوبکر صدیق نے خالد بن ولید کی کمان میں باغیوں کے خلاف ایک فوج بھیجی جس میں بہت سے بدری اور اُحدی صحابی موجود تھے اور خالد ان سب کے لیڈر و امام تھے۔

(۲) ابوبکر صدیق نے ابوجہل کے نو مسلم اور نسبت کم عمر لڑکے عکرمہ کی قیادت میں باغیوں کی سرکوبی کو ایک فوج بھیجی، اس میں بھی بہت سے صحابی موجود تھے۔

(۳) ابوبکر صدیق نے نو مسلم اموی جوان یزید بن ابی سفیان کو بدری اور اُحدی صحابہ کا کمانڈر بنا کر شام کے مورچہ پر بھیجا۔

(۴) ابوبکر صدیق نے خادم رسول اللہؐ انس بن مالک کو بحرین میں زکوٰۃ کلکٹر مقرر کیا حالانکہ ان کی عمر کيس سال سے زیادہ نہ تھی۔

(۵) عمر فاروقؓ نے نو مسلم اموی جوان معاویہ بن ابی سفیان کو شام کی افواج کا سپہ سالار مقرر کیا جس میں سینئر صحابہ کی کافی بڑی تعداد تھی۔

(۶) عمر فاروقؓ نے چونتیس سالہ سعد بن ابی وقاص کو ایک بڑی فوج کا کمانڈر مقرر بنایا جس میں بہت سے سن رسیدہ اور ممتاز بدری نیز اُحدی صحابہ موجود تھے۔

(۷) عمر فاروقؓ نے ابوسفیان کے دوسرے نو مسلم اور نو عمر لڑکے عقبہ کو قبائل کنانہ میں زکوٰۃ کلکٹر مقرر کیا تھا۔

رسول اللہؐ اور شیخین عہدہ دہیتے وقت کسی شخص کی عمر اور قدامت اسلام کا امتیاز خیال نہیں کرتے تھے جتنا اس کی استعداد، صلاحیت اور سمجھ بوجھ کا۔

اس بحث کو ہم یہ بنا کر ختم کرتے ہیں کہ عثمان غنیؓ نے اپنے بعض رشتہ داروں کو کیوں عہدے دینے اور اس سلسلہ میں ان کی دلیل کیا تھی، ان کی پہلی دلیل یہ تھی کہ وہ

لافی کار گزار اور مستعد ہیں، ان کی دوسری دلیل یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رشتہ داروں کو عہدے دیئے تھے، مثلاً انہوں نے اپنے داماد اور چچا زاد بھائی علی بن ابی طالب کو سرفہ میں بن کامنوی اخماس اور قاضی بنا کر بھیجا تھا اور اسی سال اپنے خسر ابوسفیان بن حرب کو بخران اور ابوسفیان کے لڑکے یزید کو تیار کا والی مقرر کیا تھا، پھر اہل سلسلہ میں اپنے سالے نہاج بن ابی امیہ کو صفار کی گورنری تفویض کی تھی، یہاں یہ جادیتاجی مادہ سے خالی نہ ہو گا کہ عمر فاروق نے اپنے بہنوئی صحابی قدامتہ بن مظعون کو بحرین کی گورنری عطا کی تھی بلکہ عثمان غنی کی نسبی دلیل یہ تھی کہ چونکہ مدینہ کو فہ اور شطاط میں میرے مخالف پارٹیاں بن گئی ہیں جو نول دفعہ دونوں سے میری کاٹ کرتی ہیں اور مجھے نقصان پہنچانے کے درپے ہیں اور چونکہ میں بڑے صحابہ کے تعاون سے محروم ہو گیا ہوں میرے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ان مخالف پارٹیوں کے باہر سے اہم ترین عہدوں کے لئے ایسے افراد کا انتخاب کروں جن کی وفاداری پر میری حق ہو اور جن پر میں اعتماد کر سکوں چنانچہ ان عہدوں کے لئے اپنے اقارب میں سے مجھے جو اہل نظر آیا اس کا میں نے انتخاب کر لیا۔

علی بن ابی طالب عثمان غنی کے سخت ترین ناقذوں میں تھے، عثمان غنی کا اپنے بعض رشتہ داروں کو گورنری دینا خاص طور پر ان کو ناگوار تھا اور اس کا بہت چرچا کرتے تھے لیکن شاید قارئین یہ سن کر حیران ہوں کہ جب وہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اہم ترین سببوں پر اپنے اقارب ہی کو گورنر مقرر کیا، مگر یزید بن عباس کو، مین پر عبید اللہ بن عباس کو اور بصرہ پر عبید اللہ بن عباس کو۔

(۱۲) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنی نے اپنے داماد مروان کو حمص افریقہ عطا کیا حالانکہ وہ مسلمانوں کا حق تھا۔

رہا یہ سوال کہ عثمان غنیؓ نے سو ہو بہ رقم اپنے پاس سے خزانہ میں داخل کیا یا نہیں
 تو ہم اس کا کوئی تحقیقی جواب نہیں دے سکتے البتہ اس بات کا غالب قریہ ہے کہ انہوں
 رقم ادا کر دی ہو گی کیونکہ اول تو مدینہ اور مدینہ کے باہر کے حکومت دشمن ماحول کا تقاضا
 کہ عثمان غنیؓ احتیاط سے کام لیتے اور اپنے مخالفوں اور نکتہ جیڑوں کو ہر دیکھنے سے باز
 اور اشتعال انگیزی کا موقع نہ دیتے دوسرے وہ اتنے دولت مند اور فراخ دست تھے
 کہ ان کے لئے دس بیس ہزار روپے او اگر نامطلق دشوار نہ تھا، بوقت وفات ان کی
 دولت کا اندازہ علیٰ اقل التقدير بارہ لاکھ پچاس ہزار روپے اور علیٰ اکثر التقدير ایک کروڑ
 ساٹھ لاکھ روپے کیا گیا ہے، اس کے علاوہ ان کے پاس ہزار اونٹ تھے، دس لاکھ کی
 جائیداد جو انہوں نے عزیز واقارب میں بانٹ دی تھی، دس ہزار روپے سے مسجد نبوی کی
 تعمیر کرائی اور صرف کثیر سے دارالامارہ بنوایا، اس لئے یہ بات بخوبی سمجھ میں آتی ہے
 کہ انہوں نے سو ہو بہ رقم ضرور ادا کر دی ہو گی اور اگر مان لیا جائے کہ انہوں نے
 رقم ادا نہیں کی تب بھی ان کے اس فعل کو بدعت قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ اس نوع کی
 نظیر رسول اللہؐ اور شیخین کے عہد میں موجود تھیں، ہم یہاں صرف دو کا ذکر کرتے
 ہیں :- ابو بکر صدیقؓ نے نو عمر انس بن مالک کو بحرین کا زکوٰۃ کلکٹر مقرر کر کے بھیجا تھا، وہ
 جب زکوٰۃ لے کر لوٹے تو ابو بکر صدیقؓ کا انتقال ہو چکا تھا اور عمر فاروقؓ خلیفہ تھے، وہ
 پہلے سے انس کے قدر داں تھے اور جب ابو بکر صدیقؓ نے ان کو بحرین بھیجنے کا ارادہ
 ظاہر کیا تو عمر فاروقؓ نے اس کی نائیدان الفاظ میں کی تھی: **يَا بَعَثْهُ فَإِنَّهُ لَيُبِيبُ** کا نائب
 انسؓ نے زکوٰۃ پیش کی جو اونٹوں اور دو ہزار روپے (چار ہزار درہم) پر مشتمل تھی، عمر
 فاروقؓ نے اونٹ لے لئے اور روپے انسؓ کو ہبہ کر دیے۔

اسلام سے پہلے ابو بکر صدیقؓ کے بڑے صاحبزادے عبدالرحمن سلسلہ تجارت

شام گئے تو دمشق کے فتانی رئیس مجودی کی حسین لڑکی ایللی کی جھلک دیکھ کر اس کی محبت میں گرفتار ہو گئے، شام سے لوٹے تو نیم بس تھے، ان کے دل کی بے کلی سجد بڑھ گئی اور شعر بن کر زبان پر آئے گی، ان کی حالت دیکھ کر عزیز واقارب کو ترس آتا لیکن ملی کا حصول کس کے بس کی بات تھا، عرفا و رفقاء کے اولین ایام خلافت میں دمشق فتح ہوا اور مجودی کی لڑکی ایللی قیدی بن کر غص میں آئی تو عرفا و رفقاء نے اس کو عبدالرحمن کے حوالہ کر دیا بلکہ آخر میں ہم غص افزہ کی بحث کو ایک مشہور مسترلی ابو علی جیبانی کی رائے پر ختم کرتے ہیں: ان مادوی من دفعہ خسار فی حقہ لما فتحتمہالی مروان فلیس بحفوظ ولا منقول علی وجہ یحب قبولہ و انما یرویہ من یقصدا التشیع۔

(۱۳) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے اپنے ان تین دامادوں کو خزانہ سے بجاس ہزار روپے کا عطیہ دیا۔

(۱) مروان بن حکم شوہر ام ابان بنت عثمان غنیؓ

(۲) مروان کے بھائی حارث بن حکم شوہر عائشہ بنت عثمان غنیؓ

(۳) سید بن عامر گورنر کوذا (Kut) شہر ام عرونت عثمانؓ

فہم مکہ حسین دیا ریکری اس اعتراض کو الزام قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عثمان غنیؓ نے یہ رقم اپنے پاس سے لڑکیوں کے جہیز پر صرف کی تھی، وہ اتنے مالدار اور مردِ عالم تھے کہ ان کو سرکاری روپیہ لینے کی ضرورت نہ تھی۔

مسترلی عالم ابو علی جیبانی نے بھی اس اعتراض کو غلط قرار دیا ہے یہ جو کہا جاتا ہے کہ عثمان غنیؓ نے اپنے تینوں انہوی دامادوں کو پانچ پانچ لاکھ روپے (ایک ایک لاکھ تیا) عطا کئے تو یہ ان کا ذاتی دو پیہ تھا اور یہ روایت صحیح نہیں کہ انہوں نے دو پیہ خزانہ سے دیا اور اگر صحیح بھی ہو تو یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ عثمان غنیؓ نے مزعومہ رقم واپس نہیں کی،

حاکم کے لئے وقت ضرورت ایسا کرنا جائز ہے کہ خزانہ سے وہ پیسے لے لے اور بعد میں لوٹائے جس طرح اس کو اس بات کا حق ہے کہ خزانہ سے دوسرے کو قرض دے دے۔
 (۱۴۱) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے حارث بن حکم کو بازارِ مدینہ سے عیشیہ وصول کرنے کی اجازت دی یعنی حارث کو جو ان کے چچا زاد بھائی اور داماد تھے اس بات کا اختیار دیا کہ جتنا سامان تجارت شہر میں آئے اس سے دسواں حصہ بطور ٹیکس وصول کر کے اپنی جیب میں رکھا کریں باغِ باغ دیگر بازار سے ٹیکس وصول کرنے کا اجازت دے دیا، قاضی دیار بکری اس اعتراض کی تردید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

إِذَا جَعَلَ (عثمان) إِلَيْهِ (الحارث) سَوَقَ الْمَدِينَةِ لِيُرِيَ أَمْرًا مَّا تَقِلُّ
 وَالْمَوَازِينَ فَتَسْلُطُ رُومِيْنَ أَوْ تَخْشَعُ عَلَى بَاعَةِ النَّوْىِ وَاشْتَرَاهُ لِنَفْسِهِ
 فَلَمَّا رَفَعَ ذَلِكَ إِلَى عُمَانَ أَتَاكَ عَلَيْهِ وَعَزَلَهُ.

صحیح بات یہ ہے کہ عثمان غنیؓ نے حارث کو بازار کا محتب بنایا تھا، ان کی ڈپوٹی یہ تھی کہ بازار کے باٹوں، بیانیوں اور سکو کی ٹکرائی کریں (ادواتِ جہانہ بدعنوانیاں نہ ہونے دیں) دو یا تین دن انہوں نے صرافوں کو مجبور کیا کہ سونا صرف ان کے ہاتھ بھیجیں اس کی شکایت عثمان غنیؓ سے کی گئی تو انہوں نے حارث کو معذکارا اور محتب کے منصب سے معزول کر دیا، مخالفوں نے پردہ پگینڈے کی مشین میں ڈال کر واقعہ کی شکل دہشت بالکل بدل ڈالی۔

(۱۵۰) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے سرکاری روپے سے متولی خزانہ زید بن ثابت کو پچاس ہزار روپے کا عطیہ دیا۔

حقیقت کیا تھی اور مخالفوں نے مسج کر کے اس کو کس صورت میں پیش کیا یہ معلوم کرنے کے لئے قاضی مکہ حسین دیار بکری کی تحقیق ملاحظہ ہو:-

شرح تہذیب الہدایۃ ۱/۲۳۳ - تاریخ الخلفاء ۲/۲۶۸ - ۵۳۵ - انساب ۱۱/۳۶۵ -

”الصحيح أنه أمر بتفريق المال على أصحابه ففضل في بيت المال
 ألف درهم فأمر بأنفاقها فيما يراه يصلح للمسلمين فأنفقها يزيد
 على عمارۃ مسجد النبي صلى الله عليه وسلم بعد ما زاد عثمان
 في المسجد زيادة كثيرة من بات یہ ہے کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت کو ہدایت کی
 کہ اپنی اسفروں کو زبرد کے لئے ہونے والے روپے کو مستحقین میں تقسیم کر دیں، تقسیم
 کے بعد پانچ سو روپے بچ گئے تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے زید کو حکم دیا کہ ان کو مصالح عامہ کے کسی کام
 پر خرچ کر دیں، زید نے یہ رقم مسجد نبوی کی نوک ہلک درست کرنے پر صرف کر دی جس
 کی مال ہی میں توسیع و تجدید ہوئی تھی۔“

۶۶ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنی نے اپنے چوتھے داماد عبداللہ بن خالد بن اسید
 (بروزن حمید) کو سرکاری روپے سے ڈیڑھ لاکھ روپے کا عطیہ دیا۔
 عبداللہ کو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی روکی منسوب تھیں، قاضی مکہ دیار بکری کہتے ہیں کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ
 یہ رقم خزانہ سے قرض لے کر دی تھی اور بعد میں ادا کر دی تھی۔

وَأَمَّا مَا ذَكَرَهُ مِنْ صَلَٰةِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خَالِدٍ بْنِ أَسِيدٍ بِثَلَاثَةِ
 أَلْفٍ دَرَاهِمٍ فَإِنَّ أَهْلَ مَعُونَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا حَاصِرُوا فَأَجَابَهُمْ بِأَنَّهُ
 اسْتَقْرَضَ مِنْ ذَلِكَ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ وَكَانَ يُحْتَسَبُ لِبَيْتِ الْمَالِ ذَلِكَ
 مِنْ مَالِ نَفْسِهِ حَتَّى وَفَاةً؛

اس موضوع پر دوسری رپورٹ یہ ہے کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مروان کو ساڑھے سات ہزار
 روپے اور عبداللہ بن خالد بن اسید کو پچیس ہزار روپے خزانہ سے دلوائے تھے اس پر
 بڑے صحابہ (صحابہ شوری) نے اعتراض کیا تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ دونوں رقمیں خزانہ میں جمع
 کر دیں تھیں

۱۷۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے بہت سی جاگیریں دیں۔

یہ اعتراض بے معنی اور محض پردہ پیگندے بازی پر مبنی ہے کیونکہ رسول اللہؐ، ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ نے سب نے جاگیریں دی تھیں اور رسول اللہؐ نے سب سے زیادہ، یہاں ہم صرف چند کے ذکر پر اکتفا کریں گے، حجاز و نجد سے نکلے ہوئے یہودیوں کی کئی بستیاں خالصہ ہو گئی تھیں یعنی بغیر جنگ کے حاصل ہوئی تھیں اور اس لئے کلینہ رسول اللہؐ کے ملک میں آگئی تھیں، ان بستیوں سے رسول اللہؐ ہزار ہا افراد اور اپنے عزیز و اقارب کو جاگیریں دیا کرتے تھے، مثلاً یہ چار جاگیریں انہوں نے اپنے داماد علیؓ و حمزہؓ کو عطا کی تھیں :-

فقیر بن، بکر بن اور شمرؓ اپنے خسر ابوبکر صدیقؓ کو بنو نضیر اور خیبر کی مدنی سے ایک ایک جاگیر اور دوسرے خسر عمر فاروقؓ کو مدینہ کے باہر اور خیبر میں ایک ایک جاگیر دی تھی، دو جاگیریں زبیر بن عوامؓ کو عطا کی تھیں اور ایک عبدالرحمن بن عوفؓ کو پہلے ہی نہیں رسول اللہؐ نے متعدد جاگیریں ایسے علاقوں میں بھی عطا کیں جو ہنوز فتح نہیں ہوئے تھے جیسے شام کا مقدس گھاؤں بیت لحم جس کی فرمائش تیسہ واری نے کی تھی۔
ابوبکر صدیقؓ نے اور لوگوں کے علاوہ ایک جاگیر اپنے داماد زبیر بن عوامؓ اور دوسری جاگیر دوسرے داماد طلحہ بن عبید اللہؓ کو عطا کی تھی :-

عمر فاروقؓ نے دیگر افراد کے علاوہ بیٹے کا سر سبز خلیفستان اپنے داماد علی بن ابی طالبؓ کو اور ایک جاگیر زبیر بن عوامؓ کو دی تھی :-

جہاں تک ہمیں معلوم ہے عثمان غنیؓ نے ان چھ افراد کو جاگیریں دیں عثمان بن

لکھ کتاب الاسوال ابو عبیدہ قاسم ص ۱۷۷، و کتاب الامام شافعی ص ۲۹۱ و فتوح البلدان ص ۲۷۲

لکھ فتوح البلدان ص ۱۷۷، و کتاب الاسوال ص ۲۰۰، لکھ فتوح البلدان ص ۱۷۷، و کتاب الخراج ص ۱۷۱

لکھ فتوح البلدان ص ۲۰۰، و کتاب الامام ص ۲۹۱

ابو ذر اور اشتر غنی دونوں کی سرگرمیوں کا مختصر ذکر ہم خطہ ۳۷۳ اور ۳۷۴ کے مقدمہ میں کر چکے ہیں، زیادہ تفصیل کے لئے قارئین شریف فتح البلاء، فتوح ابن اعمش کوئی، تاریخ یعقوبی اور تاریخ الامم طبری کی طرف رجوع کیسکتے ہیں، یہاں ہمیں یہ بتانا ہے کہ عثمان غنیؓ نے ابو ذر یا چند دوسرے افراد کو جلا وطنی کی جو سزا دی وہ جائز اور مناسب تھی، کوئی حکومت باغیانہ سرگرمیوں پر خاموش نہیں بھیجا کرتی اور نہ ایسے کرتوتوں پر چشم پوشی کرتی ہے جن سے اسن عامہ میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہو یا جو معاشرہ کا اخلاقی مزاج بگاڑتی ہوں، اسی طرح کسی حاکم سے یہ توقع کرنا بھی بجا ہے کہ شوریدہ سراور امانیت یا عصبیت سے سرشار افراد بر ملا اس کی توہین کریں اور اس کے ساتھ گستاخی سے پیش آئیں اور وہ ان کو سزا نہ دے، رسول اللہؐ نے وجہ تشریف حکم بن عاص کو ایک بے ہودگی پر جس کا تعلق حکومت یا مفاد عامہ سے نہ تھا بلکہ خود ان کی ذات سے تھا جلا وطن کر دیا تھا، عمر فاروقؓ معمولی بجز پر تید کر دیتے تھے، مدینہ میں ایک صیغہ نہیں حجاج تھا، اس کی صورت اور زلفوں نے بہت سی عورتوں کو سحر کر لیا تھا حتیٰ کہ رات میں اس کی محبت کا ترانہ ایک عورت کی زبان سے سنایا، عمر فاروقؓ نے اس کی زلفیں کٹوا دیں اور جب اس سے بھی فائدہ خواہ نتیجہ نہ نکلا تو اس کو بصرہ جلا وطن کر دیا وہاں بھی اس کے حسن کا جادہ نہ رکا تو اس کو فارس بھیج دیا گیا، ایک عرب قرآن کے مشکل اور متشابہ آیات کی تفسیر پوچھنے بصرہ سے مدینہ آیا اور صحابہ کا بھیجا کرنے لگا، عمر فاروقؓ نے اس کے دُورے لگوائے، اس کو قید میں ڈالا، اس کی تنخواہ بند کر دی اور اس کا سوشل بائیکاٹ کرادیا۔

۱۹۔ ایک اعراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے عمار بن یاسر کو مارا۔

ابو ذرؓ غفاری کی طرح عمار بن یاسر بھی علی حیدر کے خاص آدمی تھے، علی حیدر کی حمایت اور عثمان غنیؓ کی مخالفت میں ان کا رول کیست اور کیفیت دونوں میں ابو ذرؓ غفاری سے زیادہ تھا کیونکہ اول تو ابو ذرؓ عثمان غنیؓ سے کئی سال پہلے وفات پا گئے اور دوسرے انہوں نے

عثمان غنی کی خلافت کا بیشتر حصہ شام میں گذرا اور اگرچہ وہاں حکومت دشمن سرگرمیوں میں لگے رہے تاہم مرکز خلافت ایک عرصہ تک ان کی اشتعال انگیزیوں سے محفوظ رہا، اس کے برعکس عمار بن یاسر برابریہ میں اقامت پذیر تھے اور عثمان غنی کے بیٹے جی اور سرے کے بعد بھی ان کی مذمت کرتے رہے، آپ اور پڑھ چکے ہیں کہ عثمان غنی کا انتخاب ہوا تو انہوں نے گورہ کر کہا تھا، بخدا اگر مجھے چند رضا کار مل جائیں تو میں عثمان کا انتخاب کرنے والوں سے جہاد کروں انہوں نے عثمان غنی کو اسلام تک سے خارج کر دیا تھا اور ان کو کافر کہتے تھے، اگر کبھی عثمان غنی سے بات کرتے تو ابو عبد اللہ کہہ کر، امیر المومنین کہہ کر کبھی خطاب نہ کرتے تھے، عثمان غنی ان کی طرف بڑھتے لیکن وہ کھینچتے اور پیچھے ہٹتے، تاہم یہ قلب کی ایک دو مثالیں خطہ ہنرہ میں بیان کی جا چکی ہیں، ایک خبر یہ بھی ہے کہ عثمان غنی نے عمار بن یاسر کو ایک جاگیر دی تھی، بہر حال عمار بن یاسر کے دل میں عثمان غنی کی طرف سے عید کدورت تھی اور وہ کبھی عثمان غنی کے دربار میں نہیں آکر بیٹھتے تھے، عثمان غنی کا عمار کو خود مارنا ثابت نہیں ہے، بعض پوڑھ اس کے منکر ہیں اور بعض اس کی توثیق کرتے ہیں، توثیق کرنے والوں کا بیان ہے کہ عمار بن یاسر بخدا بن عمرو، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن عوام اور دوسرے صحابہ نے جن میں اکثریت ملی حیدر کے حامیوں کی تھی عثمان غنی کی مزعومہ بدعنوانیوں کی ایک فہرست مرتب کی اور ملے کیلک اس کو عثمان غنی کے سامنے پیش کریں اور اگر وہ ان کو دودھ کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوں تو مفضل یا قتل کر دیں، تحریریں اس دھمکی کی تصدیق کر دی گئی تھیں، عمار بن یاسر تحریر لے کر عثمان غنی کے دربار میں حاضر ہوئے، عثمان غنی نے اس کا کچھ حصہ پڑھا اور غصہ ہو کر غریب بھینک دی، اس کے بعد دونوں میں ناظم گفتگو ہوئی، عثمان غنی نے نوکر دلوں کو آواز دی اور کہا کہ عمار کو مارو، انہوں نے حکم کی تعمیل کی، خود عثمان غنی نے بھی لاتیں ماریں، عمار بے ہوش ہو گئے۔

منکر بن سزاکے مطابق مزعومہ بدعنوانیوں کے بارہ میں گفتگو کرنے سعد بن ابی وقاص اور عمار بن یاسر عثمان غنی کی کوٹھی پر آئے، عثمان غنی اس وقت سرکاری کاموں میں مصروف تھے،

انہوں نے دربان سے کہلا بھیجا کہ آج کل میں بہت مصروف ہوں تاہم انہوں نے ملاقات کے لئے ایک دن اور وقت مقرر کر دیا، سعد چلے گئے لیکن عمار ڈٹے رہے اور دربان سے کہا: کہہ دو کہ میں اسی وقت ملنا چاہتا ہوں، دربان نے یہ اٹمی میٹم پہنچا دیا، عثمان غنیؓ نے پھر کہلا بھیجا کہ میں اس وقت بہت مصروف ہوں، عمار نے برہم ہو کر کہا، کہہ دو مجھے اکیلا وقت ملنا ہے، انہوں نے کچھ ایسے توہین آمیز کلمے زبان سے نکالے کہ دربان کو غصہ آگیا اور اس نے عمار کو مینا، عثمان غنیؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے دربان کو ڈانٹا ڈبایا۔

قارئین یہ نہ سمجھیں کہ یہ واقعہ اُس وقت کی عرب معیشت میں کوئی سنگین یا غیر معمولی ساختہ تھا، عرب سلمان مزدور ہو گئے تھے لیکن ان کی فطرت نہیں بدلی تھی، ان کی بہت سی عاداتیں محسوسات اور سوچنے کے طریقے اب بھی ویسے ہی تھے جیسے اسلام سے پہلے صحابہ میں باہمی اختلاف بھی ہوتا تھا، دودھ دہا، ترش باتیں بھی، ان باتوں کی تفصیلات محفوظ نہیں رکھی گئیں اور جن کتابوں میں ان کے تذکرے تھے ان کی طوط سے ایسی بے سوچائی برتی گئی کہ وہ ضائع ہو گئیں اور جرج گئیں وہ ہنوز روپوش ہیں، جیسے حافظی کی کتاب اشوری یا کتاب السقیفہ، قاضی مکہ زبیر بن جحار کی مؤلفیات یا انساب قریشی و انساب یا احمد بن عبد اللہ عزیز جوہری کی زیادات کتاب السقیفہ، تاہم ان کتابوں کے جو اقتباسات دوسری اداس وقت موجود مولفات میں نقل کر لئے گئے تھے ان سے یہ پوری طرح واضح ہو چکا ہے کہ صحابہ فرشتہ تھے نہ معصوم عن الخطا، ہستیوں جیسا کہ بعد میں ان کو پیش کیا گیا بلکہ انسان تھے، خدا و حساب سے مرکب اور بڑی مدت تک اپنے روایتی ماحول اور مخصوص فطرت کے تابع، اگر یہ صحیح ہے کہ عثمان غنیؓ نے عمار بن یاسر کو بٹوایا یا خود پشیمان بھی اس پر اعتراض کرنا اور اس کو فرد جرم قرار دے کر ان کے خلاف پیش کرنا درست نہیں کیونکہ عمار کا طرز عمل ان کے اور ان کے خاندان کے ساتھ، ان کی مخالفت اور اہم عہدے کے ساتھ بے حد مناسب تھا، ایک حاکم اپنی اور

اپنے عزیزوں کی توہین، تنقیص، دل آزاری اور اپنے اعمال کی غلط تفسیر و تفسیر کہاں تک برداشت کر سکتا ہے، معتزلی عالم ابوعلی جتائی: یہ ثابت نہیں کہ عثمان غنیؓ نے عمار کو مارا تھا اور اگر ثابت بھی ہو جائے کہ انہوں نے عمار کو اس سنگین قول (تکفیر) کی وجہ سے مارا تب بھی اُن پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حاکم کو خطا کا رونا کی تادیب کا حق ہے۔ ان ضرب عمار غیر ثابت و لو ثبت اُنہ ضرب للقول العظیم الذی کان یعزولہ لعرجب اُن لیکون طعننا علیہ لاذن لا امام تأدیب من یستحق التأدیب!

عمار فاروقؓ کے درے سے کون ناواقف ہے، دیسوں جگہ ہم ان کی تاریخ میں پڑھتے ہیں: وعلاء باللسرة، صحابہ کو وہ ڈھنسنے، بڑا بھلا کہتے اور مارا بھی کرتے، قاضی مکتہ دیار بکری: عمار فاروقؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ کے سر پر کوڑا مارا جب ان کی آبد پر سعد بطور احترام کھڑے نہ ہوئے اور کہا: تم نے منہ پ خلاف کا احترام نہیں کیا اس لئے میں نے منہ پ بھجا کہ تم کو بتا دوں کہ منہ پ خلاف بھی تمہارا احترام نہیں کرتا۔ ضرب عم سعد بن ابی وقاصؓ باللسرة حلی رأسہ حین لم یقع له وقال: اذنت لم تطلب الخلافة فاددت اُن تقرت اُن الخلافة لا تتحاب: اسی طرح عمار فاروقؓ نے صحابی ابی بن کعب کو مارا جب ان کو دیکھا کہ وہ آگے آگے چل رہے ہیں اور باقی لوگ ان کے پیچھے پیچھے، ابی کے سر پر وہ مار کر عمار فاروقؓ نے کہا: یہ پیچھے چلنے والوں کی توہین ہے اور آگے چلنے والے کی تمکنت اور سبک سری کا موجب۔ وکذات ضرب ابی بن کعب حین رأاه یمشی وخلفه قوم فذلا باللسرة وقال: ان هذا اذن للاتباع وقتنة للصبوة! سعد بن ابی وقاصؓ کے بارے میں دوسری روایت یہ ہے کہ عمار فاروقؓ اہل مدینہ میں غصہ کا روپیہ بانٹ رہے تھے کہ سعد آئے اور بھیر مڑو چیرتے پھاڑتے اس جگہ پہنچ گئے جہاں عمار فاروقؓ تھے، اس فعل کو عمار فاروقؓ نے بے ادبی پر محمول کیا اور درہ سے ان کی خبر لی اور کہا: تم لوگوں کو چیرتے پھاڑتے گھس پھسے اور سلطان اللہ

خلیفہ کی حرمت کا تم نے کچھ خیال نہیں کیا، میں تم کو سنا چاہتا ہوں کہ بے ادبی خلیفہ سلطان شہ ابجہمہ لانی کی سی ہے۔
۲۰۔ ایک اعتراف یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے صحابی عبداللہ بن مسعود کو مارا۔

یہ اعتراف بے بنیاد ہے، حق بات یہ ہے کہ عثمان غنیؓ نے ان کو مسجد سے نکالنے کا حکم دیا تھا، ایک شخص نے ان کو اٹھایا اور مسجد کے دروازہ پر لپٹا جس سے ان کی بلیوں میں جوش آئی اور ایک قول یہ ہے کہ ایک یا دو بلیاں ٹوٹ گئیں۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے کوئٹہ میں نگران خزانہ اور معلم قرآن کے فرائض انجام دے رہے تھے، سب سے پہلے کی بات ہے کہ گورنر ولید بن عقبہؓ نے کسی ضرورت کے لئے خزانہ سے روپیہ قرض لیا اور ابن مسعودؓ سے وعدہ کیا کہ ایک مقررہ وقت پر واپس کر دیں گے لیکن بعض مجبوروں کے باعث اپنا وعدہ پورا نہ کر سکے، ابن مسعودؓ بکڑ گئے اور زوری دہی کا مطالبہ کیا، ولید نے عثمان غنیؓ کو صورت حال سے مطلع کیا اور استدعا کی کہ ابن مسعودؓ سے کہہ دیجئے کہ مجھے پریشان نہ کریں، روپیہ آنے پر ادا کر دیا جائے گا، عثمان غنیؓ نے ابن مسعودؓ کو ٹھیک سمجھا کر روپیہ کے لئے گورنر سے تقاضہ نہ کیا جائے، ابن مسعودؓ نے عیش میں آکر خزانہ کی کھجیاں پھینک دیں اور اس کی نگرانی سے استفادہ کیا، اب تک انہوں نے کوئٹہ کی حکومت دشمن سرگرمیوں میں کوئی عملی حصہ نہ لیا تھا لیکن اس واقعہ کے بعد وہ بھی عثمان غنیؓ، ولید اور ان کی حکومت کے مخالف ہو گئے، اپنے شاگردوں کے سامنے جن کا حلقہ کافی وسیع تھا عثمان غنیؓ پر نقد کرتے اور جمعہ کے دن تقریر میں بھی خلیفہ پر طنز و تخریبیں کیا کرتے، گورنر ولید نے ان باتوں پر کئی بار احتجاج کیا لیکن ابن مسعودؓ کہنے کی بجائے اور زیادہ چڑھ گئے، اس زمانہ میں ایک دوسرا واقعہ پیش آیا جس نے ابن مسعودؓ کے جذبات کو بے حد متعل کر دیا، بڑے شہروں میں صحابہ درس قرآن دیا کرتے تھے، اندلس کا کام حافظ سے ہوتا تھا یا ان چند پورے یا ادھر سے نسخوں سے جو بعض صحابہ نے قرآن کے بتائے

تھے، صحابہ کی یادداشت اور کوشش حفظ ایک پایہ کی نہ تھی، اس لئے کسی کو قرآن صحیح یاد تھا کسی کو غلط صحابہ کے ماخذ بھی مختلف تھے، کسی نے براہ راست رسول اللہ سے قرآن سیکھا تھا، کسی نے رسول اللہ کے شاگردوں سے، اسی طرح کسی نے رسول اللہ سے متعدد سورتیں پڑھی تھیں اور کسی نے صرف ایک آدمی یا تہائی و علیٰ ہذا، غرض قرآن کی مکتوب اصل نہ ہونے سے قرآن کے الفاظ و قرأت میں کافی فرق پیدا ہو گیا تھا، کبھی ایسا ہوتا کہ جس کو قرآن کا کوئی صحیح لفظ یاد نہ رہتا تو وہ اس کے ہم معنی یا ہم آہنگ دوسرا لفظ پختا طرف سے لگا دیتا اور حافظہ کی کمزوری کے زیر اثر یا کسی دوسرے نفسیاتی دباؤ میں آکر کسی آیت کے ساتھ نئے جملے یا فقرے بڑھا دیتا تھا، قرأت میں صرفی و نحوئی اختلاف بھی ظاہر ہوا، کسی نے ثنائی مجرد فعل پڑھا، کسی نے ثنائی مزید، کسی نے اسم فاعل پڑھا، کسی نے صفت مشبہ، کسی نے غفور رحیم، کسی نے رؤف کریم، مختصر یہ کہ اختلاف قرأت بڑے پیمانے پر پھیلنا ہوا تھا، مدینہ، مکہ، صنعاء، بصرہ، کوفہ، حمص، دمشق، قسطنطنیہ اور دوسرے صدر مقاموں کی قرأتیں سب ایک دوسرے سے مختلف تھیں، ان مقاموں کے عرب جب کسی ایک مورچہ پر جنگ کے لئے جاتے اور ایک کیمپ میں فروکش ہوتے اور قرآن پڑھتے تو سب کی قرأتیں الگ الگ ہوتیں، ہر قرأت والا اپنی قرأت کو درست و مستند سمجھتا اور دوسری قرأتوں کو غلط قرار دیتا، معاملہ یہیں تک محدود نہ رہا بلکہ مختلف قرأت والے ایک دوسرے کو کافر اور ملحد کہنے لگے، بعض فوجی کمانڈروں نے عثمان غنی کو لام پر جانے والے عربوں کے اس قرآنی فتنے سے مطلع کیا اور کہا کہ اس کی روک تھام کیجئے ورنہ ہزاروں قرآن بن جائیں گے اور عربی و عدت ہمیشہ کے لئے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی، اس وقت قرآن کا ایک نسخہ جو ابو بکر صدیق کے عہد میں جمع ہوا تھا مدینہ میں موجود تھا لیکن یہ نہ تو مرتب تھا نہ مکمل اور نہ صحیح، عثمان غنی نے قرآن کی ترتیب، تصحیح اور تکمیل ایک قرآن کمیشن کے سرکردہ، جب یہ کام ہو گیا تو انہوں نے قرآن کے متعدد نسخے تیار

کرائے اور ہر صدر مقام کو ایک نسخہ بھیج دیا اور فرمان جاری کیا کہ اس نسخہ کے علاوہ مجھے نسخے ہوں جلا دیئے جائیں یا تلف کر دیئے جائیں، ابن مسعود کے پاس اپنا ایک نسخہ تھا جس کو انہوں نے خود مرتب کیا تھا اور جس کی مدد سے وہ درس دیا کرتے تھے، اس نسخہ سے ان کو بڑا لگاؤ تھا، وہ اس پر ناز کرتے اور کہتے کہ میرا قرآن سب سے زیادہ مستند ہے کیونکہ میں نے اس کی ستر سورتیں رسول اللہ کے سامنے پڑھ کر ان کی تصحیح و توثیق کرائی تھی، عثمان غنیؓ کے نسخہ میں ایک سو تیرہ سورتیں تھیں لیکن ابن مسعود کے نسخہ میں ایک سو دس تھیں سورۃ فاتحہ اور معوذتین کو وہ قرآن میں داخل نہیں کرتے تھے، اس اہم فرق کے علاوہ الفاظ کا بھی فرق تھا اور ترتیب سورتیں بھی عثمان غنیؓ کے نسخہ سے مختلف تھی۔

گورنر کو نہ ولید بن عقبہ ابن مسعود سے ملے اور کہا کہ اب آپ سرکاری نسخہ کے مطابق درس دیا کیجئے، خلیفہ کا حکم ہے کہ دوسرے سارے محبوبے ضائع کر دیئے جائیں، آپ اپنا نسخہ میرے حوالہ کر دیجئے تاکہ میں اس کو جلا دوں، ابن مسعود یہ باتیں سن کر بے حد ناراض ہوئے اور اپنا نسخہ دے یا سرکاری نسخہ کے مطابق قرآن پڑھانے سے انکار کر دیا، خزانہ سے قرض کے معاملہ میں عثمان غنیؓ سے جہم تھے ہی اب قرآن کے معاملہ میں اور زیادہ غصہ ہو گئے اور اپنے شاگردوں اور معتقدین کے سامنے جن میں بہت سے بارسوخ لوگ اور قبائلی سردار شامل تھے، عثمان غنیؓ کی مذمت پہلے سے زیادہ شدید کے ساتھ کرنے لگے، کوہ کی نضا خراب تو تھی ہی، ایک پُرانے اور با اثر صحابی کی زبان طعن کھل جانے سے اور زیادہ کدڑ ہو گئی، ولید نے عثمان غنیؓ سے ابن مسعود کی شکایت کی تو انہوں نے لکھا کہ ان کو مدینہ بھیج دو، وہاں کے بعد ابن مسعود پہلا جمعہ پڑھنے مسجد آئے تو عثمان غنیؓ نے نالام الفاظ میں ان کے آنے کا اعلان کیا، جواب میں ابن مسعود نے سخت اور ہتھکڑا سز کلمات استہزاء کے، عثمان غنیؓ نے ملازم سے کہا کہ ان کو مسجد سے باہر نکال دے، ابن مسعود بہت تھکا اور مضمحل سے آدمی تھے، ملازم ان کو اٹھا کر لے گیا اور مسجد

میں نے ان کو ابو بکر صدیق اور عرفا روضہ کی سیرت پر گفتگو کی اور ان کے ایسے اعمال کا ذکر کیا جن پر کسی نے اعتراض نہیں کیا تھا لیکن انہی اعمال کے لئے عثمان غنی پر نکتہ چینی کی گئی سیری دلیلوں سے وہ ایسے لاجواب ہوئے جیسے انگوٹھا چوسنے والے بچے۔

عبداللہ بن عمر:

عثمان غنیؓ کے ایسے کاموں پر نکتہ چینی کی گئی جو عرفا روضہ نے کئے ہوتے تو کوئی اعتراض نہ کرتا۔
عثمان غنیؓ:-

”بخدا تم لوگ ایسی باتوں پر مجھے لعن ملن کرتے ہو جو ابن خطاب (عرفا روضہ) کے زمانہ میں تم نے بخوشی قبول کر لی تھیں، بات یہ ہے کہ انہوں نے تم کو بیرون سے روک دیا، ہاتھ سے مارا اور زبان سے تہاری خبر لی، اس لئے خواہ و ناخواہ تم ان کے مطیع بنے رہے، میں نے نرمی برتی، امدت سے کام لیا نہ ہاتھ اٹھایا نہ زبان چلائی اس لئے تہاری جرات بڑھ گئی اور تم گستاخ ہو گئے۔“

خورشید احمد فارق

۱۰ جولائی ۱۹۷۱ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطوط

مصر سے تیس سال پہلے عثمان غنیؓ نے خلافت کا چارج لیا، اب سے دس یا بارہ سال پہلے کے مقابلہ میں جب عمر فاروقؓ خلیفہ ہوئے تھے عربوں کا سیاسی و معاشی افریقہ بہت بدل گیا تھا اُس وقت وہ غریب تھے، اُن کی قومی آمدنی بہت کم تھی اور ان کی فوجیں عرب-عراق اور عرب-شام سرحد سے آگے نہیں بڑھی تھیں، عثمان غنیؓ خلیفہ ہوئے تو ایک کافی بڑی حکومت مصر، شام، عراق، جبال، فارس، بختان اور کرمان کے وسیع علاقوں پر مشتمل ان کے قبضہ میں آچکی تھی، انہوں نے مفتوحہ ممالک میں اپنی چھاؤنیاں بنالی تھیں اور ماتحت اقوام سے مقررہ خراج اور جزیہ وصول کر رہے تھے، اُن کی تنخواہیں اور راشن مقرر ہو گئے تھے اور ان کی ایک بڑی تعداد دودھ والی ہزار روپے سالانہ تک کے مزید وظائف بھی پا رہی تھی جو عمر فاروقؓ نے ابتدائی سرکوں میں شریک ہونے والوں کے لئے مقرر کئے تھے، اسی طرح مدینہ کا ہر آزاد فرد، بچے سے لے کر بوڑھے تک تنخواہیں، غلہ کاراشن اور سالانہ وظائف لے رہا تھا، اس کے علاوہ تجارت کا وسیع میدان کھل گیا تھا، مدینہ کے متعدد کاروبار ترقی تجارت، جامدات اور زراعت کی آمدنی سے خوب مالدار ہوتے جا رہے تھے، دولت و فرصت پاک عربوں میں یہ فائدہ دہانی رقتا رہی اور نسلی تہذیب جو فوجی سرگرمیوں، مشترکہ خطروں اور فقر و افلاس کے نیچے دب گئے تھے، پھر سر اٹھانے لگے۔

عثمان غنیؓ کے الیکشن سے مدینہ میں ایک نئی صورت حال پیدا ہو گئی تھی یہ تو آپ جانتے

ہی ہیں کہ انتقال سے پہلے عرفاؤں نے چھ اکابر صحابہ نامزد کئے تھے جن میں سے اکثریت رائے کے ساتھ کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرنا تھا، عثمان غنیؓ کا انتخاب ہوا تو باقی پانچ اکابر میں سے تین کو ان کا خلیفہ ہونا ناگوار گذرا۔ علی حیدر، طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام ان میں سے ہر ایک خود کو خلافت کا اہل اور حقدار سمجھتا تھا، تینوں رسول اللہ کے عزیز اور مقرب تھے، مدینہ میں چار سیاسی پارٹیاں ہو گئیں، ایک حکومت یا عثمان غنی کی پارٹی، جس میں بنو امیہ کی اکثریت تھی، دوسری علی حیدر کی پارٹی، تیسری طلحہ بن عبید اللہ کی اور چوتھی زبیر بن عوام کی، آخری تین پارٹیوں نے حکومت کے خلاف محاذ بنالیا اور خلیفہ اور ان کی کارروائیوں پر نقد کرنے لگیں، حج کے زمانہ میں جب سارے اسلامی قلمرو کے مسلمان مکہ میں جمع ہوتے تو ہر پارٹی ان کے سامنے حکومت کی مذمت کرتی اور اپنے اپنے امیدواروں کی منقبت بیان کرتی، چند سال کے اندر اندہ تمام بڑے شہروں اور صدر مقاموں میں ان پارٹیوں کے حامی اور حکومت کے مخالف پیدا ہو گئے، عثمان غنی کے بہت سے خطوط کو سمجھتے کے لئے اس پس منظر کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

ہمارے بعض مورخ کہتے ہیں کہ خلیفہ ہو کر عثمان غنی نے چار عام فرمان لکھے، جن میں سے ایک گورنروں کے نام تھا، دوسرا سالارانِ فوج کے نام، تیسرا خزانچہ افسروں کے نام اور چوتھا عام مسلمانوں کے نام۔

۱۔ گورنروں کے نام

واضح ہو کہ خدا نے حکامِ اعلیٰ کو اس بات کی تاکید کی ہے کہ رعایا کی دیکھ بھال کریں اور اس بات کی تاکید نہیں کی کہ رعایا سے ٹیکس وصول کریں، مسلمانوں کے اولین حکم رعایا کے خدام تھے، پھل ٹیکس نہ تھے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے حکام اعلیٰ خدمت رعایا کے صحیح منصب سے ہٹ کر ٹیکس و خراج وصول کرنے کی تگ و دو

تعمیلات کے لئے دیکھتے عثمان غنی کا تقارن اور ان پر اعتراضات کا جائزہ۔

میں لگ جائیں گے، اگر ایسا ہوا تو حیا، ایمان داری، مہذبہ عہد سب رخصت ہو جائیں گے، یاد رکھئے سب سے زیادہ صحیح طرز عمل یہ ہے کہ آپ مسلمانوں کے مفاد اور معاملات سے دلچسپی لیں، اسلام کے دیئے ہوئے حقوق سے ان کو بہرہ ور کریں اور اسلام کے جو حقوق ان پر ہیں وہ ان سے وصول کریں مسلمانوں کے بعد دُسیوں کے معاملات و مفاد سے آپ کو دلچسپی لینی چاہئے، آپ کے ذمے ان کے جو حقوق ہیں وہ ان کو دیکھئے اور ان کے ذمے آپ کے جو حقوق ہیں وہ ان سے لیجئے، دُسیوں کے بعد دشمنوں سے آپ کا طرز عمل درست ہونا چاہئے، ایمان داری اور وفائے عہد کے ذریعہ ان پر فتح حاصل کیجئے۔

۲۔ سرحدی کمانڈروں کے نام

وضع ہو کہ آپ مسلمانوں کے نگہبان و محافظ ہیں، عمر بنے آپ کے لئے جو ضابطہ سیرت مقرر کیا تھا اس سے ہم واقف ہیں بلکہ ہمارے مشورہ ہی سے اس کو مقرر کیا گیا تھا، خیال رکھئے کہ آپ کی کسی بد عنوانی کی شکایت میرے پاس نہ آئے اگر ایسا ہوا تو آپ کا منصب بحسن جانے کا اور آپ سے بہتر لوگوں کو آپ کی جگہ مقرر کیا جائے گا، اپنی سیرت پر نظر احتساب رکھئے، مجھ پر بحیثیت خلیفہ جو ذمہ داریاں ہیں ان کو ضرور انجام دوں گا۔

۳۔ خراج افسروں کے نام

وضع ہو کہ خدائے مخلوق کو حق و انصاف کے ساتھ پیدا کیا ہے اس لئے وہ بس حق و انصاف ہی قبول کر سکتا ہے لہذا جب آپ خراج وصول کریں تو حق و انصاف سے کام لیں اور جب دوسروں کے حقوق ادا کریں تو حق و انصاف سے ادا کریں میری طرف سے دیاننداری کی سخت تاکید ہے اس پر ثابت قدمی

سے قائم رہیے، ایسا نہ ہو کہ دیانت کا دامن سب سے پہلے آپ ہی کے ہاتھ سے چھوٹنے اور اگلی نسلوں کے بددیانتوں میں آپ کو بھی شریک کیا جائے امانت و دیانت کے ساتھ ضروری ہے کہ آپ اپنے عہد و بیان پر بھی قائم رہیں کسی تمیم کا حق نہ مارے اور نہ کسی معاہدہ کے ساتھ زیادتی کیجئے کیونکہ ان کے ساتھ زیادتی کرنے والے سے خدا مواخذہ کر لے گا۔

۴۔ عام مسلمانوں کے نام

دفع ہو کہ آپ نے جو کامیابی اور سر بلندی حاصل کی ہے وہ اتنا دار اور اتباع کے ذریعہ حاصل کی ہے، خیال رکھئے کہ دنیا کی محبت میں بڑک کر آپ صحیح راستہ سے بھٹک نہ جائیں، مجھے اس بات کے پورے آثار نظر آ رہے ہیں کہ آپ جب نعمتوں سے خوب بہرہ ور ہو چکیں گے، جب کینزوں سے آپ کی اولاد بالغ ہو جائے گی اور بدعویوں اور غیر عربوں میں قرآن خوانی عام ہو جائے گی تو آپ اندازہ و اتباع کو چھوڑ کر اپنی رائے اور اجتہاد سے کام لینے لگیں گے، رسول اللہ نے فرمایا ہے الکفر فی العجمۃ غیر عربوں کی کھ میں جب کوئی بات نہیں آتی ہے تو وہ اجتہاد و رائے سے کام لینے لگتے ہیں۔

ہمارے خیال میں یہ پورا خطیہ اس کا بیشتر حصہ جلی ہے، اس میں اجتہاد کی مخالفت کی گئی ہے حالانکہ رسول اللہ، ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنیؓ اور علیؓ جیڑہ سب اجتہاد سے کام لیتے تھے، آثار و تاریخ کی چرخی اور نئی مطبوعہ عربی کتابوں سے پوری طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بیشتر معاملات میں خلفائے راشدین رسول اللہ یا ایک دوسرے کے اتباع و اقتدار کی جگہ شخصی اجتہاد سے کام لیتے تھے اور مصالح وقت... کو پیش نظر رکھ کر

تہ تاریخ الامم والملوک ابو حفص ابن جریر طبرسی، بیلا مصری، ۱۲۴۵ھ - ۱۲۴۶ھ اصل میں المجمع ہے

بدنی آیات کے احکام تک نظر اند کر دیتے تھے، اگرچہ پچھلے تینوں خطوں کی طرح اس خط کے راویوں کے بھی نام نہیں لے گئے اور قالوا کے مبہم صیغہ پر اکتفا کیا گیا ہے تاہم ہمارا خیال ہے کہ اس کا نقلین کوذ کے شبی اسکول سے ہے، امام شعی (متوفی سنہ ۱۸۷) کے بارے میں شہور ہے کہ وہ فارسی محدثوں اور فقیہوں سے نفرت کرتے تھے اور اجتہاد کے بھی مخالف تھے۔

۵۔ ولید بن عقبہ کے نام

ولید بن عقبہ عثمان غنیؓ کے سوتیلے بھائی تھے، عمر فاروقؓ نے ان کو یسویوٹا میں انس خراج مقرر کیا تھا، ابو بکر صدیقؓ اور رسول اللہؐ کے عہد میں بھی وہ زکوٰۃ کلکٹر رہ چکے تھے۔ ۳۵ھ میں فہان غنیؓ نے ان کو کوذ کا گورنر مقرر کیا، کوذ کی وسیع عمارت میں آذربائیجان کا صوبہ بھی شامل تھا جو آج کل روس کے قبضہ میں ہے۔ یہ بحر کیسپین کے جنوب مغربی ساحل پر پھیلا ہوا تھا اور مغرب میں اس کی حد آرمینیا سے ملتی تھی جو باز نطینی حکومت کا ایک صوبہ تھا اور آج کل روس کی ایک ریاست ہے، عمر فاروقؓ کے آخر دور خلافت یعنی ۳۲ھ میں کوذ کی ایک فوج نے آذربائیجان پر چڑھائی کی تھی چونکہ یہ پہاڑی اور دشوار علاقہ تھا عرب اس کو باقاعدہ فتح نہ کر سکے، ان کی ٹرکازی سے گھبرا کر یہاں کے دیسوں نے تقریباً چار لاکھ روپے سالانہ خراج منظور کر لیا، سال ڈیڑھ سال بعد جب عمر فاروقؓ کا انتقال ہوا تو انہوں نے مقررہ رقم دینے سے انکار کر دیا اور حکومت کوذ کے ٹائندوں کو ملک سے نکال دیا، ولید بن عقبہ گورنر مقرر ہو کر آئے تو انہوں نے کوذ کا ماحول افسرانہ گیر پایا، عثمان غنیؓ اور ان کی حکومت کے خلاف ایک تحریک وجود میں آ چکی تھی، بہت سے لوگ خود ان کے تعز سے ناخوش تھے، ولید نے احتیاط، رواداری اور فراخ دلی سے حکومت کی اور سب کو خوش رکھنے کی کوشش کی، عوام تو ایک حد تک ان سے مطمئن رہے لیکن بہت مذہبی و تنہائی اکابر نے ان کے ساتھ تعاون نہیں کیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ مدینہ کی سیاسی

لے دیکھئے میرا مضمون ابنو ان عمر فاروق کا اجتہاد مطبوعہ ثقافت لاہور، جولائی ۱۹۷۷ء۔

پارٹیوں کے بحیثیت اپنا کام کر رہے تھے، دوسری طرف فرصت و شگم سیری اپنا تحریری پارٹ ادا کر رہی تھی، ولید نے اہل کوفہ اور بالخصوص مذہبی و قبائلی اکلایہ کو خوش کرنے کی ایک کوشش کی، آذربائیجان کا خراج بند ہونے سے کوفہ کے خزانہ کو چار لاکھ روپے کا خسارہ ہو رہا تھا، ولید نے سوچا اگر میں یہ خراج بحال کر دوں یا آذربائیجان کو فتح کر لوں تو سب لوگ خوش ہو جائیں گے اور میری نذر کریں گے، انہوں نے آذربائیجان پر چڑھائی کر دی، منصوبہ یہ تھا کہ آذربائیجان فتح کر کے اس سے ملحق صوبہ آرمینیا بھی فتح کر لیں گے آذربائیجان میں حسب سابق مشکلات پیش آئیں اور بزور قوت اس پر قبضہ نہ ہو سکا عربوں کی ترک تازی سے بچنے کے لئے وہاں کے رئیسوں نے خراج کی سابقہ رقم بھردینا منظور کر لی، آذربائیجان سے فارغ ہو کر ولید نے ایک فوج آرمینیا بھیجی، یہ ملک بھی بہاڑی تھا، درود اور جنگلات سے بھرا ہوا، اس پر بھی قبضہ نہ ہو سکا، لیکن بال غنیمت خوب ملا، ولید بن عقبہ آذربائیجان کا خراج اور بہت سا مال غنیمت لے کر کوفہ واپس ہوئے، ابھی راستہ ہی میں تھے کہ بازنطینی حکومت نے آرمینیا میں ان کی ترک تازی اور لوٹ مار کا بدلہ لینے کے لئے شام پر یورش کر دی، گورنر شام امیر معاویہ نے پوری مستعدی کے ساتھ جلیج کا مقابلہ کیا لیکن ساتھ ہی انہوں نے مرکز سے بھی رسد طلب کی، عثمان غنیؓ نے ولید بن عقبہ کو جو اس وقت میسوپوٹامیا میں تھے، یہ امر اسلحہ بھیجا:-

”واضح ہو کہ معاویہ بن ابی سفیان نے مجھے خبر دی ہے کہ بازنطینی حکومت نے ایک بڑی فوج سے مسلمانوں پر یورش کر دی ہے، میں چاہتا ہوں کہ کوفہ کے لوگ اپنے شاہی بھائیوں کی مدد کو جائیں، جس جگہ میرا قاصدم کو یہ خط دے وہیں سے تم آٹھ نو یا دس ہزار سپاہیوں کی فوج ایک ایسے مکانڈر کی قیادت میں بھیج دو جو تمہارے خیال میں بہادر و جری اور مخلص مسلمان ہو۔“

۶۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے نام

وفات سے کچھ عرصہ پہلے عرفا رٹون نے مصر کے مالی معاملات کی بہتر نگرانی کے لئے عثمان غنیؓ کے رضائی بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو انصر خراج مقرر کیا تھا اور مصر کے گورنر عمرو بن عاص کا دائرہ اختیار صرف سیاسی و جنگی امور تک محدود کر دیا تھا، مالی شعبہ کی علیحدگی عمرو بن عاص کو ناگوار گذری، عثمان غنیؓ خلیفہ ہوئے تو عمرؤ مدینہ آئے اور کہا یا تو آپ مصر میں دوغلی ختم کیجئے یا میں استعفا دیتا ہوں، عثمان غنیؓ نے کہا کہ عبداللہ کا ریکارڈ اچھا ہے، ان کی زیر نگرانی سرکاری آمدنی بڑھ گئی ہے اس لئے ان کو انصر خراج کے عہدہ سے ہٹانا مناسب نہیں ہے، تم اپنے عہدہ پر رہو اور اپنے عہدہ پر، عمرو بن عاص اس کے لئے تیار نہ ہوئے اور استعفا دے دیا، عثمان غنیؓ نے عبداللہ بن سعد کو انصر خراج کے ساتھ مصر کا گورنر بھی بنا دیا، عبداللہ مستعبد اور لائق حاکم تھے عمرو بن عاص کے ہوا خواہوں کو عبداللہ کا تقرر ناگوار گذرا، انہوں نے عثمان غنیؓ پر کنہہ پردہ کی کا ارام لگایا اور حکومت مدینہ پر یمن طعن کرنے لگے، مصر کا بندر گاہ اسکندریہ عیسائیت کا بہت بڑا مرکز تھا، سلطنت میں سخت محاصرہ اور جنگ کے بعد عمرو بن عاص نے اس کو فتح کیا تھا لیکن بازنطینی حکومت اور مقامی عیسائی اس پر دوبارہ قبضہ کرنے کی برا بروکوشش کرتے رہے، سلطنت میں قسطنطینیہ کی بازنطینی حکومت کے اشارہ سے اسکندریہ میں ایک بغاوت ہوئی، پھر دوسری اور پہلی سے زیادہ منظم اور بڑے پیمانہ پر مسلحہ میں واقع ہوئی، اس بار بھی بازنطینی حکومت کی فوج اور شہر باغیوں کی پشت پر تھا، اسکندریہ میں مسلمانوں کی جو فوجی چوکیاں تھیں حملہ آور ان کو مہل کر کے شہر میں گھس آئے کئی ماہ کے مقابلہ اور کافی نقصان کے بعد اسکندریہ دوبارہ فتح ہوا، اسکندریہ چونکہ ساحلی شہر تھا اور بازنطینی بیڑے کی زد میں، اس لئے عرفا رٹون نے ساحل پر متعدد فوجی چوکیاں بنوا دی تھیں جن کا مقصد خطرہ کے وقت حکومت کو مطلع کرنا اور دشمن کے اچانک حملہ کا مقابلہ کرنا تھا، بازنطینی دونوں بار ان چوکیوں کو مہل کر کے ہی شہر میں داخل ہوئے

تھے، ضرورت تھی کہ ان کو اور زیادہ مستحکم بنایا جائے، ذیل کا خط اسی موضوع پر ہے۔
 ”مہتممیں معلوم ہے کہ امیر المومنین عمرؓ اسکندریہ کی حفاظت کا کتنا خیال رکھتے
 تھے، رومی دوبارہ نقص عہد کر کے بغاوت کر چکے ہیں، اسکندریہ میں فوجی چوکیاں
 قائم رکھو اور یہاں کی حفاظتی فوج کو (باقاعدگی اور فراخ دستی سے) ماہانہ
 اور ضروری سامان دیتے رہو، فوج باری باری سے چھ مہینہ یہاں رکھی
 جائے۔“

۷۔ معاویہ بن ابی سفیان کے نام

عمر فاروقؓ کی خلافت کے نصف آخر میں امیر معاویہ نے شام کے بندرگاہوں، عسکری
 صور یا فانا وغیرہ کو جہاز نظینی پیرے کے اڈے تھے، فتح کر لیا تھا، یہاں سے نکلنے کے بعد
 بازنطینی حکومت نے قبرص کے جزیرہ قبرس (CYPRUS) میں بحری اڈہ بنالیا، امیر معاویہ
 کو اندیشہ تھا کہ کہیں بازنطینی حکومت قبرس سے شام کے ساحل پر حملہ نہ کر دے، اس اندیشہ
 کے میں نظر انہوں نے عمر فاروقؓ سے قبرس پر چڑھائی کی اجازت مانگی، عمر فاروقؓ نے
 اجازت نہ دی، وہ سمندری سفر کے خطرہ سے واقف تھے اور بحری فوج کسی کو ناپسند کرتے
 تھے، بلکہ وہ تو اس درجہ محتاط تھے کہ اپنی فوجوں کو دریا پار تک چھوڑ دیا کرتے تھے
 تھے تاکہ کسی خطرہ کے وقت فوج کو گھر لوٹنے یا گھر سے اس کی مدد کو رسد پہنچے میں دریا پار کرنے
 کی مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے، عثمان غنیؓ خلیفہ ہوئے تو امیر معاویہ نے حالات زیادہ
 موافق پا کر ان کو لکھا کہ قبرس ساحل شام سے قریب اور دولت سے بھرپور جزیرہ ہے، اس
 کی فتح مسلمانوں کے لئے بڑی مبارک ثابت ہوگی، مجھے اس کو مسخر کرنے کی اجازت دیجئے
 عثمان غنیؓ اجازت دیتے ہوئے ہلکے پائے، عمر فاروقؓ کی طرح وہ بھی مسلمانوں کو بحری سفر اور
 اس کی جنگ کے خطروں میں نہ ڈالتا تھا، چنانچہ انہوں نے لکھا۔

”فوج مصر ابن عبد اللہ، اڈہ جہادس قوری لائن سن ۱۹۵۰ء۔“

”تم کو معلوم ہے عمرو بنہ اللہ نے کیا جواب دیا تھا جب تم نے ان سے
سمندری جنگ کی اجازت مانگی تھی۔“

۸. معاویہ بن ابی سفیان کے نام

آپ ابو بکرؓ کے چکے ہیں کہ گورنر کوفہ ولید بن عقبہ کی آرمینیا میں ترک تازی کا بدلہ لینے
کے لئے قیصر روم نے شام پر حملہ کر دیا تھا، اس حملہ کو ناکام کرنے کے بعد امیر معاویہ کو فکر ہوئی
ہوئی کہ کہیں قیصر روم قبرس کے بحری اڈے سے قائدہ اٹھا کر سمندر کی طرف سے شام پر حملہ
نہ کر دے، ان کا خیال تھا کہ جب قبرس پر مسلمانوں کا قبضہ نہ ہو جائے شام پر سمندری
حملہ کا خطرہ ہر وقت منڈنا رہے گا، چنانچہ سترھویں (بازنطینی حملہ) ناکامی کے بعد
انہوں نے قبرس پر فوج کشی کے بارے میں مرکز سے پھر خط و کتابت کی، عثمان غنیؓ اب بھی اجازت
دینے کو تیار نہ ہوئے، وہ اب بھی اسی خیال میں تھے کہ امیر معاویہ فتح کے شوق میں قبرس
پر فوج کشی کرنا چاہتے ہیں، راہ قبرس سے شام پر حملہ کا خطرہ تو اس باب میں خلیفہ کی رائے
یہ تھی کہ سمندر میں دشمن سے جنگ کی نسبت ساحل پر لڑنے میں نقصان کا کم امکان ہے لیکن
جب ان کو بار بار یقین دلایا گیا کہ سمندری سفر میں کوئی خطرہ نہیں تو انہوں نے ایک دلچسپ
شرط کے ساتھ اجازت دے دی۔

”اگر سمندر کے سفر میں تم اپنی بیوی کو ساتھ لے جاؤ تب تو میں اجازت دیتا
ہوں ورنہ نہیں۔“

۹۔ خط کی دوسری شکل

”امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ میں بھی تم نے قبرس پر فوج کشی کی خواہش ظاہر کی تھی
اور ان سے اس کی اجازت مانگی تھی لیکن انہوں نے اجازت نہیں دی کہ اُدھر کا رخ
کرو اور سمندری سفر کے خطرے مول لو، مجھے بھی اس ہم کی اجازت دینے ہوئے

پس ویش ہے، تاہم اگر تم اس کو ناگزیر سمجھتے ہو تو مناسب ہے کہ اپنے
بال بچوں کو جو تمہارے پاس ہوں اپنے ساتھ لے جاؤ جیسی میں سمجھوں گا
کہ تمہارا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ سمندری سفر میں کوئی خطرہ نہیں ہے!

۱۰۔ خط کی تیسری شکل

”قرس پر حملہ کے لئے (بھرتی نہ کرو اور نہ فخر منہ اندازی کے ذریعہ فوج مرتب کرو
بلکہ جو خوشی خوشی جہاد کے لئے تیار ہو جائے اس کو لے جاؤ اور تیاری میں
اس کی مدد کرو۔“

۱۱۔ معاویہ بن ابی سفیان کے نام

قرس کی فتح اور وسیع پیمانہ پر وہاں سے مال غنیمت حاصل کر کے معاویہ کی توجہ اس کے
منظر میں واقع ہونے والے جزیرہ روڈس (RHODES) کی طرف مبذول ہوئی، یہ موجودہ
ترکی کے جنوبی ساحل کے قریب واقع ہے، اس کی لمبائی پینتالیس میل اور زیادہ سے زیادہ
چوڑائی بائیس میل ہے۔ آب و ہوا خوشگوار اور پھل وافر ہیں، عرب تسخیر کے وقت مال غنیمت
سے بھی بھر پور تھا، امیر معاویہ نے عثمان غنیؓ سے حملہ کی اجازت مانگی تو یہ جواب آیا:-

”سمندری فوج کشی میں بڑا خطرہ ہے اور نہیں معلوم اس کا کیا انجام ہو تاہم
اگر تم نے روڈس پر چڑھائی اور اس کی تسخیر کا ارادہ مصمم کر لیا ہو تو پوری احتیاط
اور ہوشیاری سے کام لینا اور خوب غذا کو اپنا شعار بنانے رکھنا۔“

عرب فوج کی ردیوں سے ساحل روڈس کے قریب ایک بڑی بحری لڑائی ہوئی جس
میں طرینین کے بہت سے آدمی مارے گئے بالآخر امیر معاویہ کامیاب ہوئے، عرب فوج جزیرہ
میں داخل ہوئی تو پھر سخت نقصان ہوا، عربوں نے جزیرہ کو تاخت و تاراج کر ڈالا، وہاں کے

لے فوج ابن اعثم کوئی قلعہ ورنہ ۲۶۵ء سے تاریخ کمال ابن اثیر پہلا مصری ایڈیشن ۳۹۱ء -

لے فوج ابن اعثم کوئی قلعہ ورنہ ۳۹۱ء -

بیشتر مدمارے گئے جو بچے سمندر میں بھاگ گئے؛ قیمتی مال و متاع اور بہت سی کینز پر عربوں کے ہاتھ آئیں، یہ سب لے کر امیر معاویہ واپس ہو گئے، کئی برس تک روڈس اڑا بڑا راستہ میں ظلیفہ ہو کر امیر معاویہ نے روڈس کی آباد کاری کی طرف توجہ کی اور کئی درجن عرب خاندان روڈس میں بسے اور اس کی حفاظت کے لئے بھیج دیئے، آہستہ آہستہ جزیرہ میں تجارت اور کاشت ہونے لگی لیکن ابھی بیس سال بھی نہ گزرے تھے کہ ناساعد حالات میں عربوں کو جزیرہ چھوڑنا پڑا اور وہاں بازنطینی حکومت کا عمل دخل ہو گیا۔

۱۲۔ امیر معاویہ اور دوسرے گورنروں کے نام

آپ کا طرز عمل و سیاستی رہنا چاہیے جیسا کہ عمرہ کے عہد میں تھا، آپ کی سیرت میں برائیاں نہ آئی چاہئیں، جن معاملات کا تصفیہ کرنے میں آپ کو وقت پیش آئے وہ ہمارے پاس بھیج دیجئے، ہم اس کے بارے میں قوم سے مشورہ کر کے آپ کو صحیح طریق کار سے مطلع کریں گے، دوبارہ تاکید ہے کہ آپ کے طور طریق دیئے ہی رہنے چاہئیں جیسا کہ عمرہ کے زمانہ میں تھے۔

۱۳۔ ولید بن عقبہ کے نام

شمالی یمن اور مکہ کے شرق میں نجران ایک سرسبز اور خوش حال شہر تھا، یہاں لگبی صدیق عیسائی آباد تھے، انہوں نے اپنی مذہبی اور اقتصادی زندگی کا کافی اچھی طرح منظم کر لی تھی، وہ زراعت اور مختلف صنعتوں سے واقف تھے جیسے پارچہ بافی اور ہتھیار سازی۔ اللہ میں رسول اللہ نے ان کو اسلام کی دعوت دی لیکن وہ ترک مذہب کے لئے تیار نہ ہوئے ان کا ایک وفد مدینہ آیا اور رسول اللہ سے بات چیت کی، اس کے نتیجہ میں یہ طے ہوا کہ نجران کے عیسائی ہر سال رسول اللہ کو چالیس ہزار روپے یا اتنی مالیت کے کپڑے دیا کریں گے اور اس کے عوض رسول اللہ ان کی جان و مال اور مذہب کی حفاظت کا ذمہ لیں گے

اس مضمون کی ایک دستاویز لکھ دی گئی اس سال چھ ماہ بعد رسول اللہ کا انتقال ہو گیا، ابوبکر صدیق حلیف ہوئے تو خجرائی عیسائیوں کا ایک وفد دستاویز کی توثیق نیز اپنی دغا داری کا افراد کرنے مدینہ آیا، ابوبکر صدیق نے دستاویز کی توثیق کر دی، عمر فاروق نے اپنی خلافت کے کئی سال بعد خجرائیوں کو جلا وطن کر دیا، اس کے کئی سبب بیان کئے گئے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ خجرائیوں نے سود کھانا شروع کر دیا تھا جو رسول اللہ سے کئے ہوئے معاہدہ کے خلاف تھا، دوسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ نے وفات کے وقت ان کو ملک سے نکالنے کی وصیت کی تھی، تیسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے بہت سے ہتھیار اور گھوڑے جمع کر لئے تھے جس سے حکومت مدینہ کو ان کی طرف سے خطرہ لاحق ہو گیا تھا، بہر حال عمر فاروق نے ان کو جلا وطن کر دیا، ان کا ایک حصہ شام چلا گیا اور دوسرا اور غالباً بڑا حصہ کوذ کے قریب دیہاتوں میں آباد ہو گیا، عمر فاروق نے عراق و شام کے گورزدوں کو لکھ دیا کہ خجرائیوں کو کاشت کے لئے اتنی زمین دلوائیں جتنی وہ جوت سکیں نیز یہ کہ مسلم و غیر مسلم سب ان کے ساتھ ہمدردی و فراخ دلی سے پیش آئیں، وہ خجرائی جو شام چلے گئے اچھے رہے کیونکہ ان کے دہاں بہت سے ہم مذہب آباد تھے جنہوں نے ان کو کھپایا لیکن کوذ کے پاس آباد ہونے والے خجرائیوں کو کالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، یہاں عیسائی بہت کم تھے اور غیر عیسائی ان کے ساتھ اچھی طرح پیش نہ آئے اور ان کو اپنے علاقہ سے نکالنے کے لئے انہوں نے سرکار مدینہ سے رجوع کیا، یہ واقعہ عمر فاروق کی وفات سے چند دن پہلے کا ہے، انہوں نے شکایت پر جو کارروائی کی اس کی نوعیت کیا تھی یہ ہم نہیں بنا سکتے لیکن اتنا معلوم ہے کہ خجرائیوں کو اپنا گھر چھوڑنا پڑا اور اب وہ کوذ کے قریب ایک دوسرے دیہاتی علاقہ میں منتقل ہو گئے، یہ جگہ کوذ سے کوئی چالیس پچاس میل مشرق میں زیر آبیشی ارمنی دبتاع سے متصل تھی، اس کا نام خجرائیہ پڑ گیا، چند ہی سال گزرے تھے کہ یہاں کی فضا بھی ان پر تنگ ہو گئی اور صفائی بائندوں نے ان کو نکالنے کے لئے عثمان غنیؓ سے شکایت کی، دوسری طرف خجرائیوں کا بھی

ایک وفد مسیحی میں خلیفہ سے ملا اور اپنی شکایتیں پیش کیں، ان کی ایک شکایت یہ تھی کہ
 نیماحول ان کو موافق نہیں ہے، ان کو ستایا اور ذلیل کیا جاتا ہے، دوسری شکایت اس
 بات کی تھی کہ ان کے بہت سے جموطنوں کے ادھر ادھر کبھر جانے سے ان کی اجتماعی آمدنی
 اتنی کم ہو گئی ہے کہ ان کو معاہدہ کے سالانہ چالیس ہزار روپے فراہم کرنے میں دقت ہوتی ہے
 عثمان غنی نے ان کی باتیں ہمدردی سے سنیں اور ولید بن عقبہ کو جو کوفہ کے گورنر تھے یہ
 فرمان بھیجا:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم، عبداللہ عثمان امیر المؤمنین کی طرف سے ولید بن عقبہ کو
 سلام علیک، میں اس معبود کا سپاس گزار ہوں جس کے سوا کوئی دوسرا عبادت
 کے لائق نہیں، واضح ہو کہ اسقف (بشپ) عاقب (VICAR) اور بخیانیوں
 کے اکابر جو اس وقت عراق میں مقیم ہیں، مجھ سے ملے اور اپنی مشکلات کی
 شکایت کی اور مجھے عمر کی وہ تحریر دکھائی جس میں انہوں نے میں میں متروک
 ارمینی کے عوض بخیانیوں کو عراق اور شام میں ارمینی دینے کا حکم دیا تھا، تم
 اس بدعنوانی سے بگی واقف ہو جو مسلمانوں نے ان کے ساتھ کی ہے، ان
 سب باتوں کے پیش نظر میں نے ان کے جزیہ میں تین قتلے (چھ سو روپے سالانہ)
 کی تخفیف کر دی ہے اور میں سفارش کرتا ہوں کہ ان کو وہ سب ارمینی دے
 دی جائے جو عمر نے ان کو عراق میں دلوائی تھی، اس کے علاوہ لوگوں کو اچھی
 طرح سمجھا دو کہ ان کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئیں کیونکہ یہ ذمی ہیں جن کے
 ساتھ منسلک سلوک کا ہم نے ذمہ لیا ہے، اس کے علاوہ میری ان لوگوں سے پرانی
 واقفیت بھی ہے، تم وہ تحریر خود بھی دیکھنا جو عمر نے ان کو لکھ کر دی تھی اور جو
 وعدہ اس میں کیا گیا۔ ہے اس کو پورا کرنا، پڑھنے کے بعد یہ تحریر بخیانیوں کو دکھانا

(تا کہ بوقت ضرورت ان کے کام آئے، والسلام)

۱۴۔ خط کی دوسری شکل

ذامع ہو کہ عاقب اُسُفُت اور اکابرِ نجران میرے پاس رسول اللہ کی دستاویز لائے اور عمر بنی دہ تحریر مجھے دکھائی جس میں نجران کی مسز دکر ارہنی کے بدلے عراق میں ان کو زمین دینے کا وعدہ ہے، میں نے عثمان بن حنیف (افسر لگان عراق) سے نجرانیوں کی موجودہ زمینوں کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے تحقیق کر کے مجھے بتایا ہے کہ یہ زمینیں عراق کے زمینداروں کی ہیں اور ان کے نکلنے سے زمینداروں کو نقصان ہو رہا ہے، میں نے خدا کی خوشنودی کی خاطر نجرانیوں کی مسز دکر ارہنی کے بدلہ ان کے سالانہ جزیہ سے دو سو خطے (چار ہزار روپے) کی کمی کر دی ہے، میں ان کے ساتھ اچھے برتاؤ کی سفارش کرتا ہوں کیونکہ وہ ہماری حفاظت میں آچکے ہیں علیہ

اس فرمان کے زیر اثر نجرانیوں کی تکلیفیں کس حد تک دور ہوئیں یہ بتانے سے ہم قاصر ہیں لیکن قرآن سے یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنے نئے گھراؤروں کے حالات سے مطمئن نہ تھے چنانچہ پانچ چھ برس بعد جب علی حیدر نے کوفہ کو اپنی حکومت کا مرکز بنایا تو یہ لوگ اُن سے ملے اور بڑی منت سماجت سے درخواست کی کہ ہمیں نجران واپس جانے کی اجازت دے دیجئے، ہم کو یہاں بہت تکلیف ہے، لیکن علی حیدر نے یہ کہہ کر ان کو خاموش کر دیا کہ کان عمر دشید الأمر و انا کما خلا فہ۔

علی حیدر کے بعد امیر معاویہ خلیفہ ہوئے تو نجرانی اکابر ان سے ملے اور اپنی مشکلات پیش کیں اور بتلایا کہ ہمارے نجرانی ہموطن ہر طرف منتشر ہو گئے ہیں، ان میں بہت سے مرچکے اور ان کی ایک خاصی تعداد مسلمان ہو چکی ہے لہذا ہمارا جزیہ کم کر دیجئے، امیر معاویہ نے چار ہزار روپے کی تخفیف کر دی اور اب ان کے ذمہ کل تیس ہزار رہ گئے، کوئی پچاس

سال بعد بخیرانی اپنی قلب تہداد اور مصاشی بد حالی کا شکوہ کرنے خلیفہ عربین عبدالعزیز کے پاس آئے، انہوں نے ان کی آبادی کا شمار کرایا تو وہ پہلے کی نسبت صرف دس فیصد نکلی یعنی عرفاروفن کے عہد میں اگر وہ چالیس ہزار تھے تو اب چار ہزار سے زیادہ باقی تھے، عربین عبدالعزیز نے ان کا جزیہ گھٹا کر آٹھ ہزار کر دیا، ان کے بعد عراق کے اموی گورنروں نے یہ رقم بڑھا دی لیکن جب عباسی حکومت کا دور شروع ہوا تو منصور اور رشید نے اس کو گھٹا کر پھر آٹھ ہزار کر دیا۔

جیسا کہ قارئین نے محسوس کیا ہو گا مذکورہ بالا دونوں دستاویزیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں، پہلی میں بخیرانیوں کے ساتھ مسلمانوں کی بد سلوکی کا شکوہ ہے جو دوسری میں نہیں، یہ بد سلوکی کس نوعیت کی تھی ہمارے رپورٹر نہیں بتاتے، بہت ممکن ہے مسلمانوں نے بخیرانیوں کو ان کی اراضی سے بے دخل کر دیا ہو اور شاید اسی وجہ سے دستاویزیں یہ مصاشی ہے کہ بخیرانیوں کو وہ اراضی دے دی جائے جو عرفاروفن نے ان کو کوذ کے مصافات میں کاشت اور رہائش کے لئے دلوائی تھی، اس مصارف کا دوسری دستاویز میں مطلق ذکر نہیں اس میں تو ایک بالکل ہی نئی بات ہے اور وہ یہ کہ خلیفہ نے عراق کے کثیر مالگذاری سے تحقیقاً کی تو اس نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ ان زمینوں کے منگل جانے سے جن کو بخیرانی کاشت کرتے رہے تھے عراق کے زمینداروں کو جو ان زمینوں کے اصلی مالک تھے انقصان ہو رہا ہے، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کثیر کی اس رپورٹ پر خلیفہ نے بخیرانیوں کو ان کی اراضی واپس دینے کا ارادہ ترک کر دیا اور ان کے سالانہ خراج میں تخفیف ہی پر اکتفا کیا، تیسرا اختلاف یہ ہے کہ پہلی دستاویز میں بخیرانیوں کے خراج میں صرف چھ سو درہم کی کمی گئی ہے لیکن دوسری میں اس رقم کے چھ گنے سے زیادہ یعنی چار ہزار کی۔

اس طرح کا اختلاف اور تناقض میسا کہ ہم مقدمہ میں واضح کر چکے ہیں عربی تاریخ کی

کی نمایاں خصوصیت ہے کیونکہ یہ تاریخ داروں کی معرفت ہم تک پہنچی ہے، راویوں کے الگ الگ اسکول تھے اور ہر اسکول کے اصول روایت عقلی و اخلاقی سطح اور فقہی مسلک ایک دوسرے سے مختلف ایہ اختلاف بیان کردہ واقعات کی شکل اور ہیئت پر گہرا اثر ڈالتا تھا۔ یہ ایسے مخلوط ہیں زیادہ نمایاں نظر آتا ہے جن کا مضموع مالی معاملات اور منافع ہوتے ہیں۔

۱۵۔ ولید بن عقبہ کے نام

ولید بن عقبہ کی گورنری کے اداریوں کو ذہن کے چند سر بھروں نے ایک شخص کے گھر شب میں نقب لگایا، وہ شخص بیدار ہو گیا اور پڑوسیوں کو بلانے کے لئے اُس نے جیٹنا شروع کیا نقب زنوں کو یہ بات اتنی بری لگی کہ انہوں نے اس کو جان سے مار دیا، اس اثنائے میں اس پاس کے کچھ لوگ مدد کو آ گئے اور انہوں نے گھیرا ڈال کر نقب زنوں کو پکڑ لیا، ان کو گورنر کو نہ ولید بن عقبہ کے سامنے پیش کیا گیا، ولید نے قید میں ڈال دیا اور ضلیفہ کو کیس کی پوری روداد لکھ بھیجی، عثمان غنیؓ نے حکم دیا کہ نقب زنوں کو تنس کی پاداش میں موت کی سزا دی جائے، ایسا ہی کیا گیا، نقب زنوں کے باپ اور عزیز و اقارب جاہلی عرب دستور کے مطابق ولید سے انتقام لینے کے درپے ہو گئے، انہوں نے ولید کے خلاف مہم شروع کر دی اور ایسے بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ کر لیا جن کو ولید یا عثمان غنیؓ سے کد تھی، ولید پر شراب نوشی کی تہمت ابھی لوگوں نے لگائی اور چونکہ ولید کے مکان پر پہرہ یا کوئی گیٹ نہ تھا اور ہر شخص کو ضرورت پڑنے پر اندر آنے کی اجازت تھی، یہ لوگ اس صورت حال سے فائدہ اٹھا کر ان کی انجلی سے جب وہ سوئے ہوئے تھے وہ انگوٹھی نکال لے گئے جس سے سرکاری ہر لگائی جاتی تھی اور مشہور کیا کہ ولید کی بے ہوشی کے عالم میں ہم نے ایسا کیا ہے، مخالفت کی یہ مہم چلی ہوئی تھی کہ ولید کے پاس ایک جادوگر لایا گیا، ولید نے اس سے پوچھ گچھ کی تو اس نے اپنے جادوگر ہونے کا اعتراف کیا اور اس اعتراف کی تائید میں اس نے جادو کا یہ کربت دکھایا کہ گدھے کی دم سے داخل ہوا اور اس کے منہ سے نکل آیا، ولید نے فقیر عبداللہ بن مسعود سے جو کوفہ

میں معلم قرآن تھے رجوع کیا تو انہوں نے جادوگر کو قتل کرنے کا فتویٰ دیا، اس فتویٰ پر ملک اندھ نہیں ہوا تھا کہ یہ انوہ گرم ہو گئی کہ ولید جادوگر کا تماشہ دیکھتا ہے، منتقم گردہ کے ایک فرد نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا، اس کا نام جندب تھا اور اس کا لڑکا ان نقب زنوں میں سے تھا جن کو عثمانؓ نے قتل کر دیا تھا، یہ جادوگر کے پاس گیا اور اس کو خوب مارا لیکن جیل اس کے کردہ جادوگر کا خاثر کر دے اس کو گرفتار کر لیا گیا، اس واقعہ کی رپورٹ ولید نے عثمانؓ کی کتبھی اور ان سے پوچھا کہ جندب کو کیا سزا دی جائے تو جواب آیا:-

جندب سے حلف ہو کہ اس کو اس بات کا علم نہ تھا کہ تم جادوگر کو سزا دینے کا فیصلہ کر چکے مے نیز یہ کہ وہ سچے دل سے یہی سمجھتا تھا کہ جادوگر کو سزا نہیں دی جائے گی، پھر اس کو مناسب سزا دے کر چھوڑ دو، لوگوں کو تاکید کرو کہ لوگ ان درجن کی بنیاد پر کوئی کام نہ کریں (اور قاتلون اپنے ہاتھ میں نہ لیں) کیونکہ ہم خود مجرم اور قاتل کو سزا دیں گے۔

۱۶۔ اہل کوفہ کے نام

بظاہر یہ خط بھی ایک جادوگر کے بارے میں ہے، راوی نے اس کے کرتوتوں کے لئے سحر کی جگہ لفظ نیز سحر (نیرنگ) استعمال کیا ہے جس کے معنی شعبدہ بازی، نظر بندی اور کبھی جادو کے بھی آتے ہیں، ممکن ہے یہ شخص جادوگر نہ ہو بلکہ محض نظر اور ہاتھ کے کرتب دکھاتا ہو، اسناد اس کی اور سند کرہ بالا خط کی بالکل ایک ہے اور دونوں کا زمانہ نگارش بھی قریب قریب ہے لیکن دونوں کا مضمون بالکل مختلف ہے، پہلے خط کے ضمن میں جادوگر کا نام نہیں دیا گیا لیکن اس خط کے مقدمہ میں شعبدہ باز کے نام کی تصریح کر دی گئی ہے، خط کا سیاق و سباق اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ عثمانؓ غنیؓ کو خبر ملی کہ کعب بن جندب نامی ایک شخص نیزنگ کرتا ہے، انہوں نے ولید بن عقبہ کو لکھا کہ کعب سے استفسار کیا جائے اور اگر وہ شعبدہ باز ہونے کا اقرار کرے

تو اس کو سخت سزا دی جائے، ولید نے کعب کو بلا کر انکو اُری کی تو اس نے کہا: میں جادو نہیں کرتا، ہاتھ کی صفائی اور کرب و کھانا ہوں جس سے لوگ خوش ہوتے ہیں اور ان کا دل بہلتا ہے، تاہم کعب کو مناسب سزا دے دی گئی۔ اس واقعہ کے چند روز بعد عثمان غنی کا یہ فرمان موصول ہوا۔

”آپ کے سامنے بخیہ زندگی کا نمونہ پیش کیا گیا ہے، اس لئے بخیگی سے رہیے اور سحر و سحر سے بچئے۔“

۱۷۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح

۳۲۵ھ اور بقول بعض ۳۲۷ھ میں جب عمرو بن عامر نے مصر کی گورنری سے استعفا دے دیا تو عثمان غنی نے عبداللہ بن سعد کو جو عمر کے زمانہ سے مصر کے وزیر مالیات تھے گورنر مقرر کر دیا۔ ۳۲۷ھ میں عمرو بن عامر نے مصر کی غزنی سرحد محفوظ کرنے کے لئے ساحل سمندر سے متصل اس وسیع ملک پر جو طرابلس تک پھیلا ہوا تھا اور جس کے حدود قریب قریب وہی تھے جو عصر حاضر میں لیبیا کے ہیں بذریعہ معاہدہ قبضہ کر لیا تھا، یہ بازنطینی حکومت کا صوبہ تھا، اس سے متصل مغرب میں تاساجل سمندر ایک اور بازنطینی صوبہ تھا جس کو افریقیہ کہتے تھے اور جس پر موجودہ تونس، الجزائر اور مراکش کا اطلاق ہو سکتا ہے، عمرو بن عامر اسکندریہ سے کوئی ڈیڑھ ہزار میل دور آچکے تھے لیکن ان کے حوصلے اب بھی جوان تھے اور وہ افریقیہ کو بھی سحر کرنا چاہتے تھے، انہوں نے اس کی اجازت مانگی لیکن عمر فاروقؓ نے اجازت نہ دی اور لکھا:-

”افریقہ اختلاف و نزاع کا ملک ہے، یہاں کے لوگ عذار ہیں، میں جب

تک زندہ ہوں اس پر کوئی فوج کشتی نہیں کر سکتا۔“

عثمان غنی نے خلیفہ ہو کر عربوں میں حزبیت، تشنّت اور افترا کا بڑھتا ہوا رجحان

دیکھا جس کی ایک اہم وجہ فرصت اور بے عملی تھی تو انہوں نے ان کو معصوم و مشغول رکھنے کے لئے جہاد اور فتوحات کا ایک منصوبہ بنایا، اس منصوبہ میں افریقیہ (تونس، الجزائر اور مراکش) کی فتح بھی شامل تھی، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح مصر کے گورنر ہوئے تو عثمان غنیؓ نے ان کو افریقیہ پر فوج کشی کرنے کو کہا اور اس اہم کسے لئے مدینہ سے فوج بھیجے گا بھی وعدہ کیا مختلف دستوں کی بنا پر عبداللہ ظلیف کی خواہش کو عملی جامہ نہ پہنا سکے، عثمان غنیؓ سے زیادہ زحمت کا گیا اور انہوں نے عبداللہ میں حرارت عمل پیدا کرنے کے لئے ایک طرف مدینہ سے کافی فوج بھیج دی جس میں صحابہ کے علاوہ صحابہ کے لڑکوں اور اقارب کی خاصی تعداد تھی اور دوسری طرف انہوں نے عبداللہ کو جس دہائی غنیمت کا پانچواں حصہ جو مرکز کے لئے مخصوص تھا، کا خمس بطور انعام دینے کا وعدہ کیا، عبداللہ کافی بڑی فوج لے کر روانہ ہوئے اور افریقیہ کے بارنہطی گورنر کو شکست دی، مال غنیمت کے چار حصے فوج نے آپس میں بانٹ لئے اور پانچواں حصہ حکومت مدینہ کے لئے الگ کر دیا گیا، خمس کا خمس عبداللہ بن سعد پہنچی سرح نے خود لے لیا جیسا کہ عثمان غنیؓ نے ان سے وعدہ کیا تھا، یہ بات فوج کو ناگوار ہوئی اور خاص طور سے مدینہ سے آئے لوگوں نے اس کو زیادہ محسوس کیا کیونکہ عبداللہ عثمان غنیؓ کے رضاعی بھائی تھے اور یہ بات پہلے سے مدینہ کے لوگوں کو کھلم کھلا رہی تھی کہ عثمان غنیؓ کی گنہگاروں کی سلام لے رہے ہیں عبداللہ نے پانچواں حصہ لے کر باقی خمس اور ایک وند فتح کی رپورٹ دینے مدینہ بھیجا، وند نے عبداللہ کی شکایت کی اور خمس انھیں پراعتراض کیا، عثمان غنیؓ نے کہا: میں نے افریقیہ پر فوج کشی کرنے کی صورت میں عبداللہ کو یہ حصہ بطور انعام دینے کا وعدہ کیا تھا، اگر آپ لوگوں کو ناگوار ہو تو میں ان سے یہ حصہ واپس لے لوں گا، وند نے کہا: واقعی ہم کو ناگوار ہی ہے آپ یہ عطیہ ان سے واپس لے لیجئے اور چونکہ وہ ہماری اس شکایت سے ناراض ہو کر ہم کو یقیناً نقصان پہنچانا چاہیں گے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ آپ ان کو افریقیہ سے ہٹالیں، عثمان غنیؓ نے ان کے دونوں مطالبے مان لئے اور عبداللہ کو یہ خط بھیجا:

افریقہ پر کسی ایسے شخص کو جو تہارے خیال میں مناسب ہو اور جس پر مسلمانوں کو کبھی اعتماد ہو، گورنر مقرر کر دو اور خمس کا پانچواں حصہ جو میں نے تم کو بطور انعام دیا تھا، غریبوں میں تقسیم کر دو، میرے اس فعل سے مسلمان ناخوش ہیں؟

اس سلسلہ میں ایک دوسری اور زیادہ شہور لیکن ضعیف روایت یہ ہے کہ عثمان غنیؓ نے خمس افریقہ اپنے سکریٹری اور داماد مروان بن حکم کو عطا کیا تھا، اس روایت پر ہم مقدمہ میں جہاں عثمان غنیؓ پر اعتراضات کا جائزہ لیا گیا ہے، تبصرہ کر چکے ہیں، یہی پہلی روایت جس کے بموجب عثمان غنیؓ نے عبداللہ بن ابی سرح کو خمس الخمس عطا کیا تھا تو اگر یہ صحیح بھی ہو تو اس کی نظیر عمر فاروقؓ کے عہد میں موجود تھی اور یہ کوئی مسافر اور غیر سنون ساکنہ نہیں تھا، عمر فاروقؓ نے ایک سردار اور صحابی جریر بن عبداللہ بنجلی اور ان کے قبیلہ کو عراق کی جنگ بویب میں شرکت کی ترغیب کے لئے خمس کا چوتھا حصہ پیش کیا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ ترغیبی پیش کش کل مزد و عہد عراق (سواد) کے چوتھائی حصہ پر مشتمل تھی، نیز یہ کہ جریر عملاً تین سال تک اس حصہ کا لٹان بھی وصول کرتے رہے تھے۔

۱۸۔ عبداللہ بن ابی سرح کے نام

خط نمبر ۱ اور اُس کا سیاق و سباق سیف بن مر کی روایت پر مبنی ہے، فتوح ابن اعم کے راوی بالکل مختلف سیاق و سباق پیش کرتے ہیں اور ایک ایسا خط جو سیف کے خط سے قطعاً میل نہیں کھاتا، ہمارے خیال میں ابن اعم کی رپورٹ زیادہ مستند اور لائق اعتماد ہے، اس کے مطابق افریقہ پر حملہ کی خواہش عثمان غنیؓ نے نہیں بلکہ خود عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے کی تھی، جیسا کہ تارمین کو معلوم ہے عبداللہ کا تعلق بنی ثبیہ سے تھا اور جس طرح بنو امیہ اور بنو ہاشم کے درمیان رقابت و مناسبت کی

۱۔ سیف بن عمر تاریخ الامم ۴۱۵ - ۲۔ الکفار نکلائی الخلیفہ علی دارالکتب قاہرہ ۱۹۵۹ء وفتن البلدان

۳۔ ۲۶۸ - ۲۶۹ دکن الاموال تاج بن سلام مصر ص ۶۱ -

کی روح کارفرما تھی اسی طرح بنو امیہ کے متنازعہ گمانوں میں بھی ایک دوسرے سے پیش قدمی کی جذبہ نہایت طاقتور تھا، عثمان غنی کی خلافت کے تیسرے چوتھے سال گورنر شام امیر معاویہ نے بحر متوسط کے کئی جزیرے فتح کر لئے تھے اور حال میں ان کی فوجیں باز نطینی پایہ تخت قسطنطینیہ تک بڑھ گئی تھیں، ان فتوحات اور عسکری کارروائیوں میں بہت سامانِ غنیمت ان کے ہاتھ لگا تھا، دوسری طرف گورنر کوفہ ولید بن عقبہ نے آذربائیجان اور آرمینیا میں ترک تازی کر کے عربی قلعہ و کاڈارہ بڑھا دیا تھا اور بڑی مقدار میں مالِ غنیمت سے بہرہ ور ہوئے تھے اپنے خاندانی حریفوں کی ان کارروائیوں کو دیکھ کر عبداللہ بن سعد کیسے خاموش بیٹھتے، انہوں نے افریقہ (تونس، الجزائر اور مراکش) کو مسخر کرنے اور وہاں سے مالِ غنیمت حاصل کرنے کا منصوبہ تیار کیا اور عثمان غنیؓ کو لکھا کہ یہ علاقہ بہت دو ٹوند ہے اور چونکہ یہاں کی حکومت کمزور ہے اس پر آسانی سے قبضہ کیا جاسکتا ہے، عثمان غنیؓ ہچکچائے اور عبداللہ کو لکھا :-

افریقہ پر حملہ کرنا مناسب نہیں، امیر المومنین عمرؓ کو میں نے کہتے سنا ہے کہ اپنے جیسے ہی میں کسی مسلمان کو افریقہ پر حملہ نہ کرنے دوں گا، ان کو افریقہ پر فوج کشی ناپسند تھی اس لئے میں بھی ناپسند کرتا ہوں، میں نہیں چاہتا کہ مسلمان اس ساحل علاقہ میں جا کر سرگرداں اور پریشان ہوں!

اس سلسلہ سے عبداللہ کی حوصلہ شکنی تو ضرور ہوئی لیکن انہوں نے فوج کشی کا ارادہ ترک نہیں کیا، کچھ دن خاموش رہ کر انہوں نے تونس پر ترک تازی کے لئے رسالے بھیجے جو بہت سامانِ غنیمت لے کر واپس ہوئے، عبداللہ نے غمّس کے ساتھ مرکز کو ایک رپورٹ بھیجی جس میں تونس کی اس تازہ ترک تازی، وہاں کی دولت اور آسان فتح کا بڑے پرجوش انداز میں ذکر تھا، عثمان غنیؓ کی ہمت ٹوٹ گئی، انہوں نے عبداللہ کو فوج کشی کی اجازت

دے دی اور مدینہ سے صحابہ اور ان کے جوان لوگوں کا ایک بڑا دل بھیجا، آنے والی جنگ میں جو مال فینت عربوں کے ہاتھ آیا اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ غمٹس نکالنے کے بعد بیس ہزار فوج کے ہر سوار کو پندرہ ہزار اور ہر پیادہ سپاہی کو پانچ ہزار روپے کا حصہ ملا، اس شکست سے بوکھلا کر افریقیہ کے رئیسوں نے عربوں سے یہ معاہدہ کر لیا کہ وہ ان کو سالانہ چھ ہتھ لاکھ روپے دیا کریں گے اور عرب اپنے علاقہ کو لوٹ جائیں گے اور ان کے ملک پر حملہ نہیں کریں گے، یہ معاہدہ کر کے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح معر واپس چلے آئے۔

۱۹۔ آندلس پر چڑھائی کرنے والے مجاہدوں کے نام

سیف بن عمر کی رائے ہے کہ آندلس عثمان غنیؓ کے زمانہ میں اور براہ راست ان کے حکم سے فتح ہوا، زیادہ مقبول اور مستند قول یہ ہے کہ اس کو طارقؓ نے ۹۲ھ میں فتح کیا تھا جب شمالی افریقہ پر عربوں کا اجمعی طرح عمل دخل ہو گیا تھا، سیف بن عمر کا تعلق کوثر کے ایک ایسے مدرسہ تاریخ سے ہے جو سنی اسلامی جوش اور عرب قومیت کے نشہ سے سرشار تھا، سیف کا انتقال ہارون الرشید کے عہد میں ۱۱۷ھ کے لگ بھگ ہوا، اردوہ اور ابتدائی فتوحات اسلام پر دو کتابوں کے مصنف بھی تھے جو خود قنابدہ ہو گئیں لیکن بعد کے مورخوں، بالخصوص ابو جعفر طبری نے ان سے خوشہ مبینی کی ہے، سیف کے بیانات اگرچہ بالعموم مفصل اور مربوط ہوتے ہیں اور اس اعتبار سے دوسرے رُداۃ کی نسبت قاری کے لئے دلکش اور اطمینان بخش لیکن تحقیق کی میزان میں ان کا وزن ہلکا ہوتا ہے، ان پر مبالغہ جھوٹ اور وضع کی طبع کاری ہوتی ہے، ان کا مقصد عرب تاریخ میں عظمت اور شان پیدا کرنا ہوتا ہے، ہمارے خیال میں فتح آندلس سے متعلق سیف کی عمل اور مبہم رپورٹ درست نہیں اور اس لئے اس سے متعلق خط بھی یقیناً جعلی ہے، یہ تو آپ خطبہ

میں جس کی روایت بھی سیف کے مدرسہ کی طرف سے ہوئی ہے بڑھ چکے ہیں کہ عثمان غنیؓ کے پاس شمس افریقہ جمع کرنے جو وفد آیا تھا اس نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو شمالی افریقہ سے ہٹانے کی مانگ کی تھی جس کو عثمان غنیؓ نے منظور کر لیا تھا، عبداللہ شمالی افریقہ میں وہ نائب مقرر کر کے مصر واپس چلے گئے، ان کا نام عبداللہ بن نافع بن حصین اور عبداللہ بن نافع بن عبدالمعتس ہے، یہ کون تھے؟ ہم نہیں بتا سکتے، رجال کی کتابوں میں ان کا کوئی ذکر نہیں، تاہمی ہو سکے ہیں لیکن خلفائے راشدین کے زمانہ میں کمانڈری اور گورنری باہم مجاہدوں کے نام یہ مراسلہ بھیجا جو اس ڈیوٹی کے لئے منتخب کئے گئے تھے۔

واقع ہو کہ متطہینہ اُنڈس کی راہ سے فتح ہو گا، اگر تم نے اُنڈس سخر کر لیا تو تم فاتحین متطہینہ کے اجر میں شریک ہو جاؤ گے، والسلام

۲۰۔ خط کی دوسری شکل

”واقع ہو کہ متطہینہ براہ اُنڈس فتح ہو گا۔“

۲۱۔ ابو موسیٰ اشعری کے نام

اسلام سے پہلے ابو موسیٰ اشعری تجارت کرتے تھے، وہ بحر قلم کے ساحلی مقامات، جزیروں اور ملک حبش کا سفر بھی کر چکے تھے، سیاحت اور تجارت سے ان کا ذہنی افق وسیع ہو گیا تھا اور دنیوی معاملات کی سوجھ بوجھ پیدا ہو گئی تھی، سلسلہ میں ان کو رسول اللہؐ نے بن کے جنہ مصلوں میں اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا اور عمر فاروقؓ نے سلسلہ میں ان کو بعروہ کا گورنر مقرر کیا، سلسلہ سے سترہ تک جب عمر فاروقؓ کا انتقال ہوا وہ اسی عہدہ پر فائز رہے اور اس اثنا میں کئی بار وہیں لے کر خوزستان اور فارس میں فتوحات کے لئے بھی گئے، چونکہ پرانے تجربہ کار اور کارگزار صحابی تھے، عثمان غنیؓ نے خلیفہ ہو کر ان کو برقرار

رکھا اور ۲۲ھ سے ۲۳ھ تک وہ حکومت بصرہ کے سربراہ رہے، ۲۴ھ میں خوزستان کے گردوں نے بغاوت کی تو انہوں نے جہاد کا اعلان کر دیا اور بصرہ کو بے پایادہ اسہم پر جا کر عند اللہ ماجور ہونے کی ترغیب دی، اُن میں سے کچھ بخوشی اور کچھ بادلِ ناخواستہ بیدل جانے پر راضی ہو گئے، لیکن چلتے وقت جب انہوں نے دیکھا کہ گورنر کا سامان چالیس خچروں پر لدا ہوا ہے تو وہ بہت برہم ہوئے، اُن کی طرف سے ایک گروہ کے دل میں پہلے ہی سے کدورت موجود تھی، یہ لوگ ایک دُغے کر عثمان غنیؓ کے پاس گئے اور کہا کہ ابو موسیٰ کو معزول کر دیجئے، ہم ان سے عاجز آ گئے ہیں، وہ بڑے کنبہ پر در اور قبیلہ نواز ہیں، وہ ذکی خواہش تھی کہ کوئی جوان گورنر بنے تاکہ اس کو اپنے اثر میں رکھ سکیں اور وہ حکومت کے معاملات میں ان کا دست نگر رہے، عثمان غنیؓ نے ان کی عرضداشت منظور کی اور عبداللہ بن عامر کو گورنر مقرر کیا، عبداللہ بچیس سالہ جوان اور عثمان غنیؓ کے ماموں زاد بھائی تھے، یہ کوئی بڑے مدبر تو نہ تھے لیکن ان کے مزاج میں نرمی اور فیاضی بے حد تھی اور یہ وہ صفات تھے جن کو عربوں میں بڑی مقبولیت حاصل تھی، اس موقع پر عثمان غنیؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو یہ مراسلہ بھیجا:-

”میں تم کو نااہلی یا بددیانتی کی وجہ سے برطرف نہیں کر رہا ہوں، مجھے معلوم ہے کہ تم کو رسول اللہؐ، ان کے بعد ابوبکرؓ اور پھر عمرؓ نے عہدے دیئے تھے میں تمہاری اعلیٰ خدمات سے واقف ہوں، مجھے اس بات کا بھی پورا شعور ہے کہ تمہارا تعلق ہاجرین اولین میں سے ہے، تم کو ہٹانے کی وجہ یہ ہے کہ میں عبداللہ بن عامرؓ سے اپنا رشتہ بنا ہونا چاہتا ہوں، میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ وہ ان پہنچ کر تم کو پندرہ ہزار روپے کا عطیہ دیں!“

اس خط کو پڑھ کر قارئین حیران ہوں گے کیونکہ اس میں اور اس کے مقدمہ میں کھلایا

تناقص ہے، مقدمہ میں ابو موسیٰ اشعری کی برطرفی کا سبب اہل بعصرہ کی شکایت بتائی گئی
 گئی ہے اور خط میں قرابت داری کو اس کا محرک قرار دیا گیا ہے، تناقص کی وجہ یہ ہے
 کہ خط اور مقدمہ کے راوی اور ماخذ الگ الگ ہیں اور جیسا کہ قارئین کو معلوم ہے
 اختلاف رواۃ سے عربی تاریخ و حدیث میں ایک ہی مضمون کبھی اپنے لفظ اور اسلوب
 کبھی تفصیلات اور کبھی مرکزی خیال میں بدل جاتا ہے، مقدمہ ابن جریر طبری نے اپنی
 تاریخ میں بیان کیا ہے اور خط ابن سعد نے طبقات میں، ہمارا خیال ہے کہ ابو موسیٰ اشعری
 کی مفزولی کا اصلی سبب وفد بعصرہ کی شکایت ہی تھی، راہ خط تو وہ غالباً عثمان غنی کے مخالفوں
 نے توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔

۲۲۔ عبداللہ بن عامر کے نام

عثمان غنی کے عہد میں پہلے بار دنیا سے اسلام میں مہمان خانے قائم ہوئے، عراق،
 شام اور جنوب مغربی ایران میں فتوحات کے بعد امن و قرار کا ماحول پیدا ہو گیا تھا اور
 مسلم و غیر مسلم ایک جگہ سے دوسری جگہ بسلا، تجارت و ملاقات آنے جانے لگے تھے، ان
 لوگوں میں بہت سے ایسے تھے جن کے عزیز یا ہم قبیلہ پردیسوں میں پہلے سے آباد تھے
 اور یہ لوگ ان کے ہاں قیام کیا کرتے، لیکن ایسے افراد کی تعداد بھی کم نہ تھی جن کا پردیسوں
 میں کوئی رشتہ دار یا دوست شناسا نہ ہوتا، ان لوگوں کو وہاں پہنچ کر خوب پریشانی
 اٹھانی پڑتی، مہمان خانوں کی ابتدا ہمارے مورخوں نے اس طرح بیان کی ہے کہ کوثر
 میں جب کوئی قافلہ آتا تو وہاں کے کچھ خیر اندیش لوگ سنا دی کرتے کہ کمن لوگوں کے
 عزیز و اقارب نہ ہوں وہ ہمارے ہاں آکر ٹھہریں گے، ان لوگوں نے شہر میں کئی جگہ مکان
 لے لئے تھے جہاں پردیسوں کو ٹھہرایا جاتا تھا، یہ سترہ کے گگ بھگ کا واقعہ ہے، عثمان
 غنی کو جب معلوم ہوا کہ کوثر میں مہمان خانے کھولے گئے ہیں تو ان کو یہ اقدام پسند آیا۔

اور انہوں نے مدینہ کے مسافروں اور سرکاری عملہ کے لئے اکثر صدقہ و معافوں میں ڈاک بنگلے بنوا دیئے، ذیل کا خط اسی موضوع پر ہے:-

”بصرہ میں ایک مہمان خانہ بناؤ جس میں مدینہ کے مسافر اور ہمارے موالی (رجو تجارت وغیرہ کے لئے جاتے ہیں) قیام کر سکیں۔“

یہ حکم پا کر ابن عامر نے حن کو رفاہی کاموں سے خاص دلچسپی تھی ایک ہی جگہ آئے سائے دو مہمان خانے بنوائے جن میں سے ایک کا نام قنبر عثمان تھا اور دوسرے کا قنبر ملہ۔

۲۳۔ عبد اللہ بن مسعود کے نام

ابو بکر صديق اور عمر فاروق کے عہد میں جزیرہ نماے عرب کے ہزاروں دیہاتی فوج میں بھرتی ہو گئے تھے، عمر فاروق کے زمانہ میں یہ لوگ عراق و شام فتح کر کے بصرہ اور کوفہ میں آباد ہو گئے، جب کہیں بغاوت ہوتی یا نئی فتح کے لئے فوج بھیجی جاتی تو یہ لوگ باری باری سے جایا کرتے لیکن زیادہ تر ان کو فرصت ہی رہتی، حکومت کی طرف سے ان کا راستہ اور تنخواہ مقرر تھی، فرصت اور فراغتانی انسان کے دوست نا دشمن ہیں ان کو باکر کچھ لوگ عیاش ہو جاتے ہیں اور کچھ مفسد، اجتماعی صلاح و توازن کے لئے فراغتانی کے ساتھ فرصت کا جوڑا اکثر مضر ثابت ہوتا ہے جیسا کہ عربوں کے معاملہ میں ہوا عثمان غنی کے خلاف جو تحریک اٹھی وہ فراغتانی کے ساتھ فرصت ہی کی سرہون تھی، رطلہ جو یہ نکتہ سمجھتے تھے کبھی کبھی اپنے ساتھیوں سے کہتے کہ میں تمہارے فقر سے زیادہ تمہاری خوشحالی سے خائف ہوں اور جب وہ حیرانی سے پوچھتے یہ کیوں تو وہ کہتے: اس لئے کہ خوشحالی آتے

ہم آج آپس میں لڑنے لگو گئے۔“ فرصت کے اوقات میں بصرہ اور کوفہ کے فوجی عرب اکثر ٹولیاں بنا کر مل بیٹھتے اور حالات حاضرہ پر گفتگو، تبصرہ اور نقد کیا کرتے، یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ یامر کے قبیلہ بنو حنیفہ کا ایک لیڈر سیلہ تھا جو رسول اللہ کے مقابلہ میں بنی

بن بیٹھا تھا اور جس کی نبوت بنو حنیفہ نے تسلیم کر لی تھی، یہ لوگ اب بکر صدیق کے زمانہ میں اس جوش اور لہجے سے بڑے تھے کہ اسلامی فوج کا بیشتر حصہ مارا گیا تھا، بنو حنیفہ مسلمان ہو گئے تھے لیکن ان میں ایسے افراد اب تک موجود تھے جو میلہ کو عقیدت کی نظر سے دیکھتے تھے، عبداللہ بن مسعود کو جو مذہبی سرکاری معلم قرآن تھے معلوم ہوا کہ بنو حنیفہ کی ایک جماعت میلہ کے مناتب بیان کرتی ہے اور اس کی نبوت کی معترف ہے، انہوں نے اس گروہ کو گرفتار کر لیا اور مرکز سے ان کی شکایت کی تو یہ فرمان آیا،

”ان لوگوں کو دین اسلام اور کلمہ شہادت کی دعوت دو، جو اس دعوت کو مان لے اور میلہ کی نبوت سے توبہ کر لے اس کو چھوڑ دو اور جو ایسا نہ نہ کرے اور میلہ کا قائل رہے اس کو قتل کر دو“

۲۴۔ عبداللہ بن مسعود کے نام

اپنی امارت کو ذکے زمانہ میں ولید بن عقبہ کو روپے کی ضرورت ہوئی، خزانہ کے ٹکڑاں عبداللہ بن مسعود تھے، ولید نے ان سے روپیہ قرض لیا اور ایک وقت مقررہ پر واپس کرنے کا وعدہ کر لیا، یہ کوئی نئی بات نہ تھی، مسلم عرب حکام اپنی ذاتی ضرورت کے لئے خزانہ سے برابر قرض لیا کرتے تھے اور بعد میں ادا کر دیتے تھے، ابوبکر صدیق، عثمان غنی، عثمان غنی شیب و قنقۃ بیت المال سے قرضے لیتے رہتے تھے، عمر فاروق کا جب انتقال ہوا تو ان پر بیت المال کا تینتالیس لاکھ ہزار روپے (چھیالیس ہزار درہم) قرضہ تھا جو ان کی جائیداد سے ادا کیا گیا، کسی مجبوری کے باعث ولید مقررہ ميعاد پر قرضہ ادا نہ کر سکے تو عبداللہ بن مسعود نے ان سے تقاضہ کیا، ولید نے معذرت کی اور کہا ابھی روپے کا بندوبست نہیں ہوا، پھر دسے دوں گا، عبداللہ بن مسعود گھبر گئے اور دونوں میں بدکلامی ہوئی، ولید کو قدرتی طور پر عبداللہ بن مسعود کی سختی ناگوار گذری کیونکہ وہ گورنر تھے اور نگران خزانہ

۱۔ سنن بکری ج ۱/۲ ص ۲۰۱/۸ و کنز العمال ۹/۱ ص ۸۰۔ بقوڑے فرق کے ساتھ۔

اصولاً ان کا ماتحت، ولید نے وہ ترش باتیں جو عبداللہ بن مسعود نے کی تھیں عثمان غنی کو لکھ بھیجیں، وہ آزرده ہوئے اور یہ عتاب آئین خط عبداللہ کو لکھا:-

”واضح ہو کہ تم ہمارے خرابی ہو لہذا اس روپے کے بارے میں ولید کو پریشان نہ کرو جو انہوں نے بیت المال سے لیا ہے۔“

عبداللہ بن مسعود خط پڑھ کر سخت برہم ہوئے، خزانہ کی چابیاں لیں اور ولید کے سامنے لے جا کر پٹ دیں اور بولے: ”میں سمجھتا تھا کہ میں مسلمانوں کا خرابی ہوں مجھے تمہارا خرابی نہیں بننا ہے!“ اس واقعہ نے عثمان غنیؓ کے ساتھ عبداللہ کی وفاداری پر کاری ضرب لگائی اور وہ عثمان غنیؓ اور ان کی حکومت کے بداندیش ہو گئے۔

۲۵۔ ولید بن عقبہ کے نام

کوفہ میں عثمان غنیؓ کے مخالفوں میں تین قسم کے لوگ تھے: ایک وہ جن کو ان سے ذاتی پرغاش تھی دوسرے وہ جو ان کے گورزدوں سے ناخوش تھے اور تیسرے وہ جو ان کو معزول کر کے علی حیدرؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے، اس تیسرے گروہ میں سب سے پہلے بن لوگوں نے عثمان غنیؓ کے خلاف اور علی حیدرؓ کے حق میں پبلک ایجیٹیشن شروع کیا وہ کوفہ کے دو عرب تھے، عمرو بن زرارہؓ نجفی اور کیس بن زیادؓ نجفی، ان دونوں کے باپ صحابی تھے، ایک دن گورنر کوفہ ولید بن عقبہ کو خبر ہوئی کہ عمرو بن زرارہؓ نجفی نے عام جلسہ میں عثمان غنیؓ کو برا بھلا کہا اور علی حیدرؓ کی منقبت بیان کر کے لوگوں سے اپیل کی کہ ان کو خلیفہ بنانے کی کوشش کریں، ولید نے عمرو بن زرارہؓ کی بغاوت انگیز تقریر کی رپورٹ عثمان غنیؓ کو بھیجی تو یہ جواب آیا:-

”ابن زرارہؓ ایک بیہودہ بدو ہے، اس کو کوفہ سے جلا وطن کر کے شام بھیج دو۔“

۲۶۔ عثمان بن ابی العاص ثقفی کو دستاویز

عثمان بن ابی العاص ثقفی طائف کے ایک تاجر کے بیٹے تھے، رسول اللہ نے ان میں صلاحیت دیکھ کر طائف کی گورنری ان کو سونپ دی تھی، اس عہدہ پر وہ بائیس چھ سال فائز رہے، با حوصلہ آدمی تھے، ترقی کے آرزو مند، عمر فاروق نے ان کو بحریں عثمان اور بقول بعض بحرین و یامامہ کا گورنر مقرر کیا، خلیج فارس کا جنوبی ساحل بحرین کہلاتا تھا، اس پر اسلامی حکومت قائم ہو چکی تھی، شمالی ساحل پر ساسانیوں کی حکومت تھی، عثمان ثقفی نے ایک بیڑہ تیار کر کے شمالی ساحل پر فوجیں اتار دیں اور چند شہروں پر قابض ہو گئے انہوں نے یہاں کئی فوجی اڈے بنائے جہاں سے اندرون ساحل کے شہروں پر چڑھائی کیا کرتے تھے، خلیج فارس کا یہ شمالی ساحل ساسانی حکومت کے صوبہ فارس کا حصہ تھا، اس کی حدیں مشرق میں کرمان اور مغرب میں خوزستان (اہواز) سے ملی ہوئی تھیں، صوبہ فارس میں پہاڑ، دریا اور قلعے بہت تھے، اس وجہ سے یہاں تسخیر کا کام بہت دشوار تھا، تاہم عثمان ثقفی برابر آگے بڑھتے رہے حتیٰ کہ وسط صوبہ تک پہنچ گئے اور اگلے چند سال میں انہوں نے اس کا بیشتر حصہ فتح کر لیا، غالباً ۳۵ھ میں ان کو عثمان غنیؓ نے معزول کر دیا، معزولی کے صحیح اسباب ہمیں معلوم نہیں لیکن فرائض سے اندازہ ہوتا ہے کہ بصرہ کے نئے گورنر عبداللہ بن عامر بن کریر کے اشارہ سے ایسا کیا گیا، عہد اللہ اسی سال یا کچھ پہلے گورنر ہوئے تھے، نو عمر اور ہانگ آدنی تھے، ان کی تسامحی کہ مملکت فارس کے غیر معینہ علاقوں کی فتح کا سہرا ان ہی کے سر بندھے، معزولی کے بعد عثمان ثقفی بصرہ میں آباد ہو گئے۔

مدینہ میں عمر فاروق نے مسجد نبوی سے قریب عثمان ثقفی کے لئے ایک مکان خریدا تھا، غلہ میں شام سے لوٹ کر جب انہوں نے مسجد کی دیواریں پکی کرائیں اور اس کا رقبہ بڑھایا تو یہ مکان مسجد سے بے حد قریب ہو گیا، ۳۵ھ میں عثمان غنیؓ نے مسجد کی

توسیع و تجدید کرانی تو عثمان ثقفی کا مکان اس میں منم کر دیا گیا، عثمان غنی بے حد فراخ دل آدمی تھے، انہوں نے عثمان ثقفی کے دو ہرے خسارہ (معزولی مکان) کے لئے بصرہ کے پاس ان کو کافی جائیداد اور اراضی عطیہ کی جس کا اندازہ ہمارے بعض مورخین دس ہزار جریب لگاتے ہیں، اس عطیہ کی انہوں نے ایک دستاویز کے ذریعہ توثیق کی جیسا کہ ابھی آپ پڑھیں گے اور اپنے گورنر بصرہ عبداللہ بن عامر کو لکھا کہ حسب دستاویز عثمان ثقفی کو اراضی دے دیں۔

دستاویز

”بسم اللہ الرحمن الرحیم، عبداللہ عثمان امیر المومنین کی طرف سے عثمان بن ابی العاص ثقفی کو یہ دستاویز دی جاتی ہے کہ میں نے تم کو مندرجہ ذیل جائیداد اور اراضی دی ہے: (۱) شط (۲) اُبَد کے سامنے والا مقابلہ؛ نامی گاؤں (۳) وہ گاؤں جو پہلے زیر آب تھا لیکن جس کو (ابو موسیٰ) آشوری نے قابل کاشت بنالیا تھا، (۴) شط کے سامنے والی زیر آب اراضی و جنگلات، جزیرہ اور دبر جابلے کے مابین ان دو قبروں تک جو اُبَد کے بالمقابل واقع ہیں۔

میں نے عبداللہ بن عامر کو ہدایت کر دی ہے کہ تم کو اتنی اراضی دے دیں جتنی تم کہتے ہو کہ تم اور تمہارے لڑکے درست کر کے قابل کاشت بنالیں گے یا تمہارا کوئی بھائی جس کو تم اس کا کچھ حصہ دینا چاہو، اگر اس اراضی کا کوئی حصہ تم ٹھیک نہ کر سکو تو امیر المومنین کو حق ہو گا کہ وہ کسی ایسے شخص کو دے دیں جو اس کو درست کر سکے، یہ اراضی اور جائیداد میں نے تم کو اس زمین (مکان) کے عوض دی ہے جو مدینہ میں (توسیع مسجد کے لئے) میں نے تم سے لی ہے اور جس کو امیر المومنین عمر فاروق نے تمہارے لئے خریدا تھا، اس جائیداد اور اراضی کی جتنی قیمت تمہارے مکان کی قیمت سے زیادہ ہو وہ میری طرف سے

لے ایک جریب لگ بھگ ڈیڑھ سومر بن جائے گا۔

ہے تہااری مغزولی کی مکافات کے طور پر۔

میں نے عبداللہ بن عامر کو لکھ دیا ہے کہ ارضی کی اصلاح کے کام میں تہاارے
ساتھ تعاون کریں، خدا کا نام لے کر اس کی اصلاح میں لگ جاؤ۔

یہاں شَطْ، اُبْلَمَ، جَزْآرَہ اور دیر جَابِلِ وضاحت کے محتاج نہیں۔

شَطْ سے مراد وہ ساری پردلہاں اور زیر آب ارضی ہے جو درجلہ-فُرات
کے جنوبی دہانہ پر اُبْلَمَ سے متصل بصرہ کی سمت میں لیکن بصرہ سے بارہ تیرہ میل اوپر
واقع تھی۔

اُبْلَمَ، درجلہ-فُرات کے دہانہ میں ایک بڑا بندرگاہ تھا جہاں سندھ، ہند، سکھا،
انڈونیشیا اور ملایا وغیرہ سے براہ آب اور مصر، شام، عراق، آسیا صغریٰ اور فارس
سے براہ شنگی سامان تجارت آتا جاتا تھا، یہ بصرہ کے شمال مشرق میں چار فرسخ (لگ
بھگ سترہ انگریزی میل) کے فاصلہ پر تھا، یہاں سے بصرہ تک ایک نہر تھی جس کو نہر اُبْلَمَ
کہتے تھے، اس نہر کا بقدر ایک فرسخ شمالی حصہ قدرتی تھا باقی تین فرسخ (چودہ انگریزی
میل، کھودا گیا تھا۔

جَزْآرَہ تین میں جَزْآرَہ ہے جو جَزْآرَہ کی تحریف معلوم ہوتی ہے، اُبْلَمَ سے ایک
فرسخ (تہم انگریزی میل) جنوب میں بہ سمت بصرہ ایک کھاڑی تھی، اس کے سرے پر
ایک لمبی چوڑی جھیل سی بن گئی تھی جس میں مد کے زمانہ میں سمندر کا پانی چڑھ آتا تھا،
اس جھیل کو جَزْآرَہ یا اُجَانہ کہتے تھے، اس جھیل سے بصرہ تک ایک نہر نہر اُبْلَمَ کا
جنوبی حصہ) کھودی گئی جس کی لمبائی تین فرسخ تھی۔

دیر جَابِلِ: یہ ایک گرجا تھا، اس کے جائے وقوع کی ہمارے ماخذوں نے
کوئی مفید وضاحت نہیں کی، یا قوت کے بیان سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ

جلد-فرات کے جنوبی دہانہ پر واقع تھا اور یہاں سے بصرہ کی طرف ایک کھاڑی نکلتی تھی نیز یہ کہ اس کھاڑی سے عبداللہ بن عامر گور زبصرہ نے ایک نہر کھدوائی تھی جس کو نہر نافذ کہتے تھے۔

۲۷۔ عبداللہ بن عامر بن کرز کے نام

حکیم بن جبلة بصرہ کا ایک قبائلی لیڈر تھا، اُس کا تعلق قبیلہ عبد القیس سے تھا جو اسلام سے پہلے خلیج فارس کے ساحل پر آباد تھا، اس ساحل کو بحرین کہتے تھے، یہاں بنے وائے قبیلوں کے بہت سے افراد بحری سفر کا تجربہ رکھتے تھے اور بحرین کے جہازوں کے ساتھ کرمان، سندھ، کچھ، گجرات، ہمارا شتر، کراالا اور لنکا وغیرہ کا سفر کر چکے تھے، چنانچہ پہلی صدی ہجری میں جب عرب فوجیں کرمان، بلوچستان، سندھ اور گجرات کی طرف بھیجی جاتیں تو عبد القیس کے تجربہ کار اشخاص کو کمانڈر، رہبر اور کپتان کی حیثیت سے ان کے ساتھ کیا جاتا تھا، عبد القیس کی ایک شاخ بصرہ میں آباد ہو گئی تھی اور اس کے ساتھ حکیم بن جبلة، ۲۵ھ میں بصرہ کے گورنر عبداللہ بن عامر نے عثمان غنیؓ کے اشارہ سے ایک کیٹن ٹکران اور سرحد سندھ کے حالات و وسائل کا جائزہ لینے بھیجا تو حکیم کو اس کیٹن کا ایڈمرل مقرر کیا، حکیم کرمان تک آیا اور وہیں جاکر خلیفہ کو مطلع کیا کہ وہ ایک بے آب و گیاہ وسائل سے محروم علاقہ ہے، بلوچ، جاٹ اور قبض ڈاکوؤں سے بھرا ہوا اور اس قابل نہیں کہ اس پر فوج کشی کی جائے، چنانچہ عثمان غنیؓ کے عہد میں کرمان اور سندھ میں کوئی فوج نہیں بھیجی گئی، آپ کو یہ سن کر تعجب ہو گا کہ کچھ دن بعد ہی حکیم نے عثمان غنیؓ کے مخالفوں کی صفِ اول میں جگہ لی اور ان کی حکومت کو کُٹھنے کے لئے جو تحریک چلی ہوئی تھی اس میں ہیر و کاہارت ادا کیا، عزت و دولت، دسوخ و سر بلندی کی اُنگ اس مخالف تحریک کی روح رواں تھی، حکیم بن جبلة بھی

۱۰ بحوالہ البلدان ۱۰/۲۶۹-۲۶۹ و فروع البلدان ۳۵۹-۳۶۰ و کتاب العارف ۱۱۱/۱۱۱ و استیعاب

۲۸۳/۲ و تحریک ۱۱۱ ۱۱۱ فروع البلدان ۳۵۹ و استیعاب ۱۱۱/۱ -

عزت و سربلندی کا مستحق تھا، گورنر بصرہ ابن عامر بڑے فراخ دست اور بخیر آدی تھے، انہوں نے خلاصہ عام کے کام بھی کئے اور اپنی غیر معمولی فیاضی بلکہ فضول غربی سے بصرہ کے مذہبی و بقا کی اعیان کو خوش رکھنے کی کوشش کی، تاہم ایک ایسے غم میں جہاں درجنوں قبیلے آباد تھے، جن کی تاریخ و روایات مختلف رہ چکی تھیں، جن کی امنگیں غیر متوازن تھیں اور ایک دوسرے سے متصادم بھی، سب کو خوش رکھنا ممکن نہ تھا، اس کے علاوہ مدینہ کی سیاسی پارٹیوں کے ایجنٹ اپنا کام کر رہے تھے اور نو مسلم یہودی ابن سبا اپنا منتر بھونک کر بہت سے دلوں میں حکومت کے خلاف نفرت و بغاوت کے شعلے بھڑکا چکا تھا، گورنر بصرہ سے جب حکیم کی متائیں پوری نہ ہوئیں تو وہ مخالف کیمپ میں چلا گیا، وہ ابن سبا کا رازدار اور جو شیلا کا دکن ہو گیا، شاید ابن سبا کے تخریبی مشورہ کا ہی بیڑ تھا کہ حکیم ایک شریف آدمی کے مرتبہ سے ایک ڈاکو اور قزاق کی سطح پر آگرا، ہمارے رپورٹر بتاتے ہیں کہ جب وہ بصرہ کی فوجوں کے ساتھ کسی ہم سے ٹوٹا تو سبانی ذہنیت کی ایک عمت کے ساتھ قارس کے سرسبز دیہاتوں میں رک جاتا اور وہاں کے باشندوں کو لوٹ کھسوٹ کر واپس آجاتا، اس کی دست درازی کی شکایتیں ذمی اور سلمان رعایا کی طرف سے خلیفہ کو موصول ہوئیں تو انہوں نے بعد ازاں ابن عامر کو لکھا:-

”حکیم اور اس جیسے معتمدوں کو حراست میں لے لو اور جب تک اس کے جال ملن کی طرف سے اطمینان نہ ہو جائے اس کو بصرہ سے باہر نہ جانے دو۔“

۲۸۔ مرکزی شہروں کے مسلمانوں کے نام

قرآن کب اور کس کے ہاتھوں مدون ہوا؟ اس سوال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں، ایک رائے یہ ہے کہ تدوین قرآن کا کام عمر فاروق نے اپنے عہد خلافت میں کرایا اور اس کا محرک یہ ہوا کہ ایک بار انہوں نے کسی آیت کے بارے میں دریافت کیا تو ان کو

بتایا گیا کہ وہ آیت ایک صحابی کو یاد تھی جو جنگ یمامہ میں مارے گئے، عرفار رُثِقِ اَنَا دِہِی
اور قرآن جمع کرنے کا حکم دے دیا، قرآن کا کافی حصہ رسول اللہ کے عہد میں مختلف چیزوں
جیسے چمڑے، ہڈی اور کھجور کی ہڈیوں پر لکھا ہوا موجود تھا اور کافی حصہ لوگوں کو یاد تھا،
لکھا ہوا حصہ یک جا کر لیا گیا اور جو حفظ تھا اس کو لکھ لیا گیا، عرفار رُثِقِ مَنے اعلان کیا کہ
جس جس کو قرآن کی کوئی آیت یاد ہو وہ آکر لکھوا دے، لیکن انہوں نے یہ اعتبار برتی کہ
فرد واحد کی کوئی آیت اس وقت تک نہ لیتے جب تک دوسرا شخص شہادت نہ دے دیتا
کہ اس نے بھی رسول اللہ سے وہ آیت سنی تھی، ایک قرآن کثیر کی نگرانی میں جب سارا
قرآن جمع ہو گیا تو اس کو ترتیب دے کر لکھوا لیا گیا، پھر اس کے چار نسخے تیار کرائے گئے، ایک
کو ذبیحہ دیا گیا، دوسرا بصرہ، تیسرا شام اور چوتھا مدینہ میں رکھ لیا گیا۔

دوسری رائے یہ ہے کہ عرفار رُثِقِ قرآن جمع کرنے اور لکھوانے سے ہنوز فارغ
نہ ہوئے تھے کہ ان کے قتل کا واقعہ پیش آگیا، تاہم عثمان غنیؓ نے خلیفہ ہو کر یہ کام جاری
رکھا، ان کی پالیسی بھی یہی تھی کہ شخص واحد کی کوئی آیت اس وقت تک قبول نہ کرتے جب
تک دوسرا اس کی توثیق نہ کر دیتا۔

تیسری اور زیادہ مشہور مدت اول اور غالباً صحیح رائے یہ ہے کہ قرآن کی تدوین و
کتابت میں عرفار رُثِقِ نے کوئی حصہ نہیں لیا، بلکہ یہ کام عثمان غنیؓ کے عہد میں مخصوص حالات
کے زیر اثر عمل میں آیا، اب؛ بقول بعض صحابہؓ میں اور بقول بعض صحابہؓ میں، لیکن متعلقہ
اقوال و روایات کے تتبع سے اس بات کا غالب قرینہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن جمع کرنے کا
کام ۳۵ھ اور ۳۶ھ یا ۳۷ھ کے درمیان واقع ہوا۔

عرفار رُثِقِ نے عرب صحابہ و انہوں اور صدر مقاموں میں معلم قرآن مقرر کر دیئے
تھے جو سب کے سب صحابہ تھے، صحابہ کی جس طرح ذہنی و اخلاقی سطح ایک دوسرے سے

مختلف تھی اسی طرح ان کی یادداشت بھی ایک سی نہ تھی، چنانچہ کسی کو قرآن کی آیتیں اسی طرح یاد رہیں جنہا کہ رسول اللہ نے تلقین کی تھیں اور کسی کے حافظہ میں آیتوں کی ترتیب بدل گئی اور کہیں کہیں الفاظ بھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ مجھے صحابہ کی الگ الگ فرمائیں مشہور ہو گئیں مثلاً مدینہ میں اُبی بن کعب کی قرأت مکہ میں عبداللہ بن مسعود کی قرأت ہر صحابی مسلم کے شاگرد جب تک اپنے اپنے شہروں میں رہتے کوئی ہنگامہ نہ ہوتا لیکن جب وہ لام پر جاتے جہاں مختلف چھاؤنیوں کی فوجیں جمع ہوتیں اور ایک کیمپ میں بورویاں لکھتیں تو حفظانک صورت حال پیدا ہو جاتی، ہر چھاپی کے عرب نہ صرف اپنی قرأت پر فخر و ناز کرتے اور اپنے اپنے صحابی مسلمانوں کو معصوم عن الخطا ٹھہراتے بلکہ دوسری قرأت کا مذاق اڑاتے اور کہیں نوبت یہاں تک پہنچ جاتی کہ دوسری قرأت والوں کو کافر قرار دے دیتے، اس قسم کی شکایتیں عثمان غنیؓ کے پاس آتی رہتی تھیں، دوسری طرف خود مکر خلافت یعنی مدینہ قرآن کی تعصب کی زد میں آیا ہوا تھا، ایک نامی محدث ابو قلابہ (متوفی ۱۰۰ھ) بتاتے ہیں کہ عثمان غنیؓ کے زمانہ میں جو معلم بچوں کو قرآن پڑھاتے وہ جو صحابہ مثلاً اُبی بن کعب، عبداللہ بن مسعود، علی بن ابی طالبؓ کے شاگرد تھے، ان صحابہ کی قرأت ایک دوسرے سے مختلف تھی، اس لئے معلم بھی بچوں کو مختلف قرائتوں میں قرآن پڑھاتے تھے، اختلاف قرائت سے بچوں کے گھروالے پریشان ہوتے اور معلموں سے اس کی شکایت کرتے تو ان میں سے ہر شخص اپنی قرأت کی تشریف اور دوسری قرائتوں کی تفصیل کرنے لگتا، یہ تھے وہ حالات جنہوں نے عثمان غنیؓ کو جمع قرآن اور اس کی تدوین کی طرف متوجہ کیا، یہ عظیم الشان کام جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کئی برس میں پایہ تکمیل کو پہنچا ایک قرآن کمیشن مقرر کیا گیا جس کا کام تھا (۱) قرآن کے کلمے ہرے ہرے اجزاء (مکتوب و محفوظ) کو یک جا کرنا (۲) نقد قرائت کو ختم کر کے وحدت قرائت پیدا کرنا (۳) آیتوں کو مرتب کر کے سورتیں بنانا (۴) اصل قرآن کو قلمبند کرنا۔ اس طرح جو قرآن تیار ہوا عثمان غنیؓ

نے اس کے متعدد نسخے لکھوائے اور ہر چھاؤنی نیز صدر مقام کو فرمانِ ذیل کے ساتھ ایک ایک نسخہ بھیج دیا۔

”میں نے قرآن کے معاملہ میں ایسا کیا جو دینی اختلافِ قرأت و ترتیب کو ختم کرنے کے لئے اس کو مدون کرنا پڑا ہے، اس کے جو امیر اسے پاس تھے ان کو میں نے دھوکہ (مٹا ڈالا ہے، آپ کے پاس جو مجھ سے ہوں اُن کو بھی دھوکہ (مٹا ڈالیں)۔

مثنیٰ کے الفاظ ہیں: ”ما فی صنعت کذا و کذا“ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ راوی کو خط کے صحیح الفاظ یاد نہیں تھے اس لئے اس نے جمع و تدوینِ قرآن کی طرف محض سہم اشارہ کرنے پر اکتفا کیا، دوسری غلطی اس نے یہ کی کہ اپنے اس اشارہ کو عثمان غنیؓ کی طرف منسوب کر دیا۔

۲۶- ولید بن عقیل کے نام

عرب چھاؤنیوں اور صدر مقاموں میں قرآن کے جتنے نسخے مل سکے وہ سب حکومت کی زیر نگرانی جمع کر لئے گئے اور ان کو پانی اور سرکہ کے مرکب سے دھو ڈالا گیا حروف دھل گئے کاغذ بک رہا، دوسری اور زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ نسخے جلادیئے گئے، صرف ایک جگہ مذکورہ بالا فرمانِ حکلاف کی مخالفت ہوئی اور وہ تھا کوفہ، یہاں آٹھ نو برس سے صحابی عبد اللہ بن مسعود معلم قرآن و قانونِ اسلام کے فرائض انجام دے رہے تھے، ان کے شاگردوں اور معتقدین کا حلقہ کافی بڑا تھا، سرکاری خزانہ کی نگرانی بھی ان کے سپرد تھی لیکن عثمان غنیؓ کے زمانہ میں وہ ناراض ہو کر اس سے دستبردار ہو گئے تھے عبد اللہ بن مسعود کو قرآن سے غیر معمولی شغف تھا، کہا جاتا ہے کہ انہوں نے خود قرآن جمع کیا تھا اور رسول اللہؐ کے سامنے اس کی تلاوت کر کے کئی بار جمیع کر لی تھی، اُن

کو اپنے اس مجموعہ سے جذباتی لگاؤ تھا اور اس پر فخر کرتے تھے، یہ مجموعہ عثمان غنیؓ کے ترکہ قرآن سے کس حد تک مختلف تھا یہ ہم نہیں بتا سکتے، البتہ اتنا معلوم ہے کہ اس کی ترتیب سرکاری قرآن سے مختلف تھی اور الفاظ میں بھی کہیں کہیں فرق تھا، خزانہ سے احتجاجی استغناء دینے کے بعد عبداللہ بن مسعود کا دل عثمان غنیؓ اور ان کی حکومت کی طرف سے مکر ہو گیا تھا اور ان کی ہمدردیاں مخالف جماعت سے وابستہ ہو گئی تھیں، وہ خلیفہ اور ان کے گورنروں پر اعتراض کرتے تھے، جب ان سے گورنر ولید نے کہا کہ اپنا مجموعہ دے دیجئے اور آئندہ سرکاری قرآن کے مطابق تعلیم دیجئے تو وہ بہت براہم ہوئے اور اپنا مجموعہ دینے سے انکار کر دیا، تعلقات کشیدہ تو تھے ہی اور زیادہ کر ڈے ہو گئے، عبداللہ بن مسعود کی زبان طعن کھل گئی، گورنر نے صورت حال سے مطلع کیا تو جواب آیا:-

”اسلام اور مسلمانوں کو تباہی سے محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ عبداللہ بن مسعود کو یہاں بھیج دوئے“

۳۰۔ خط کی دوسری شکل

”اگر عبداللہ بن طعن جھوڑ دیں تو خیر و رزنا ان کو یہاں بھیج دوئے“

۳۱۔ اکابر کوذہ کے نام

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ ولید بن عقبہ کی گورنری کوذہ کے زمانہ میں شہر کے چند نوجوانوں نے ایک شخص کے گھر میں نقب لگا کر اس کو قتل کر دیا تھا اور عثمان غنیؓ نے ان کو سزائے موت دی تھی جس کے نتیجہ میں ان کے بزرگ، احباب اور ہم قبیلہ ولید اور عثمان غنیؓ کے دشمن ہو گئے تھے اور ان سے انتقام لینا چاہتے تھے، ولید جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں خبر کلہ اور لائن حاکم تھے، انہوں نے گورنر ہو کر رواداری اور بے تعصبی سے حکومت کی اور خاص دعام سب کو خوش رکھنے کی کوشش کی، عام لوگ ان کے حسن سلوک سے خوش رہے

لیکن بہت سے اکابر شہران سے کبیدہ خاطر ہو گئے، اس کے چند درجہ اسباب تھے: ایک سبب یہ تھا کہ انہوں نے کسی ایک طبقہ، اگر وہ یا قبیلہ کو اپنے دربار میں مخصوص اعزاز و رعایت نہیں دی تھی، دوسری وجہ یہ تھی کہ انہوں نے سرکاری آمدنی میں غلاموں اور لونڈیوں کا بھی حصہ مقرر کر دیا تھا اور تیسری وجہ یہ تھی کہ بڑے چھوٹے سب کو ان سے ملنے کی اجازت آسانی تھی، ان کے دروازہ پر نہ کوئی پہرہ تھا نہ روک ٹوک، ہر شخص ان سے مل کر اپنی شکایت اور مشکل پیش کر سکتا تھا، باریابی کی یہ آسانی و ارزانی بھی بڑے لوگوں کو کھٹکتی تھی اور اس کو وہ اپنی حق تلفی سمجھتے تھے، منعم گروہ کو شہر کے کبیدہ خاطر اکابر کی اخلاقی تباہی قابل ہوگی اور انہوں نے ولید اور عثمان غنیؓ کے خلاف ایک محاذ بنالیا، انہوں نے پردیگندہ کرنا شروع کیا کہ ولید شراب پیتے ہیں، ایک دن یہ لوگ کو نہ کے بعض اکابر سے ملے، بب وہ بڑی مسجد میں تھے اور کہا کہ اس وقت ولید اپنے ایک دوست کے ساتھ شراب نوشی میں مشغول ہے، ولید کا مکان بڑی مسجد ہے، منعم گروہ یہ اکابر بے درنگ اٹھ کھڑے ہوئے اور اچانک ولید کے کمرے میں داخل ہو گئے، ولید کے سامنے ایک پلیٹ تھی جو انہوں کو دار دونوں کو دیکھتے ہی چار پائی کے نیچے رکھ دی، ایک شخص نے جھک کر دیکھا تو پلیٹ میں انگوروں کے کچھ دانے رکھے تھے، ولید نے اس شرم سے کہ چند دانے ہمانوں کے سامنے کیا رکھیں پلیٹ چھپا دی تھی، یہ بھی شراب نوشی کے الزام کی حقیقت، کچھ دن بعد منعم گروہ نے سرکاری مفتیہ عبداللہ بن مسعود کے سامنے ولید کی شراب نوشی کا چرچا کیا تو انہوں نے کہا: اگر کوئی شخص چھپ کر بڑا کام کرے تو ہمارے لئے مناسب نہیں کہ اس کو جائز کریں اور اس کا پردہ چاک کریں، ولید بن عقبہ کو ابن مسعود کے اس جواب کی خبر ہوئی تو انہوں نے مؤرخ الذکر کو بلا یا اور کہا: ایک منعم گروہ کے سامنے تم نے میرے باپے میں بے حد ماننا سب گفتگو کی، میں چھپ کر کیا کام کرنا ہوں، ایسی بات مستحب لوگوں کی نسبت کہی جاتی ہے: عبداللہ بن مسعود و خزانہ سے قرض کے معاملہ میں بگڑے ہوئے تھے ہی اس سبب

سے اور زیادہ برہم ہو گئے، کچھ دن بعد مفتوحہ گروہ کے بعض افراد ولید کے کمرہ میں داخل ہوئے جہاں وہ سوئے ہوئے تھے اور ان کی انگلی سے وہ انگلی تھی جس سے سرکاری مہر لگائی جاتی تھی، پھر ایک دھندلے کر عثمان غنیؓ کے پاس پہنچے اور کہا کہ ولید شراب خور ہیں، یہ دیکھتے سرکاری مہر، جب وہ مدہوش تھے ہم ان کی انگلی سے اُتار لائے، عثمان غنیؓ نے فوراً ولید کو طلب کیا، انہوں نے آکر اپنا معافی پیش کی اور کہا کہ شکایت کرنے والے اس وقت سے میرے دشمن ہو گئے ہیں جب سے میں نے ان کے لڑکوں کو موت کی سزا دی ہے، انہوں نے کو ذہیں محاذ بنایا ہے جس کا مقصد حکومت اور حکام حکومت کے خلاف ہمدردی پیدا کرنا ہے، عثمان غنیؓ ولید کی سیرت سے واقف تھے، ان کو بے تصور سمجھتے تھے لیکن شراب نوشی کی شہادت فراہم ہو چکی تھی اور مدینہ کے چند بڑے صحابی جن کا دل عثمان غنیؓ اور ان کی حکومت کی طرف سے مکدر تھا، سفر تھے کہ سزا دی جائے، چنانچہ ولید کو کورسے لگا کر ان کو معزول کر دیا گیا۔

عثمان غنیؓ نے ولید کی جگہ سعید بن حاص کو گورنر مقرر کیا، یہ سعید معزز اور کارگذار قریشی عرب تھے، بڑے فیاض اور سیر چشم، اس کمیٹی کے ممبر بھی رہ چکے تھے جو عثمان غنیؓ نے تدوین قرآن کے لئے مقرر کی تھی، جب سعید کو گورنر دیا جانے لگے تو عثمان غنیؓ نے ان کو اکابر کو ذہ کے نام یہ خط دیا:-

تواضع ہو کہ میں نے ولید بن عقبہ کو جب وہ پختہ عقل اور حرص و آرزو سے پاک صاف ہو چکے تھے آپ کا گورنر مقرر کیا تھا اور ان کو تاکید کر دی تھی کہ آپ کے ساتھ اچھی طرح پیش آئیں، لیکن آپ کو ان کے ساتھ اپنا طرہ عمل درست رکھنے کی ہدایت نہیں کی تھی، جب آپ کو ان کے ظاہر میں کوئی خرابی نظر نہ آئی تو آپ نے ان کے باطن پر دار کیا، اب میں سعید بن حاص کو گورنر

بنائے صبح و رات ہوں، وہ اپنے خاندان میں سب سے زیادہ صالح آدمی ہیں، میں آپ کو تاکید کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ کوئی بد عنوانی نہ کریں اور اپنے زیر اثر لوگوں کو بھی اس بات کی نہایتیں کر دیں!

۳۲۔ خط کی دوسری شکل

”بسم اللہ الرحمن الرحیم، خدا کی حمد اور رسول اللہ پر درود کے بعد اہل کوثر کو عطا عثمان کی طرف سے واضح ہو کہ کوثریوں کی ایک جماعت میرے پاس آئی اور ولید بن عقبہ کی شکایت کی اور اس بات کی شہادت دی کہ انہوں نے شراب پی ہے، اگر یہ شہادت ٹھیک تھی تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ولید کو حد شراب لگادی گئی ہے اور اگر ان پر مجھوٹا الزام تھا تو مجھوٹوں کو خدا سزا دے گا، اس شکایت اور حد شراب کے بعد میں نے ولید کو گورنری سے معزول کر دیا ہے اور ان کی جگہ سعید بن عاص کو جو خاندانی شریف ہیں کو فدا کا گورنر مقرر کیا ہے، آپ لوگ عذائے جبار سے ڈریں، سعید کا کہا ماننے اور ان کے ساتھ تعاون کیجیے، حکومت کی خیر اندیشی اور مناسرت آپ کا فرض ہے، اعلیٰ سے کام نہ لیجیے، نہ غیبت کیجیے اور نہ الزام لگائیے، سعید کا جو آپ کے گورنر ہیں ان کی شایان شان احترام کیجیے اور خلیفہ کے حکم کی خلاف ورزی نہ کیجیے، میں نے سعید کو تاکید کر دی ہے کہ عدل و انصاف سے کام لیں اور سب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ“

۳۳۔ سعید بن عاص کے نام

کوثر پہنچ کر سعید بن عاص نے ایک بڑے عجب کے سامنے تقریر کی جس میں وہاں کے فتنہ انگیز رجحانات کی مذمت کرتے ہوئے لوگوں کو خبر داکر کیا کہ باز آجائیں ورنہ ان کے خلاف سخت کارروائی

کی جائے گی، پھر انہوں نے شہر کے محلات کا جائزہ لینا شروع کیا، اس وقت کو ذہ میں چار طبقے تھے، ایک طبقہ ان پرانے مجاہدوں پر مشتمل تھا جن کی کوشش سے عراق فتح ہوا تھا اور جو عرصہ میں وہاں آباد ہو گئے تھے، ان میں بہت سے صحابی تھے اور بہت سے خاندانی عرب، اس طبقہ کا شمار شہر کے اشراف میں ہوتا تھا، دوسرا طبقہ ان عربوں کا تھا جو شام اور اس کے بعد فوج میں بھرتی ہوئے تھے اور ایران کی جنگوں میں حصہ لے کر کو ذہ میں آباد ہو گئے تھے، ان کو زوادی کہتے تھے، تیسرا طبقہ پہلے کی اولاد پر مشتمل تھا جو اب جوان تھی اور جن میں شیئیں انگوں کے علاوہ باپ کی خدمات کا زعم بھی موجود تھا، چوتھا طبقہ موالی اور غلاموں کا تھا، جو اپنے آقاؤں کے اشارہ پر چلتے تھے، حالات کا جائزہ لے کر سعید بن عامر اس نتیجے پر پہنچے کہ شہر میں شوریدہ سری اور باغیانہ رجحانات پیدا کرنے میں دوسرے اور تیسرے طبقہ کو خاص دخل ہے، یہ دونوں طبقے شہر پر چھائے ہوئے تھے، تعداد بھی ان کی سب سے زیادہ تھی، محض اپنا فائدہ اور اعزاز ان کے پیش نظر تھا، جاہل ننگ نظر لوگ تھے، اور ذرا سی بات پر مشتمل ہو جاتے اور تشدد و قانون شکنی پر اتر آتے ان کے قرد و سن مانی کے سامنے پہلے طبقہ کے اکابر کی کم ہی چلتی تھی، سعید بن عامر نے مرکز کو ایک رپورٹ بھیجی جس میں لکھا تھا کہ کو ذہ میں شرکشی اور فتنہ پروری کی ہوا چلی ہوئی ہے، دوسرا اور تیسرے طبقہ کے لوگ سر اٹھائے ہوئے ہیں اور شہر کے اشراف پر چھا گئے ہیں عثمان غنیؓ نے جواب میں لکھا:-

”حکومت میں سب سے زیادہ عزت و منزلت پرانے مجاہدوں کو ہے جن کے ہاتھوں عراق فتح ہوا، پھر ان لوگوں کو جو بعد میں وہاں آباد ہوئے، البتہ اگر مجاہدین اولین حکومت کے ساتھ اصلاحی کاموں میں تعاون نہ کریں اور دوسرے طبقہ کے لوگ اس کے لئے تیار ہوں تب مجاہدین اولین کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے، سب کے ساتھ انصاف سے پیش آؤ اور سب کے رتبہ کا خیال

رکھو، رتبہ کی پاسداری ہی میں انصاف ہے :

۳۴-۳۵۔ سعید بن عاص کے نام

سعید بن عاص نے اپنی گوری کو ف کے ابتدائی زمانہ میں ایک خریف عرب خاندان میں شادی کی، یہ خاندان عیسائی تھا، اس کے کچھ ممبر مسلمان تھے اور کچھ عیسائی، لڑکی کا بھائی مسلمان تھا لیکن باپ جس کا نام فرافصہ تھا اپنے آبائی مذہب پر قائم رہا، عثمان غنی کو اس شادی کا حال معلوم ہوا اور یہ بھی کہ لڑکی میں حسنِ صوری کے ساتھ سیرت کی بھی بہت سی خوبیاں ہیں، ان کے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ اگر اس کی کوئی بہن ہو تو خود اس سے شادی کر لیں، اُس وقت ان کی عمر ستر سے متجاوز تھی لیکن تھے بڑے الدار اور خوش خور و خوش پوش، اُن کی تین بیویاں زندہ تھیں، جو تھی بیوی کی گنجائش باقی تھی، عربی سماج میں جیسا کہ ہم کسی دوسرے موقع پر لکھ چکے ہیں تعددِ ازدواج کا عام رواج تھا، اس کے طبعی اور اقتصادی اسباب تھے، محض منی ہوئی اس کی وجہ نہ تھی، عرب ایک قحط زدہ اور زیادہ تر بخر ملک تھا اور اب بھی ہے جہاں بقائے حیات کے لئے اکثر غارت گری اور جنگ و قتال کا سہارا لینا پڑتا تھا، جنگ و قتال میں صرف مرد شریک ہوتے اور وہی مارے بھی جاتے، اس لئے عورتوں کی تعداد ہمیشہ مردوں سے زیادہ رہتی تھی اور چونکہ عورتیں مردوں کے سہارے جیتیں، ایک ایک مرد کو کئی کئی عورتوں کا فیصل ہونا پڑتا تھا، عرب معاشرہ میں کثیرالازدواج لوگ عزت و وقت کی نعرے دیکھے جاتے تھے کیونکہ کثرتِ ازدواج کے معنی تھے معاشی آسودگی جو چند خوش نصیبوں کو ہی میسر ہوتی تھی، عثمان غنی نے سعید کو یہ مسئلہ بھیجا :-

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے قبیلہ کلب کی ایک عورت سے شادی کی ہے

سعید بن عمر تاریخ الامم ۵/۶۳۔ سعید بن عاص کے تقرر کی سبب و تاریخ سے کچھ بگڑی و غیرہ کے

راوی اسی کے حق میں ہیں، لیکن بخاری نے فتوح البلدان میں ملوثہ دی ہے، فہر تاریخ الامم ۵/۳۱۵ نے عثمان غنی کی نالہ سے شادی کا سال ملوثہ دیا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لڑکی کا فیصل صحیح ہو تو سب سے سعید کو نہ لکھا گیا۔

مجھ کو کہو اس کا حسب نسب کیا ہے اور اس کا من و جمال کس پایہ کا ہے۔“

سید بن عامر کا جواب پاکر عثمان غنیؓ نے شادی کا ارادہ پکا کر لیا اور سعید کو لکھا:-

”اگر اس لوگ کی کوئی بہن ہو تو اس سے میری شادی کرادو۔“
سید بن عامر کی تحریک پر فرافصہ اپنی لونگی نائلہ کی عثمان غنیؓ سے شادی کرنے کو تیار ہو گیا، شادی ہو گئی، نائلہ جیسا کہ توقع تھی اچھی بیوی ثابت ہوئیں، شادی کے چند سال بعد جس وقت عثمان غنیؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو یہ نائلہ ہی تھیں جنہوں نے اپنی جان کی بازی لگا دی اور شوہر پر بھک کر اپنے ہاتھ سے تلوار کا وارو کا اور اس کو شش میں دو انگلیاں قربان کر دیں، عدت کے بعد بہت دن تک امیر معاویہ ان سے شادی کرنے کے خواہشمند رہے اور ان کی طرف سے برابر تحریک و ترغیب کا سلسلہ جاری رہا لیکن نائلہ ساری عمر بیوہ رہنے کا تہیہ کئے ہوئے تھیں، ان کو سوتوں کے ساتھ رہنا گوارا نہ تھا، جب امیر معاویہ کا اصرار ختم نہ ہوا تو انہوں نے اپنے اگلے دو دانت توڑ کر ان کے پاس بھیج دیئے۔

۳۶۔ حبیب بن مسلمہ کے نام

سید بن عامر کی امارت کو ڈکے زمانہ میں عثمان غنیؓ نے حبیب بن مسلمہ کو ارمینہ پر جرحائی کا حکم دیا یہ حبیب شامی فوج کے ایک کمانڈر تھے، ان کو بازنطینی فوجوں سے لڑنے کا لمبا تجربہ تھا اور جنگی چالوں میں ان کا دماغ خوب چلتا تھا، ارمینہ کے بیشتر ضلعوں پر بازنطینی قابض تھے، اس کے ایک قلیل مشرقی حصے پر صفائی خزر قوم کے رئیسوں کی حکومت تھی، ارمینہ

۱۔ افغانی ابو الفرج مصنف ۴۵۴ھ ۱۰۱۵ء - ۱۰۱۶ء

۲۔ مخبر محمد بن حبیب لہذا دی حیدر آباد ہند ۱۳۲۷ء - ۳۹۶

ہزاروں کی ایک سے زیادہ ترکنازیاں ہو چکی تھیں لیکن وہ سخر نہیں ہوا تھا، مغرہ کے وقت وہاں کے رئیس ایک مغرہ خراج کا وعدہ کر کے صلح کر لیتے تھے اور جنوبی خطہ دور ہوتا اور عرب فوجیں لوٹ جاتیں وہ معاہدہ توڑ دیتے، مرکز کا فرمان پا کر حبیب چھوٹا آٹھ ہزار فوج کے ساتھ جس میں شام اور جزیرہ کے عرب تھے اُرسینیہ روانہ ہو گئے اور اس کے چند اہم شہروں پر قبضہ کر لیا، اُرسینیہ کے بہت سے لوگ بھاگ گئے اور قسطنطینیہ کی حکومت سے مدد مانگی، حبیب کو آئے ہوئے ابھی چند ہی پینے گذرے تھے کہ اُرسینیہ کے بازنطینی گورنر نے دوسرے مقامی رئیسوں کے تعاون سے ایک بڑا لشکر عربوں کو ملک سے نکالنے کے لئے تیار کیا اور حبیب سے نبرد آڑنا ہونے کے لئے بڑھا، حبیب نے عثمان غنی سے کمک مانگی تو انہوں نے گورنر کو مذہب سید بن حاس کو لکھا کہ مشہور مشہور سلطان بن ربیعہ کی قیادت میں حبیب کے پاس رسد بھیجیں، سلطان چھ ہزار اور بقول بعض دس ہزار سوار لے کر روانہ ہوئے اس اثنا میں حبیب کی بہت بڑھ گئی اور انہوں نے دشمن کو زک دینے کے لئے کچھ تھی چاہیں بھی سوچ لیں، وہ اور ان کی فوج چاہتی تھی کہ کو فیوں کی آمد سے پہلے دشمن پر فتح حاصل ہو تاکہ مالی غنیمت سے فواردوں کو حصہ نہ دینا پڑے، ایک رات حبیب نے بڑی حکمت سے دشمن کے کیمپ پر شجوں کر دیا، دشمن اس غیر متوقع حملہ سے بوکھلا گیا اس کے بہت سے سپاہی قتل ہوئے، بہت سے گرفتار کر لئے گئے، باقی مع بازنطینی سپاہ کے فرار ہو گئے، حبیب اور ان کی فوج کو بہت بڑی مقدار میں مالی غنیمت ملا ابھی اس کی تعمیر ہوئی نہیں تھی کہ کو زک کمک سلطان بن ربیعہ کی کمان میں بلغار کرتی آپسچی اور غنیمت سے حصہ طلب کیا، حبیب اور ان کے فوجی اکابر اس کے لئے تیار نہ ہوئے، انہوں نے کہا: ہم نے آپ کی مدد بے رہنے خون پسینہ سے فتح حاصل کی ہے مالی غنیمت میں آپ کو کیوں شریک کریں؟ اس کے عقد اور صرف ہم ہیں، حامد بن ملک: یہ صحیح ہے کہ ہم نے جنگ میں کوئی علی حصہ نہیں لیا، لیکن نفسیاتی طور پر ہمارے آنے کی خبر ہی سے حوصلہ

پاکر آپ نے سخن کیا اور جیتے لہذا بالواسطہ فتح میں، ہم شریک ہیں، فریقین میں رد و قدح
ہونے لگی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ حبیب اور سلمان کے فوجیوں نے تلواریں نکلوائیں،
فتوح ابن اعثم میں ہے :-

”کاربرد بخارید کہ ہر دو لشکر شمشیر برکشیدند و روئے بخار بہ یکدیگر نہادند،
میان ایشان جنگ عظیم افتاد، لشکر کوفہ قوی تر بود، لشکر حبیب کہ ماندہ جنگ و
زخم خوردہ بود، لشکر سند و اول عداوتے کہ میان اہل عراق و شام افتاد و ایں
جنگ بود“

حبیب بن مسلمہ نے عثمان غنی کو صورتِ حال سے مطلع کیا تو یہ جواب آیا :-
”مالِ غنیمت کے مقدار صرف شام کے مجاہد ہیں؟“

۳۷۔ خط کی دوسری شکل

”اہلِ عراق کو بھی مالِ غنیمت میں شریک کرو“

یہ فرمان جو پہلے کی تردید ہے فتوح ابن اعثم کے راویوں نے بیان کیا ہے،
ہمارے خیال میں پہلا خط زیادہ مستند ہے کیونکہ اس کی تائید ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے
خطوط سے بھی ہوتی ہے، عمر فاروقؓ نے اسی طرح کے ایک تنازع میں لکھا تھا :-

”مالِ غنیمت اُن لوگوں کا حق ہے جو عملاً لڑائی میں شریک ہوں“

لیکن عمر فاروقؓ کے اس حکم کی تردید میں ان کی طرف تین آراء درخط منسوب کئے گئے ہیں،
ان میں سے دو خطوں میں حکم ہے کہ اگر لڑکے کے لوگ جنگ کے بعد تین دن کے اندر اندر
آجائیں تو ان کو بھی غنیمت میں شریک کیا جائے اور تیسرے میں اس بات کا کہ اگر لڑکے کے لوگ
مقتولین جنگ کے دفن ہونے سے پہلے وارد ہوں تو ان کو حصہ دیا جائے، اس نوع کا تعاضاً

۱۔ فتوح ابن اعثم رقم ۲۹۰۔ ۲۔ فتوح البلدان میں لائن ۱۸۱ بڑی غلطی ۱۹۵۷-۱۹۸۰۔ ۳۔ سیرت النبی ص ۲۱۲

۴۔ عمر فاروقؓ کے سرکاری خطوط از خود رشید احمد فاروق پہلا ایڈیشن ۱۹۵۷ء ص ۱۰۴-۱۰۵

بالمعوم ایسے خطوں میں زیادہ پایا جاتا ہے جو مالی معاملات یا مادی فوائد سے تعلق رکھتے ہیں جن کو راوی اپنے یا اپنے اسکول کے فقہی مسلک کی حمایت میں گڑھ لیتے تھے۔

۳۸ معاویہ بن ابی سفیان کے نام

ابوذر دیہات کے باشندے تھے، مسلمان ہونے کے بعد ایک بار انہوں نے رسول اللہ سے سرکاری عہدہ کی فرمائش کی لیکن رسول اللہ نے یہ کہہ کر مال و پاک امارت و حکومت ایک سنگین پوچھے جس کے تہارے کر دو کندھے تحمل نہیں ہو سکتے۔ ابوذر کا علی حیدر سے بڑا نا درقربی تعلق تھا، عمار بن یاسر اور مقداد بن عمرو کی طرح وہ بھی علی حیدر کی خلافت کے سرگرم حامی ہی نہیں بلکہ پرجوش کارکن بھی تھے، ان کو توقع تھی کہ علی حیدر خلیفہ ہو کر ان کو کوئی عہدہ دیں گے اور ان کی وہ دیرینہ خواہش پروان چڑھے گی جس کو رسول اللہ پورا نہ کر سکے تھے، ابو بکر صدیق کے انتخاب سے بگڑ کر جب علی حیدر نے اپنی خلافت کی ہم شروع کی اور اس کے لئے رضا کار فرہم کرنے لگے تو جن لوگوں نے سب سے پہلے ان کی بیعت کی ان میں ابوذر بھی تھے، عمر فاروق کے عہد میں وہ شام کے مورچہ پر جہاد میں مصروف رہے، عثمان غنی کے انتخاب کے وقت وہ مدینہ میں موجود تھے، ابوذر علی حیدر کی پارٹی کے ایک مضبوط ستون تھے، عثمان غنی اور ان کے اعمال کی مذمت کیا کرتے تھے، بہت دن تک عثمان غنی ان کی تتر بتر برداشت کرتے رہے لیکن جب پانی سر سے ادبھا ہو گیا تو انہوں نے ابوذر کو شام جلا وطن کر دیا، سترھ سے چند سال پہلے یہودی نو مسلم ابن سبا حکومت کا تختہ الٹنے اور علی حیدر کو مسند خلافت پر نہیں کرنے کے لئے ہم شروع کر چکا تھا، وہ بڑے اسلامی شہروں کا دورہ کرتا جو شام آیا، ابوذر کے سامنے اپنا مشن پیش کیا، ابوذر کی حکومت دشمن سرگرمیاں اور زیادہ بڑھ گئیں اور ان کی زبان طعن اور زیادہ تیز ہو گئی، امیر معاویہ پر جن کو عمر فاروق نے شام کا گورنر مقرر کیا تھا، ان کا اعتراض یہ تھا کہ وہ محاصل حکومت کو کل کا کل عوام پر

نہیں خرچ کرتے، عمالِ حکومت اور مالداروں سے ان کو یہ شکایت تھی کہ وہ ضرورت سے
 فالسور و سپرناداروں کو دینے کی بجائے پس انداز کر لیتے ہیں، وہ اپنی تقریروں میں یہ تہدید
 آمیز الفاظ بار بار دہراتے: *بشر الذین یکفرون الذہب والفضة ولا ینفقون لہائی سبیل اللہ*
یکاد من نار تکئی ہاجبا ہمہ وجنہم و ظہورہم۔ جو لوگ ردِ پیہ جمع کرتے ہیں اور اسلام
 کی ترقی کے لئے خرچہ نہیں کرتے ان کی پیشانی، پہلو اور پیٹھ کو آگ سے داغا جائے گا۔
 امیر معاویہ کہتے کہ اگر میں سرکاری آمدنی کی ایک ایک پائی خرچ کر ڈالوں تو حکومت کیسے
 چلے اور بیرونی خطرہ کا مقابلہ کیسے ہو؟ مالدار کہتے: زندگی آماجگاہِ حوادث ہے اگر کبھی
 خرچ کر ڈالیں تو آرمے وقت کیسے کام چلے گا، وہ اپنی تائید میں قرآن کی یہ آیت پیش کرتے
ولا تجعل یداک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھما کل البسط۔ نہ تو خرچ کرنے سے
 بالکل ہاتھ روک لو اور نہ اتنی فراخ دلی سے خرچ کرو کہ کچھ نہ بچے؟ ابو ذر کی تحریکِ خوب
 زور پکڑ گئی، نادار اور قلاش مالداروں اور سرکاری عہدہ داروں کا پیچھا کرتے اور ان کو
 غیرت دلاتے اور ردِ پیہ مانگتے، اُن لوگوں کا گھر میں رہنایا یا ہزہنکنا مشکل ہو گیا، انہوں
 نے امیر معاویہ سے شکایت کی اور بتایا کہ ابو ذر کی تحریک نہ صرف دشمن بلکہ سارے شام
 میں پھیلی جا رہی ہے اور اگر اس کی فوری روک تھام نہ کی گئی تو سنگین انقلاب برپا ہو
 جائے گا، امیر معاویہ نے عثمان غنیؓ سے ابو ذر کی شکایت کی اور لکھا کہ فوراً ان کو شام سے
 بلا لیجئے، عثمان غنیؓ نے جواب میں لکھا:-

تسول دار کے سائڈ نے نہتے اور آنکھیں پھٹالی ہیں اور جست لگانا ہی چاہتا
 ہے اس لئے اُس کے زخمِ مت کریدو، ابو ذر کو میرے پاس بھیج دو، اُن کے ساتھ
 زادراہ اور ایک رہبر بھی کرو، نیز لطف و محبت سے جیل آؤ جہاں تک ہو سکے
 نہ خود زیادتی کرو نہ اپنے ماتحتوں کو کرنے دو!

۳۹۔ خط کی دوسری شکل

”تمہارا خط موصول ہوا، ابوذر کے حالات معلوم ہوئے، میرا خط پاتے ہی ان کو ننگے پالان پر سوار کرنا اور ایک ایسے سخت ساربان کو ان کے ہمراہ کرنا جو رات دن اونٹ چلائے تاکہ ابوذر پر خوب طاری ہو جائے اور میرے اور تمہارے ذکر سے غافل ہو جائیں“

۴۰۔ خط کی تیسری شکل

”جندب (ابوذر) کو ایک سخت اور تکلیف دہ اونٹ پر سوار کر کے میرے پاس بھیج دو“

۴۱۔ خط کی چوتھی شکل

”میرا خط پا کر جندب بن جنادہ (ابوذر) کو ننگے پالان پر بٹھا کر پہاں بھیج دو“

۴۲۔ ابوذر کے نام

”میرے پاس آ جاؤ، میں معاویہ کی نسبت تمہارے حقوق کا زیادہ خیال رکھوں گا اور تمہارے ساتھ زیادہ اچھی طرح پیش آؤں گا“

۴۳۔ عبد الرحمن بن ربیع کے نام

غزاق رشتہ کے عہد میں اسلامی فتوحات کا دائرہ شمال میں قفقز پہاڑ (CAUCASUS)

تک وسیع ہو گیا تھا، یہ پہاڑ بحر خزر (CASPIAN SEA) سے شروع ہو کر بحر سود (BLACK SEA)

تک پھیلا ہوا تھا، اس لیے کوئی سلسلہ میں کئی جگہ درے تھے جن سے ہو کر شمال کی طرف سے جنوب

اور جنوب کی طرف سے شمال کے علاقہ میں جانا ممکن تھا، دروں کے علاوہ بحر خزر کے ساحل اور

قفقز پہاڑ کے مابین ایک کھلا میدان بھی تھا، جس سے اکثر شمال کے روسی اور ترکی چھاپہ مار

یہ فتوح ابن اعثم کوئی درق ۲۹۳۔ ۵۷ شرح بیحہ ابلغۃ ۲۴۱۔ ۵۷ عیون الاخبار اور ابن حسن انص

طی ۲۹۸/۲۔ ۵۷ تاریخ الخلفاء دیار بکری ۶۹/۲۔

جنوب کے شہروں پر جو فاری قلعہ میں تھے ترکمانی کیا کرتے تھے، نویشرواں عادل نے اپنے علاقہ کے بچاؤ کے لئے میدان اور دروں میں پتھر کی دیواریں چنوا دیں، دیواروں میں لوہے کے دروازے بنوا دیئے اور ان کی حفاظت کے لئے مسلح گارڈ مقرر کر دیئے، بحر خزر کے ساحل سے تین پہاڑ تک جو دیوار بنی وہ سب دیواروں سے زیادہ لمبی تھی، اس میں بھی ایک آہنی دروازہ بنایا گیا اور دروازہ سے متصل ایک محکم قلعہ تعمیر کیا گیا، یہ دروازہ اور قلعہ بحر خزر کے ساحل سے بہت نزدیک تھا، یہاں ایک شہر وجود میں آیا جس کا نام باب (دروازہ) یا باب الا یواب (سب سے بڑا دروازہ) پڑ گیا۔

عمر فاروقؓ کی فوت نے باب پر چڑھائی کی تو اس علاقہ کے فاری گورنر نے مسلمانوں سے معاہدہ کر لیا جس کا حاصل یہ تھا کہ اس کی نو میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر باب پار کے روکی خن سے لڑیں گے اور اس خدمت کے عوض ان سے کوئی جزیہ یا ٹیکس نہیں لیا جائے گا لیکن اس کی باقی رعایا کو ایک سقرہ ٹیکس دینا ہو گا، باب کے عرب ملٹری گورنر ایک صحابی عبدالرحمن بن ربیعہ تھے، یہ وقتاً فوقتاً باب پار کی روٹی بستیوں پر ترکمانی کرتے اور مال غنیمت لے کر لوٹ آتے، عمر فاروقؓ کے بعد عثمان غنی کے عہد میں بھی انہوں نے کئی بار روکی علاقہ پر غارتگری کی اور بڑھتے بڑھتے وہاں کے بڑے شہر بلخ، نیک، گنچ گئے، اس اثناء میں کوڈ کے بہت سے ایسے سپاہی ان کی زیر کمان آ گئے جن کے دلی میں نہ تو جہاد کی لگن تھی اور نہ وہ عثمان غنیؓ ہی سے خوش تھے، ان کا مقصد عربوں میں بے اطمینانی اور پھوٹ ڈالنا تھا، عثمان غنیؓ اس حقیقت سے واقف تھے، اس لئے انہوں نے عبدالرحمن بن ربیعہ کو خبردار کر دیا کہ کوڈ کی نو وارد فوج کو ساتھ لے کر باب پار کی مہم پر نہ جائیں، لیکن عبدالرحمن نے تنبیہ کی طرف کوئی خاص دھیان نہ دیا اور جب معمول روکی علاقہ میں جہاد کوئے نکل گئے اور بڑھتے

لہذا ابن القاسم فی سمرقند القایم مقدسی لادن ص ۱۹۰ ایڈیٹر۔ دی خوئے ص ۳۴ وجمع البلد ۹۲/۱۱ و

مروج الذهب حاشیہ تاریخ کامل ۱۲-۳-۴۔

بڑے بجز نکلتے تھے گئے، اودیوں نے ان کو بری طرح گھیر لیا، ان کی اپنی فوج نے خاطر خواہ مقابلہ نہیں کیا، عبدالرحمن اور ان کے بیشتر مجاہد مارے گئے، عثمان غنیؓ کے تنہی خطا کا مصنون یہ تھا:-

”سعاشی اسود گئی نے میری رعایا کے لوگوں کو گستاخ و سرکش بنا دیا ہے اور
تمہاری فوج میں ایسے کافی لوگ آگئے ہیں، لہذا باب کے پار کے روکی علاقہ
میں زیادہ مت گھس جانا ورنہ مجھے اندیشہ ہے کہ کسی مصیبت میں مبتلا ہواؤ گے“

۴۴۔ اکابر کو فذ کے نام

آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ عثمان غنیؓ کے انتخاب سے اکثر اصحاب شہرئی ناخوش تھے نیز
یہ کہ مدینہ میں تین سیاسی پارٹیاں پیدا ہو گئی تھیں، ایک علی حیدر کے حامیوں کی، دوسری
طلحہ بن عبید اللہ اور قیسری زبیر بن عوام کے ہوا خواہوں کی، ان پارٹیوں کی ہم بازی
مدینہ کے باہر تین سب سے بڑی عرب چھاؤنیوں، کو فہ، بصرہ اور فسطاط (مصر) میں لگی جا رہی
رہی، طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام بڑے مالدار اور صاحب جائیداد تھے، اس لئے یہ
روپیہ میہ سے بھی اپنے مشن کو تقویت پہنچاتے رہے، ایوں تو بصرہ، کو فہ اور مصر سے لوگ
برابر مدینہ آتے جلتے رہتے اور ایک دوسرے سے رابطہ قائم رکھتے لیکن حج کے موقع
پر ہر پارٹی کے کارکن یکجا ہوتے اور اپنے کاموں کا جائزہ لیتے اور بدلتے ہوئے حالات
کے مطابق اپنا لائحہ عمل مرتب کرتے، اسی زمانہ میں ایک نو مسلم یہودی ابن سباعہ بن ابن
برسیاہ بادل کی طرح اٹھا، یہ رجعت کا قائل تھا، یعنی اس بات کا کہ رسول اللہؐ پیغمبرِ مسیح کی
طرح آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور ایک مقررہ مدت کے بعد لوٹ کر آئیں گے، ان
کی عدم موجودگی میں علی حیدر ان کی جانشینی کے سب سے زیادہ اہل تھے لیکن ابو بکر صدیقؓ
عرفانِ حق اور عثمان غنیؓ نے خلافِ منصب کر لی اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ موجودہ حکومت

کا تختہ پان علی حید کو خلیفہ بنانے کی کوشش کرے، ابن سبائے شہروں کا دورہ کرتا اور وہاں حکومت کی بیخ کنی کے لئے خفیہ کارکن مقرر کرتا اور خط و کتابت نیز سفیروں کے ذریعہ پھوٹ اور انقلاب کے کاموں میں ان کی رہنمائی کرتا، علاوہ بری ساری سرب چھاؤنیوں اور عام طور سے کوثر میں ایک بڑی طبقہ بھی ابھرا تھا جس کے ہاتھ میں عوام کی مذہبی و ذہنی قیادت تھی، اس طبقہ میں بھی دو قسم کے لوگ تھے، ایک عثمان غنی اور ان کی حکومت کے حامی اور دوسرے ان کے مخالف، گو زکوہ سعید بن عامر کی مجلس میں ایک دن عراق کے سرسبز دیہاتی علاقہ دسواہ کا ذکر ہو رہا تھا کہ مجلس کے ایک نوجوان نے گورنر سے کہا کہ اگر سائل قرأت کی مزدور اور امی آپ کی جائداد ہو تو کتنا اچھا تھا! مجلس کے وہ لوگ جو مل سے عثمان غنی کے بدخواہ اور ان کی حکومت کے مخالف تھے یہ سن کر برہم ہوئے اور بولے: "تو ہمارے مفتوحہ عراقی کو قریش کی ملک بنانا چاہتا ہے!" اس زمانہ کی حالت پر تو توہیں میں برہمی اور مجلس کے کئی افراد نے بن کو حکومت سے پرخاش بھی اور جو غائبی انانیت میں بھی جھلکتے جیسے اشتراخی، جذباتی اور کیش، اٹھ کر اس نوجوان اور اس کے والد پر ٹوٹ پڑے، گورنر سعید براہ روبرو کے رہے لیکن ان لوگوں نے انکی ایک نہ سنی اور اس وقت تک نہ ہٹے جب تک کہ باپ بیٹے مہوش نہ ہو گئے، گورنر نے مجلس کرنا بند کر دی، مارنے والے اور ان کے مخالف سعید اور ان کے حامیوں پر اپنے محلوں کی مسجدوں میں برطانوی طعن کر کے لوگوں میں اشتعال پیدا کرنے لگے، حکومت کے چند وفاداروں نے سعید سے اس بڑبڑانہ کی شکایت کی تو انہوں نے کہا: "مجھے امیر المومنین نے منع کر دیا ہے کہ کوئی قدم ایسا نہ اٹھاؤ جس سے فضا خراب ہو لہذا اگر آپ کچھ کرنا چاہتے ہیں تو براہ راست خلیفہ سے رجوع کیجئے۔" چنانچہ شہر کے بعض اکابر نے عثمان غنی کو اشتراخیہ کی سرگرمیوں سے مطلع کر کے سفارش کی کہ ان کو شہر سے جلا وطن کر دیا جائے، عثمان غنی نے جواب میں لکھا:-

"اگر آپ سب کی رائے ہے تو ان فسادوں کو معاویہ کے پاس شام بھیج دیجئے۔"

۵۴۔ معاویہ بن ابی سفیان کے نام

”اہلِ کوفہ نے فسادیوں کی ایک جماعت کو جو فتنہ انگیزی کے لئے پیدا کئے گئے
ہیں جلا وطن کر کے تمہارے پاس دمشق بھیجا ہے، ان کو ڈراؤ دھمکاؤ اور ان پر
نظر رکھو، اگر وہ سنبھل جائیں تو ان کی بات ماننا اور اگر ان کی اصلاح نہ ہو اور
تم کو زچ کر س تو ان کا کہنا نہ مانتا“
انساب الاشراف میں ہے کہ خود سعید بن حاص نے اشتر اور ان کے ساتھیوں کی
خليفة سے ان الفاظ میں شکایت کی تھی:-

”جب تک اشتر اور اس کے ساتھی جو قرآن خواں (قراء) کہلاتے ہیں لیکن
ہیں سفہار (سہوہ اور الکفر) کو ذمہ ہیں، ہیں دہاں اس قائم رکھنا میرے بس
سے باہر ہے۔“

۵۵۔ اشتر غنی کے نام

سعید کی مذکورہ بالا شکایت پڑھ کر اور ان کے سفروں سے اشتر وغیرہ کے طریق عمل کی
تائید کرنے کے بعد عثمان غنی نے اشتر کو یہ توبیخ آمیز مراسلہ بھیجا:-

”تمہارے دل میں ایسے مجرمانہ ارادے ہیں جن کو اگر تم ظاہر کر دو تو تمہارا عمل
واجب ہو جائے، میں سمجھتا ہوں تم اپنی معاندانہ سرگرمیوں سے اس وقت تک
باز نہ آؤ گے جب تک تم پر کوئی تباہ کن مصیبت نہ آجائے گی، میرا خط پاکر شا
جلے جاؤ کیونکہ تم اہلِ کوفہ کو باغی بنا رہے ہو اور ان کو تباہ کرنے کی ہر ممکن کوشش
کر رہے ہو۔“

۱۔ سعید بن عمر تاریخ الامم ۸۶/۵۔

۲۔ انساب الاشراف ۲۰/۵۔

۳۔ ایضاً ۲۰/۵۔ ۴۱۔

۴۔ خط کی دوسری شکل

”اشتر“ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم فتنہ انگیزی میں مشغول ہو، کو فہ میں فساد برپا کرنا چاہتے ہو اور مسلمانوں کو لڑانے کے درپے ہو، بخدا تم جو کچھ کر رہے ہو برا کر رہے ہو اور آخر کار پشیمان ہو گے، میرا مشورہ ہے کہ تم اپنے کو تو لوں سے باز آ جاؤ ورنہ قتل کے سختی ہو جاؤ گے۔ لیکن مجھے محسوس ہوتا ہے کہ تم اپنی شر انگیزی اس وقت تک نہ چھوڑو گے جب تک کوئی بڑی مصیبت جس کا ماننا نامکن ہو تم پر نازل نہ ہو جائے، اس وقت بہتار کو فہ میں رہنا مناسب نہیں اس خط کو پڑھ کر بے درنگ شام چلے جاؤ بشرطیکہ تم خلیفہ کی اطاعت اپنا فرض بھی سمجھو، اس جماعت کو بھی ساتھ لے لو جو تم کو شرا و فساد کی ترغیب دیتی ہے، میرے حکم نافی تک شام نہ چھوڑنا تم کو دیاں بھیجنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ تم فساد برپا کر رہے ہو اور لوگوں کو میری بغاوت پر ابھار رہے ہو۔“

۴۸۔ سعید بن عاص کے نام

انساب الاشراف میں سعید کے مذکورہ بالا شکایتی خط کا جواب جو مرکز کربلا سے ان کو موصول ہوا نہیں بیان کیا گیا لیکن فتوح ابن اعثم کوئی میں اس کا متن ان الفاظ میں ہے:-

”دفع ہو کہ بہار اخطا میں میں تم نے لکھا ہے کہ جب تک اشتر کو فہ میں موجود ہے وہاں اس حکومت قائم رکھنا محال ہے، یہ کسی کم ہمتی کی باتیں ہیں، بہار انتظامی معاملات اور سرکاری فرائض میں دخل دینے والا اشتر کون ہوتا ہے، اور میری ہدایات کے مطابق بہار سے اقدامات میں وہ کیسے روٹے چلا سکتا ہے اتنا ہم میں اس کو ایک تحریر بھیج رہا ہوں جو سمجھو ادینا، اشتر نیز اشرا و عہدہ

کی اس ٹولی کو جو اس کی معاون ہے اس جگہ بھیج دو جہاں جلا وطنی کی میں نے
ہدایت کی ہے، اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہو۔

۴۹۔ خط کی دوسری شکل

”اُن کو شام بھیج دو اور تاکید کرو کہ وہاں کے سرحدی علاقہ کو چھوڑ کر کسی دوسری
جگہ جائیں۔“

۵۰۔ سعید بن عاص کے نام

اشر غمی اور ان کے ساتھی جب دمشق پہنچے تو امیر معاویہ نے ان کا گرمخوشی سے استقبال
کیا، ایک بڑی اور عمدہ عمارت میں ان کو ٹھہرایا اور دونوں وقت اپنے ساتھ ہی ان کو کھانا
کھلاتے، جب تک ان سفر اتر گئی اور نووارد خوب تازہ دم ہو گئے تو امیر معاویہ نے ان
کو کئی محبتوں میں درست اور ناصح کی طرح سمجھایا بھجایا کہ اپنی فتنہ انگیزی سے باز آجائیں
اور اس پسند بن جائیں۔ لیکن ان کو مکمل ناکامی ہوئی، اشر غمی اور ان کے ساتھیوں کی مدد سے
دعوت امیر معاویہ کے دانشمندانہ مشوروں کے سامنے جھکے کو تیار نہ ہوئی اور وہ اپنی دشمنی
پر اڑے رہے بلکہ اس جماعت کے بعض افراد نے امیر معاویہ سے سخت گستاخانہ اور ناگہی
کی باتیں کیں، اس کے علاوہ یہ لوگ دمشق میں جس سے ملتے اس کو بھوٹ اور بغاوت کی
تلقین کرتے، امیر معاویہ ان سے مایوس ہو گئے اور ان کو شام میں فتنے کی پرچھائیاں پڑتی
نظر آنے لگیں تو انہوں نے خلیفہ کو ایک عربیہ لکھا جس میں ان قرار کی بیاد نفسیات پر روشنی
ڈالتے ہوئے درخواست کی تھی کہ ان کو شام سے بلا لیا جائے، خط کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:-

”آپ نے میرے پاس ایسے لوگ بھیجے ہیں جو شیطان کی زبان سے شیطانی باتیں

کرتے ہیں، جو قرآن کی آڑے کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں، ان کا مقصد مسلمانوں

میں بھوٹ ڈالنا اور رسول دار پر پکڑنا ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ اگر یہ لوگ شام

میں ٹھہرے رہے تو یہاں کے باشندوں میں بھی فتنہ انگیز رجحانات پیدا
 کر دیئے۔۔۔۔۔“

عثمان غنی نے امیر معاویہ کو لکھ دیا کہ قرآن کو فہلوں، نادوں، وطن پٹوں کو یہ پہلے سے زیادہ
 جرات و شدت سے حکومت پر امن طعن کرنے لگے، گو زسید نے بڑے سخت الفاظ میں مرکز
 سے ان کی شکایت کی، عثمان غنی نے اب ان کو شمالی شام کے شہر حمص جلا وطن کرنے کا حکم
 صادر کیا۔ جہاں شہور جنرل خالد بن ولید کے صاحبزادے طعن گور نہ تھے۔

”ان مسفہدوں کو عبدالرحمن بن خالد کے پاس جلا وطن کر دو۔“

۵۱۔ اشتر نخعی اور ان کی پارٹی کے نام

دوسرا عثمان غنی نے خود اشتر اور ان کے ساتھیوں کو اس مضمون کا ارسال کیا:-

”داخل ہو کہ میں نے تم کو حمص جلا وطن کرنے کا حکم دیا ہے، میرا یہ خط وصول
 کر کے تم وہاں چلے جانا، یہ کارروائی مجبوراً کی گئی ہے کیونکہ تم اسلام اور
 مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہو، واسلام۔“

۵۲۔ سعید بن عاص کے نام

کودہیں اشتر نخعی کے بھتیجی بہت سے لوگ تھے، ان میں سے ایک کا نام کعب بن
 عبیدہ تھا، یہ صحابی تھا، سن رسیدہ، کثرت عبادت سے اشتر کی طرح اس کے سر میں بھی
 انانیت کی ہوا بھر گئی تھی اور تشدد فی الدین نے اس کا دماغی توازن خراب کر دیا تھا، اس
 نے عثمان غنی کو ایک گستاخ مراسل بھیجا جو عتاب و ملامت اور ہند و موغلت سے بھرا ہوا
 تھا، عتاب تھا اشتر اور ان جیسے شوریدہ سردوں کو جلا وطن کرنے پر عتاب تھا اپنے کنبہ
 والوں کو سرکاری عہدے دینے اور ان کو مسلمانوں پر مسلط کرنے پر، ملامت تھی حق و راستبازی
 چھوڑ کر باطل کی راہ اختیار کرنے پر، یہ مراسلہ اس نے ایک قاصد کی معرفت عثمان غنی کو بھیجا

اسے پڑھ کر ان کو غصہ آیا اور انہوں نے گورنر کو فہ سید بن عاص کو لکھا کہ کعب بن عبیدہ کو ایک
 بد شکل اور بد مزاج سپاہی کی نگرانی میں مدینہ بھیج دیا جائے، جب کعب ان کے سامنے حاضر
 ہوا تو وہ ایک جوان مرد بڑا پستلا اور حقیر سا آدمی تھا، عثمان غنی نے طے سے کہا: "صاحبزادے
 تم مجھ کو حق و راستبازی کی تعلیم دینے چلے ہو حالانکہ تم پیدا بھی نہ ہوئے تھے جب میں حق و باطل
 سے آشنا ہو چکا تھا۔" کعب نے اپنی ریاضتی انانیت کا مظاہرہ کیا اور بیہودہ باتیں کیں۔
 عثمان غنی کے حکم سے اس کے کپڑے اتارے گئے اور میں کوڑوں کی اس کو سزا دی گئی، پھر
 اس کو کوڑ بھجوا دیا گیا اور گورنر کو ہدایت کی گئی کہ اس کو قید میں ڈال دیا جائے، اس واقعہ سے
 مدینہ کی پارٹیوں کو سنو ریش اور پرو پگینڈہ کا نیا مواد مل گیا، طلحہ ثقفیہ وغیرہ نے کعب کی
 سزا اور رسوائی کے خلاف عثمان غنی سے احتجاج کیا اور ان کو سخت دہشت کہا، عثمان غنی نے
 بھی شاید محسوس کیا کہ موجودہ حالات میں کعب کے کوڑے لگوانا مناسب نہ تھا یا ممکن ہے ان
 کے ضمیر نے ملامت کی ہو، بہر حال چند دن بعد گورنر کو فہ سید بن عاص کو ان کا یہ خط موصول
 ہوا:-

"میرا خط پاتے ہی کعب کو اس کی پہاڑی قید سے کوڑ بٹالو اور میرے پاس
 بھیج دو، اس معاملہ میں اہتمام خاص اور عجلت سے کام لیتا۔"

جب کعب بن عبیدہ مدینہ آیا تو عثمان غنی اس کے ساتھ اخلاق سے پیش آئے اور
 کہا: کعب تمہارا خط بڑا سخت تھا، اور تم نے بہت نازیبا باتیں کہی تھیں، مجھے ڈانٹا تھا اور
 دھمکیاں دی تھیں، اگر تمہارا خط قاعدہ میں ہوتا تو میں تمہاری نصیحت قبول کر لیتا، تمہاری بیوقوفی
 اور گستاخی پر مجھے غصہ آگیا اور میں نے تم کو سزا دی، جس طرح تمہارے مجھ پر حق ہیں اسی طرح
 میرے بھی تم پر ہیں، بہر حال مجھے اپنے کئے پر ندامت ہے، یہ کہہ کر انہوں نے کوڑا منگوایا اور کعب کو
 دے کر پٹی جیسی اتاری اور کہا: چلتے کوڑے میں نے ملے تھے اتنے ہی میرے مار کر قصاص ملے تو کعب
 شرمایا اور قصاص نہ لیا۔

۵۳۔ کوذ کے باغیوں کے نام

جیسے جیسے ابن سبکی تحریک زور پکڑتی گئی اور مدینہ کی تینوں سیاسی پارٹیوں کا اثر اور پروپیگنڈا اسلام کے مرکزی شہروں میں بڑھتا گیا ویسے ویسے عثمان غنیؓ اور ان کی حکومت کی مخالفت میں بھی اضافہ ہوتا گیا، مسئلہ میں حالات اتنے بگڑ گئے تھے کہ خلیفہ نے اپنے صوبائی گورنروں کو مدینہ طلب کیا تاکہ حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی مؤثر لائحہ عمل بنایا جاسکے، شام سے امیر معاویہ آئے، مصر سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کوذ (عراق) سے سعید بن عاص، بصرہ (عراق) سے عبداللہ بن عامر، مصر کے سابق گورنر عمر بن عاص کو بھی مدعو کیا گیا، ان لوگوں اور خلیفہ نے ایک دوسرے کو اپنے اپنے علاقوں کے حالات سے مطلع کیا، پھر ہر گورنر نے اپنی اپنی صوابدید کے مطابق شورش و بغاوت روکنے کے لئے تجویزیں پیش کیں، کافی غور و خوض کے بعد طے ہوا کہ:

(۱) جہاں تک ہو سکے عربوں کو وطن سے دور فوج کشی اور فتوحات میں مشغول رکھا جائے تاکہ خوشحالی کے ساتھ فرصت کا خزانہ جو ان کو باغیانہ سرگرمیوں کی طرف مائل نہ کر سکے۔

(۲) باغی اور شری عناصر کی تنخواہیں بند کر دی جائیں۔

کانفرنس کے فیصلہ کا خلیفین بصری سے انتظار کر رہے تھے، آپ کو یاد ہوگا تقریباً سو سال پہلے کوذ کے سربراہ آدوہ مذہبی و قبائلی لیڈر اشتر نخعی آٹھ نو دوسرے عبادت گزاروں کے ساتھ اپنی باغیانہ سرگرمیوں کی بنیاد پر پہلے دمشق اور پھر حمص جلا وطن کر دیئے گئے تھے، حمص کا والی سخت تھا، اس نے اشتر اور ان کی پارٹی کو خوب آڑے ہاتھوں لیا اور ایسا سخت پکڑ کر انہوں نے حکومت پر امن کرنا چھوڑ دیا اور بظاہر نیک سیرت بن گئے، یہ دیکھ کر والی حمص نے اشتر نخعی کو بلایا اور کہا: اگر تم مدینہ جا کر اپنی اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے خلیفہ کے سامنے اظہارِ انوس و پشیمانی کر لو گے اور آئندہ نیک چلن رہنے کا وعدہ کر دو گے تو تم کو چھوڑ دیا جائے گا، اشتر نخعی مدینہ چلے گئے، اتفاق کی بات کہ گورنروں کی کانفرنس کے وقت وہ مدینہ میں

موجود تھے، کانفرنس کی قرارداد معلوم کر کے وہ محض چلے گئے اور گورنر کو بتایا کہ خلیفہ نے ان کو اجازت دے دی ہے کہ جہاں چاہیں رہیں، ان کو لوٹے ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ کوئٹہ سے ایک قاصد آیا اور وہاں کے ایک بڑے آدمی کا خط دیا جس میں تھا کہ فوراً کوئٹہ آ جاؤ، بغاوت کے لئے حالات بالکل سازگار ہیں، یہ بڑا آدمی یزید بن قیس تھا، ابن سبا کا چلیا اور کوئٹہ کی مخالف پارٹی کا سرگرم کارکن، جب سعید بن عاص کانفرنس کی شرکت کے لئے مدینہ روانہ ہوئے تھے تو اس نے بغاوت کی ہم چلا دی تھی، تاہم نائب گورنر اور حکومت کے دیگر وفادار لیڈروں نے شہر میں کھلم کھلا گڑبڑ نہ ہونے دی، یزید بن قیس کا مراسلہ پاکوآشر اور ان کے ساتھی جنس سے بھاگ نکلے، آشر جمعہ کے دن کو ذمیں وارد ہوئے اور سیدھے بڑی مسجد گئے جہاں لوگ نماز جمعہ کے لئے جمع ہو رہے تھے، انہوں نے کہا: "حضرات، میں خلیفہ عثمان کے پاس سے چلا آ رہا ہوں سعید نے ان کو مشورہ دیا ہے کہ کوئٹہ کے مردوں اور عورتوں کی تختیاں اور لاؤنس کم کر دیئے جائیں اس خبر سے لوگوں میں ہرجان پیدا ہو گیا، مخالف پارٹی نے طے کیا کہ ہم سعید کو سوزل کرتے ہیں اور کوئٹہ میں نہیں داخل ہونے دیں گے، کوئی ہزار آدمی یزید بن قیس اور آشر غمی کی قیادت میں شہر کے باہر جوعد نامی مقام پر جو مدینہ سے کوئٹہ کی سرحد پر واقع تھا خیمہ زن ہو گئے اور جب گورنر سعید مدینہ کانفرنس سے لوٹ کر واپس آ رہے تھے ان کو روک لیا اور کہا: "لوٹ جاؤ، ہم تمہیں نہیں چاہتے" سعید نے مزاحمت نہیں کی، بس اتنا کہا: "اس لاؤ لشکر کی کیا ضرورت تھی، اپنا ایک نمائندہ امیر المؤمنین کے پاس اور دوسرا میرے پاس بھیج دیتے آپ کا مقصد پورا ہو جاتا" آشر نے طیش میں آ کر سعید کے ایک نوکر کو جس نے کہا تھا کہ امیر واپس نہیں ہوں گے قتل کر دیا، سعید مدینہ لوٹ گئے، خلیفہ نے پوچھا: کیا مخالفین بغاوت پر آمادہ ہیں؟ سعید: بظاہر وہ میری جگہ دوسرا گورنر بن چاہتے ہیں، عثمان غنی: ان کی نظر انتخاب کس پر ہے؟ سعید: ابو موسیٰ اشعری پر۔ عثمان غنی: میں ابو موسیٰ کی گورنری کی توثیق کر دوں گا، بخدا میں نہیں چاہتا کہ کسی کو میری بغاوت کا بہانہ ملے یا میرے خلاف کوئی دلیل ہاتھ آئے، ہم کو صبر کرنا

چاہیے جیسا کہ ہمیں حکم ہے: قَدْ أَفْتَنَّا أَبَا مُوسَى عَلَيْهِمُ وَاللَّهُ لَا يَجْعَلُ لَظْمًا وَلَا نَزْلًا لِمَنْ تَوَلَّى
لَعْنَةُ حُجَّةٍ وَلَنْصَبُونَ كَمَا أُبْرِنَا۔ اس کے بعد عثمان غنیؓ نے اشتر اور ان کی پارٹی کے نام پر یہ
مراسلہ بھیجا:-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم، واضح ہو کہ میں نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو جنہیں تم نے پند کیا ہے
کو ذکاوت و زور مقرر کر دیا ہے اور سعید بن عامرؓ کو اس عہدہ سے ہٹا دیا ہے،
بخدا میں اپنی آبرو و تہارے سامنے بھٹاتا ہوں گا اور صبر کروں گا اور جہاں تک
ہو سکے گا تمہارے ساتھ مصالحت رکھنے کی کوشش کروں گا لہذا تم بے دریغ
اپنے مطالبات پیش کرتے رہو، میں ان کو پورا کروں گا بشرطیکہ ایسا کرنے
سے خدا کی نصیحت نہ ہوتی ہو، میں نہیں چاہتا کہ تم کو میری نافرمانی کا کوئی
بہانہ ملے۔“

۵۴۔ اشتر اور ان کی پارٹی کے نام

فتوح ابن اعثم کے راویوں کا بیان ہے کہ جب سعید بن عامرؓ کو اشتر کے سپاہیوں
نے کو ذمہ داخل ہونے سے روکا اور وہ مدینہ لوٹ گئے تو عثمان غنیؓ نے اشتر اور ان کی
پارٹی کے نام پر یہ مراسلہ بھیجا:-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم، عبداللہ عثمان امیر المومنین کی طرف سے مالک اشتر اور ان
مسلمانوں کے نام جو ان کے معاون اور پیرو ہیں، واضح ہو کہ خلیفہ کی مخالفت
اور اس پر لعن طعن کرنا سنگین جرم ہے، جو شخص اس جرم کا مرتکب ہوگا اس کا انجام
خزائی اور تبدیلی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا، میرے افسر اور عامل (سعید بن عامرؓ)
کی تم نے جو بے حرشی کی اس کا حال مجھے معلوم ہوا، تم کو یاد رکھنا چاہیے کہ تمہاری
زیادتیاں تم کو ہی نقصان پہنچائیں گی، تم نے خدا کی عینیت و غضب کا دروازہ

اپنے اور پرکھول لیا ہے، عوام کو فقہ میں ڈھکیلا ہے اور میری بیعت تو ڈکڑو
بے وفائی کے مرکب ہوئے ہو، میری رعایا میں سب سے پہلی جماعت تمہاری ہے
جس نے میری مخالفت کی اور مسلمانوں میں اختلاف و انتشار کی سنت قائم کی
تمہاری تقلید میں جو لوگ میری مخالفت کریں گے اور میری اطاعت سے نحر
ہوں گے اس کی ذمہ داری اور وبال تمہارے سر ہوگا، اُس خدا سے ڈرو جس
سے تم نے منسوب لیا ہے اور اپنی بدکرداری سے توبہ کرو شاید تمہیں نجات حاصل
ہو، اگر تم نہیں چاہتے کہ سعید بن عاص تمہارے گورنروں کو مجھے لکھ کر بھیجو کہ
تم کس کو پسند کرتے ہو اسی کو تمہارا گورنر مقرر کر دیا جائے گا انشاء اللہ

۵۵۔ اشتر نخعی اور ان کی پارٹی کے نام

اشتر نخعی نے اہل کوفہ کی طرف سے بن کے ایک بڑے حصہ پر وہ اور کئی دوسرے خوارج
لیڈر چھائے ہوئے تھے عثمان غنی کو مذکورہ بالا سلسلہ کا جواب لکھا جو گستاخی، تغلی اور دوستائی
سے پڑ تھا، اس کا مضمون اس خط سے بہت مشابہ ہے جو انساب الاشراف میں بیان ہوا ہے
اور جس کو آپ ابو موسیٰ اشعری اور حذیفہ بن یمان والے خط کے زیر عنوان مغرب پڑھیں گے،
اشتر نخعی کے اس عتاب نامہ کا جواب ابن اعثم کو فی کی زبان ہے:-

"واضح ہو کہ تمہارا خط ملا، میں نے اس کو بغور پڑھا، تمہاری دیدہ ویریں پر حیرت
ہے کہ تم ایسے امور پر مجھے ملامت کر رہے ہو جو میں نے نہ تو خود کئے ہیں اور نہ
میں کی میں نے اجازت دی ہے، یہ شیطانی آرزوئیں ہیں جنہوں نے تم سے یہ
خط لکھوایا ہے، تمہاری انتہائی جہالت مجھ سے فحش اور ناراضگی کا باعث ہے،
تم پسپے ہمارے میں جن ظن کے مرض میں مبتلا ہو، تم جھٹک گئے ہو لیکن سمجھتے ہو
کہ راہ راست پر گامزن ہو، تم نے ابو موسیٰ اشعری کو گورنر کو ذہبہ اور حذیفہ بن یمان

کو ناظم خراج بنانے کی خواہش کی ہے، میں تہاری یہ خواہش پوری کرتا ہوں، خدا سے ڈرو جس کے پاس سب کو لوٹ کر جانا ہے اور تاکھی سے فتنہ و فساد کا دروازہ مت کھولو اور اپنی مخالفت سے قومی اتحاد کو غارت نہ کرو، جو باتیں میں نے نہیں کہی ہیں اور جو کام میں نے نہیں کئے ہیں میری طرف منسوب نہ کرو، میں راہ حق سے نہیں ہٹ سکتا اور اس کو چھوڑ کر تہارا راستہ جس پر نفسانیت کے غلبے نے تم کو لا ڈالا ہے اختیار نہیں کر سکتا، خدا سے دعا ہے کہ مجھے راہ راست پر قائم رکھے اور تم کو بھی اس پر لا ڈالے اور اپنی اطاعت پر ثابت قدم رکھے
وَلَا تَحُولُ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْمَعْلٰی الْعَظِیْمُ

۵۶۔ ابو موسیٰ اشعری اور حذیفہ بن یمان کے نام

ہلا زری۔ نے انساب الاشراف میں سعید بن عاص کی منزولی سے متعلق لکھا ہے کہ اشتر اور ان کی پارٹی کا مطالبہ صرف یہی نہ تھا کہ ابو موسیٰ اشعری کو گورنر بنایا جائے جیسا کہ سیف بن یزید کے رائے ہے بلکہ وہ بھی چاہتے تھے کہ ایک دوسرے صحابی حذیفہ بن یمان کو مالیات کا وزیر یا ڈائریکٹر مقرر کیا جائے جیسا کہ فتوح ابن اعثم کے راوی کہتے ہیں، بالفاظ دیگر مخالفت جماعت ابو موسیٰ کے اختیارات بھی اور عام انتظامی غیر سیاسی معاملات تک محدود رکھنا چاہتی تھی حذیفہ عمر فاروق کے عہد میں مالیات عراق کے وزیر رہ چکے تھے، قریبی کمانڈر بھی تھے، انہوں نے کوفہ کے ماتحت علاقوں کی فتوحات میں حصہ لیا تھا، اس سلسلہ میں اشتر کے رول کا ذکر کرتے ہوئے بلاذری کے راوی کہتے ہیں: اشتر نے ولید بن عقبہ کا گھر لوٹا دیا، اس میں سعید بن عاص کا روپیہ اور سامان بھی تھا، لوگ مکان کا دروازہ تک اکھڑے گئے، اشتر ابو موسیٰ سے ملے اور کہا: آپ اہل کوفہ کی مذہبی قیادت کیجئے اور حذیفہ بن یمان ماتحت علاقوں اور خراج کی نگرانی کریں، پھر اشتر نے عثمان غنی کو یہ سلسلہ بھیجا:-

”مالک بن عمار کی طرف سے بتلائے آدمائیں، خطاکار، سنت و قرآن سے منحرف خلیفہ کے نام، تمہارا خط موصول ہوا، تم اور تمہارے مالک جب ظلم و ستم نیز نیکوکاروں کو جلا وطن کرنے سے باز آ جاؤ گے اس وقت ہم بھی تمہاری ٹٹا کر رہیں گے، تم کہتے ہو کہ ”ہم اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں“ یہ تمہاری غام خالی ہے جس نے تم کو تباہ کیا ہے اور جس نے جو دہشت کو تمہاری نظر میں بدل اور باطل کو حق بنا کر پیش کیا ہے، ہماری وفاداری مطلوب ہے تو پچھلے اپنی بد اعمالیاں چھوڑ دو، توبہ کرو، خدا سے معافی مانگو اپنی ان زیادتیوں کی جو تم نے ہمارے اوپر کی ہیں، ہمارے صالح لوگوں کو شہر بدر کر کے، ہمیں جلا وطن کر کے اور نعرے کو ہمارا گورنر بنا کر، اس کے علاوہ ہمارے شہر کا والی ابو موسیٰ اشعری اور نافع مایا، خدیفہ کو بنائے ہیں ان دونوں پر اعتماد ہے“

انساب کے رپورٹر اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ عثمان غنی نے یہ خط پڑھ کر کہا:- ”مالک میں تو بد کرتا ہوں“ پھر ابو موسیٰ اور خدیفہ کو یہ مشترکہ فرمان بھیجا:-

”تم کو اہل کو ف نے پسند کیا ہے اور مجھے تمہاری بیعت اور کارکردگی پر اعتماد ہے تم اپنے عہدہ کا چارج لے لو اور راست بازی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دو، خدا سے دعا ہے کہ میری اور تمہاری خطائیں معاف فرمائے“

۵۷۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے نام

مصر میں ابن سبا کے علاوہ جو لوگ حکومت دشمن سرگرمیوں میں پیش پیش تھے ان میں یہ تین قابل ذکر ہیں محمد بن ابی بکر، محمد بن ابی خدیفہ اور عمار بن ابی اسحاق کے لگ بھگ محمد بن ابی بکر عثمان غنی سے ناراض ہو کر شطاط چلے گئے تھے اور وہاں کی بڑی مسجد میں باقاعدہ ہنگامی مذمت کیا کرتے تھے، ابوبکر صدیق کے صاحبزادے اور بی بی عائشہ کے بھائی تھے، جوان، اہل گلوں

سے بھر پور، یار دوستوں کی ترغیب و تحریک میں نے حکومت و اقتدار کی پیاس اور زیادہ بڑھا دی تھی، عثمان غنیؓ مجھے ان کی ناراضگی کا سبب یہ تھا کہ ان کے دستہ کوئی مالی یا دوسرے قسم کا مواخذہ نہ کرتا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ عثمان غنیؓ خاص رعایت کر کے ان کو مواخذہ سے بچائیں لیکن عثمان غنیؓ نے ان سے حق لے کر حق دار کو دلوادیا، وہ چاہتے تھے کہ خلیفہ کوئی بڑھیا سا عہدہ دیں لیکن ان کی یہ خواہش بھی پوری نہ ہوئی اور ناراض ہو کر غلط چلے گئے۔

محمد بن ابی حذیفہ یحییٰ بن مہزیم ہو گئے تھے، عثمان غنیؓ نے ان کو بالاپر ساتھ، پڑھنا لکھنا ان کو آنا تھا لیکن زندگی کا تجربہ نہ تھا، نہ معاشرہ میں کوئی وقت حاصل تھی، نہ ایسے جوہر تھے جن کی مدد سے کسی بڑے عہدہ کو سنبھال سکے، عثمان غنی خلیفہ ہوئے تو محمد نے کسی بڑے منصب کی فرمائش کی، عثمان غنیؓ نے منصب دینے کو تیار نہ ہوئے، محمد خفا ہو گئے اور طے کیا کہ کہیں باہر جا کر سمت آزمائی کریں گے، انہوں نے عثمان غنیؓ سے پردیس جانے کی اجازت مانگی جو مل گئی اور سفر کر کے لئے دو پہی ہتیا کر دیا گیا، مسطابھیج کر محمد بن ابی حذیفہ عثمان غنیؓ کے مخالف کیمپ سے وابستہ ہو گئے اور محمد بن ابی بکر کی طرح مسجد کے اندر اور مسجد سے باہر ان کی برائیاں کیا کرتے، انہوں نے ایک قسم پر بھی کیا کہ رسول اللہؐ کی بیویوں کی طرف سے خود مصریوں کے نام خط لکھتے اور عام جلسوں میں پڑھ کر سناتے، ان خطوں میں خلیفہ کی مذمت ہوتی اور بغاوت کی دعوت ملے۔

مسجد میں بارنطینی بیڑے سے مصری بیڑے کی ایک زبردست لڑائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی قیادت میں ہوئی، اس ہم میں محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ دونوں شریک تھے، لیکن ان کا شن و شن سے لڑنا نہ تھا بلکہ اپنی فوج میں گورنر مصر اور خلیفہ مدینہ کے خلاف نفرت و اشتعال پیدا کرنا تھا، ایک موقع پر محمد بن ابی حذیفہ یہ فرسے لگاتے سنے گئے: مسلمانو! تم بارنطینیوں سے جہاد کرنے چلے ہو حالانکہ جس سے جہاد کرنا چاہیے وہ بھیجے ہے

الحیص بن عمر۔ تاریخ الامم ۵/ ۱۳۹ - سیف بن عمر۔ تاریخ الامم ۵/ ۱۳۵، کتاب الولاء والافتاء کنزى۔ ایڈیشن گت معرۃ ۱۲۷۲ھ ص ۱۵۰۔

(یعنی عثمان) کما نڈران جیف دونوں برحو و غلط جوانوں کی حرکتوں پر خون کے گھوٹ چیتے رہے اور جنگ سے واپس آکر خلیفہ کو ان کی شکایت لکھی تو یہ جواب آیا:-

”محمد بن ابی بکر کو اس کے والد ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور اس کی بہن عائشہؓ کی خاطر چھوڑنا ہوں، محمد بن ابی حذیفہ قریش کا جوان ہے، میرا بیٹا اور بھتیجہ جس کو میں نے پالا ہے اس لئے اس کو بھی معاف کرنا ہوں!“

۵۸۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے نام

صحابی عمار بن یاسرؓ کو ۳۷ھ میں عرفار روق نے کونہ کا گورنر مقرر کیا تھا، زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ وہاں کے انایت میں سرشار مذہبی دہقانوں نے مرکز سے ان کی شکایتیں شروع کر دیں، ایک اہم شکایت یہ تھی کہ ان میں حکومت کی سمجھ بوجھ نہیں ہے عرفار روق نے ان کو برطرف کر دیا، وہ بدینہ آگئے اور خلافت و سیاست کے معاملات سے گہری دل چسپی لینے لگے، ان کو اول دن سے عثمان غنی کا انتخاب ناگوار تھا، وہ علیؓ کے آدمی تھے اور عثمان غنی نیز ان کے کہنے کے ارباب اقتدار کو مطعون کیا کرتے تھے، ان کی نامناسب، توہین آمیز اور اشتعال انگیز باتوں پر عثمان غنی نے کئی بار ان کو ڈانٹا اور ایک قول یہ ہے کہ پشایا پتوایا بھی تھا، اس لئے عمار بن یاسر کے دل کا جنار اور زیادہ جڑھ گیا تھا، صلح جوئی عثمان غنی کی ممتاز صفت تھی، وہ اپنے نکتہ چینیوں کو رومی اور عیسائیوں کی برابر کو شش کرتے تھے، مطالبات مان کر ہی نہیں بلکہ اظہارِ احساس و دعات سے بھی عمار بن یاسر کی تالیفِ قلب کی بھی انہوں نے کوششیں کیں، ان کی ایک کوشش یہ تھی کہ سکتہ میں انہوں نے ایک اہم مشن عبد بن یاسر کے سپرد کیا، اس مشن کا پس منظر مختلف رادویوں نے مختلف طرح بیان کیا ہے، ایک قول یہ ہے کہ عثمان غنی نے محمد بن ابی حذیفہ

کی پے در پے شکایتیں سننے کے بعد ان کی استقامت کے لئے پندرہ ہزار روپیہ کا عطیہ اور کچھ تحفے بھیجے، محمد نے اس عطیہ کو اپنے باغیانہ مقاصد کی تکمیل کے لئے استعمال کیا، انہوں نے روپے اور تحفے مسجد میں رکھوائے اور ایک اشتعال انگیز تقریر کی اور کہا کہ یہ غلیفہ کی ایک ہال ہے جس کے ذریعہ وہ مجھے خریدنا اور میری سرگرمیوں سے محمد کو باز رکھنا چاہتے ہیں، اس واقعہ کے بعد عثمان غنی پُر لعن ملعون اور زیادہ بڑھ گئی، محمد مصریوں کے ہیر دین گئے اور مصر مدینہ کی حکومت اُلٹنے میں زیادہ تن دہی سے لگ گئے، عثمان غنی نے محمد کی بڑھتی ہوئی باغیانہ سرگرمیوں کی شکایت کی گئی تو انہوں نے مناسب سمجھا کہ اپنا ایک معتد مصر بھیجیں جو شکایتوں کی جانچ کر کے ان کو مطلع کرے، انہوں نے عمار بن یاسر کو بلایا اور کہا پھلی باتوں پر مجھے افسوس ہے اور میں معافی کا خواستگار ہوں، میں چاہتا ہوں کہ تمہارا دل میری طرف سے صاف ہو جائے، میرے دل میں تمہاری طرف سے کوئی کدورت نہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ میں تم کو ایک اہم کام میں اپنا نمائندہ بنا کر مصر بھیجا ہوتا ہوں، تم جا کر تحقیق کرو کہ محمد کی جو شکایتیں مجھے بھیجی گئی ہیں کہاں تک صداقت پر مبنی ہیں، عمار کا دل صاف نہ ہوا، وہ مصر جا کر وہیں رہ بڑے، مخالف پارٹی سے مل گئے، عثمان غنی کی غیبت شروع کر دی، مصریوں کو ان کے اور ان کی حکومت کے خلاف بھڑکایا، محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی عذریعہ کے دست راست بن گئے، ان کی حوصلہ افزائی کی اور مدینہ پر چڑھائی کرنے کی تجویز کی پر جوش حمایت، اگورز مصر عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح نے عمار کی شکایت کی اور ان کو سزا دینے کی اجازت مانگی تو یہ فرما دیا:-

”ابن ابی سرح، سزا اور سختی کی بات غلط ہے، عمار بن یاسر کے سفر کا معقول انتظام کر کے ان کو میرے پاس بھیج دو“

عمار بن یاسر کا مصر سے چلنا تھا کہ وہاں اشتعال کی نئی لہر دوڑ گئی، مخالف پارٹی نے

مشہور کر دیا کہ ظالم حکومت نے ایک متاثر صحابی کو زبردستی ملک بدر کر دیا ہے، محمد بن ابی بکر محمد بن ابی حذیفہ، ابن سبا اور دوسرے لوگوں نے صورت حال سے خوب فائدہ اٹھایا۔

۵۹. صدر مقاموں کے مسلمانوں کے نام

عثمان غنیؓ کے خلاف پروپیگنڈے کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ ان کے گورنروں کو ظالم حکم مشہور کیا جائے تاکہ عوام میں بے چینی پیدا ہو اور وہ حکومت کی بساط اُلٹنے میں مخالف پارٹیوں کا ساتھ دیں، مخالف پارٹیوں کے ایکٹ جہاں دوسرے تھکنڈے استعمال کرتے وہاں یہ خبریں بھی پھیلاتے کہ گورنر صدر مقاموں کے باشندوں کو طرح طرح کی جہانی اور ذہنی اذیتیں پہنچاتے ہیں، مدینہ کے چند وفادار اکابر عثمان غنیؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا: ”آپ کے گورنروں کی زیادتیوں کی خبریں سارے شہر میں مشہور ہو رہی ہیں، آپ کو بھی ان کا کچھ علم ہے؟“ عثمان غنیؓ نے لاطعلی ظاہر کی، اکابر نے مشورہ دیا کہ بڑے شہروں میں اپنے نمائندے بھیج کر اس بات کی تحقیق کرائیں کہ کہاں تک گورنروں کے ظلم و ستم کی مزعومہ خبریں درست ہیں، عثمان غنیؓ نے محمد بن مسلمہ (صحابی)، کوکبہ، اسامہ بن زید (صحابی)، کو بصرہ، عبد اللہ بن عمرؓ (صحابی) کو دمشق، عمار بن یاسرؓ (صحابی)، کو فسطاط اور کچھ دوسرے افراد کو دوسرے صدر مقاموں کو بھیج دیا، یہ نمائندے بااستثنائے عمار بن یاسرؓ تحقیق کر کے آئے اور رپورٹ دی کہ گورنروں کے ظلم و ستم کی شکایتیں بالکل بے بنیاد ہیں، عمار بن یاسرؓ علیؓ کے حامیوں میں سے تھے اور عثمان غنیؓ اور ان کے خاندان کے مخالف، فسطاط پہنچا کہ وہ حکومت دشمن پارٹی میں جس کی قیادت ابن سبا اور مدینہ کے کچھ دوسرے ذی اثر افراد جیسے محمد بن ابی بکر صدیقؓ اور محمد بن ابی حذیفہؓ کر رہے تھے، ضم ہو گئے اور بڑے جوش سے مخالفانہ سرگرمیوں میں حصہ لینے لگے، وفادار اکابر مدینہ کی شکایت سن کر جس کا امہد ذکر ہوا ایک طرف مٹاؤ مٹانے اپنے نمائندے تحقیق حال کے لئے بھیجے اور دوسری طرف ایک مراسلہ صدر مقاموں کے مسلمانوں کو ارسال کیا جس میں اس بات کی دعوت دی گئی کہ جن لوگوں کے ساتھ گورنروں نے

زیادتیاں کی ہوں وہ حج کے موقع پر حاضر ہوں اور خلیفہ نیز گورنروں کے دروہ اپنی شکایتیں پیش کریں، خطاکامیوں پر یہ تھا:-

”دانش ہو کہ گورنروں کو میری تاکید ہے کہ ہر سال حج کے موقع پر مجھ سے طیس جسے میں خلیفہ ہوا ہوں میں نے سارے مسلمانوں کو امر بالمعروف اور نہی المنکر پر عمل کرنے کی پوری آزادی دے رکھی ہے چنانچہ جب بھی میرے یا میرے حاکموں کے خلاف کوئی شکایت کی جاتی ہے اس کو دور کر دیتا ہوں میں اپنے اور اپنے خاندان کے خیال کے سارے حقوق سے رعیت کے مقابلہ میں دست بردار ہو گیا ہوں، اپنی مدینہ نے رپورٹ کی ہے کہ میرے گورنر کچھ لوگوں کو مارے ہیں اور کچھ کو بڑا جھگڑا ہے ہیں، اگر کسی کے ساتھ ایسا کیا گیا ہو تو وہ حج کے موقع پر آئے اور اپنی شکایت پیش کرے، اس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا خواہ زیادتی میری ہو یا میرے حکام کی، اگر وہ چاہے تو معاف بھی کر سکتا ہے۔ فَإِنَّ اللَّهَ يُجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ“

۶۰۔ باغیوں کو وثیقت

یوں تو حج کے موقع پر عام طور پر سب گورنر جمع ہوتے ہی تھے تاہم عثمان غنیؓ نے مذکورہ بالا شکایت کے بعد خاص طور پر ان گورنروں کو حاضر ہونے کی تاکید کر دی جو ان کے کنبہ کے تھے اور بن کو بدنام کرنے کی مخالف پارٹیاں ہم جلائے ہوئے تھیں، بصرہ سے عبداللہ بن عامر آئے، ہونہ سے امیر معاویہ، مصر سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، حال میں کو ذکے مضر بن کردہ گورنر سعید بن عامر اور مصر کے سابق حاکم عمرو بن عامر کو بھی مشورہ کے سلسلے میں کیا گیا، جب یہ ہاتھوں لگے تو عثمان غنیؓ نے پوچھا: ”زود کو ب اور سب دشمن کی یہ شکایتیں کیوں مشہور ہو رہی ہیں، معلوم ہوتا ہے ان کی کچھ اصل ضرور ہے؟“ گورنروں نے کہا: ”آپ نے اپنے ناندے بھیجے تھے جو بھی طرح پوچھ گچھ اور تحقیق کر کے آپ کو رپورٹ دے چکے ہیں کہ یہ خبریں بے بنیاد ہیں، یہ محض بود بیکٹا ہے

اور مخالفت پارٹیوں کا ایک ٹھکانہ جس کے ذریعے وہ عوام کو ہمارے اور آپ کے خلاف بھڑکانا چاہتے ہیں: عثمان غنی: تمہاری رائے میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟" سید بن عامر: "مخالفت پارٹیوں کے اکابر اور پروہگینڈا بازوں کو بکڑ کر قتل کر دیجیے۔" عبداللہ بن سعد: "جب آپ رعایا کے حقوق پوری طرح ادا کر رہے ہیں تو آپ ان سے بھی اپنا حق (اطاعت و وفاداری) وصول کیجئے، ان کو اس طرح شتر بے تھار چھوڑ دینا سراسر نقصان دہ ہے۔" امیر معاویہ: آپ نے مجھے شام کا حاکم بنایا ہے، وہاں کے لوگوں سے آپ کو کوئی شکایت نہیں ہوئی، یمن اور نجران اپنی رائے دو: امیر معاویہ: "شوریدہ سروں اور بغاوت پسندوں کی اچھی طرح خبر لیجئے۔" عثمان غنی: "تمو تمہاری کیا رائے ہے؟" عمرؓ: آپ رعایا کے ساتھ نرمی سے پیش آتے ہیں، آپ نے عمرؓ سے زیادہ ان کو آزادی دے رکھی ہے، امیری رائے ہے کہ ان کے ساتھ آپ کا سلوک دیا ہونا چاہیے جیسا ابو بکرؓ اور عمرؓ کا تھا، یعنی سختی کے موقع پر سختی اور نرمی کے موقع پر نرمی، ایسے لوگوں کے ساتھ سختی ضروری ہے جو نساد اور افتراں پیدا کرتا چاہتے ہیں، آپ کا سب کے ساتھ ملاحظت سے پیش آنا صحیح نہیں ہے: سب کی رائے سننے کے بعد عثمان غنی نے کہا: جس قسم کے وعدے کھینے کا عرب قوم کے ہاتھوں مجھے مذہب پر وہ کھل کر رہے گا، اس کو حتی الامکان بند رکھنے کا میری رائے میں یہی طریقہ ہے کہ نرمی سے کام لیا جائے، مخالفین کے مطالبے بشطیکہ ان سے حدود اللہ نہ توڑیں پورے کئے جائیں، اس کے باوجود بھی اگر دوازدہ کھل جائے تو اس کی ذمہ داری میرے اوپر نہ ہوگی، اور کسی کو میرے خلاف کچھ کہنے یا کرنے کا موقع نہ رہے گا، خدا پر خوب روشن ہے کہ میں سب کا بھلا چاہتا ہوں، بغداد فتنہ کی بجلی چل کر رہے گی اور عثمان کی یہ خوش نصیبی ہوگی کہ دنیا سے جائے تو اس بجلی کے چلانے میں اس کا کوئی ہاتھ نہ آئے۔"..... علیؓ

حج کے بعد گورنر اپنے اپنے مرکزوں کو لوٹ گئے۔ لیکن امیر معاویہؓ نے جانے سے پہلے بڑے صحابہ (طلحی حدیث، طلحہ، امیرؓ وغیرہ) سے مخلصانہ باتیں کیں کہ حکومت دشمن سرگرمیاں چھوڑ دیں

ان اہیلوں سے دلوں کی کدورت اور جذبات کا اشتعال اور بڑھ گیا، ان میں سے بعض نے امیر معاویہ کو خوب ڈانٹا ڈبٹا اور طعنے دیئے، امیر معاویہ کو بارہو گیا کہ بغاوت ہو کر رہے گی جانے سے پہلے انہوں نے عثمان غنی سے باصرہ کہا کہ میرے ساتھ شام چلے لیکن وہ تیار نہ ہوئے پھر انہوں نے کہا کہ اچھا میں ایک فوج بھیجے دیتا ہوں جو آپ کی حفاظت کرے گی عثمان غنی: "اس شہر میں فوج کے خورد و نوش اور رہائش کے بندوبست سے بازندوں کو زحمت ہوگی یہ بھی بچے کو ارا نہیں" امیر معاویہ: "مجھ تک تو آپ کو دھوکہ سے مار دیا جائے گا یا باغی آپ سے جنگ کر رہا ہے" عثمان غنی: "حسبى الله ونعم الوکیل"۔

ہر سال کی طرح اس سال (۳۳ھ) بھی مخالف پارٹیوں کے لیڈر رج کرنے آئے مدینہ منطوقہ کو ذرا دیر بعد ان کے ہیڈ کوارٹر تھے، سفیروں اور خط و کتابت کے ذریعہ وہ ایک دوسرے سے رابطہ قائم رکھتے ہی تھے لیکن حج کے موقع پر ان کو ایک دوسرے سے بالمشافہ ملاقات کا موقع مل جاتا جب وہ سرحد کو پہنچے اور اپنی باغیانہ سرگرمیوں کا جائزہ لیتے اور اپنی حکومت دشمن پالیسی میں غزو کی زبیم و فحش کرتے، اس کے علاوہ مدینہ کے بڑے حکام پر بھی ملاقات ہو جاتی اور ان کے مشورہ سے بھی استفادہ کیا جاتا، ان مخالف پارٹیوں نے عثمان غنی کی مرموعہ بدعنوانیوں کی ایک فہرست تیار کی اور ان کا ایک وفد مدینہ آیا اور خلیفہ سے مطالبہ کیا کہ اپنی بدعنوانیوں کی صفائی پیش کریں، اس کارروائی سے ان کا مقصد عثمان غنی کو بدنام کرنا اور پروپاگنڈے کے لئے نیا مواد فراہم کرنا تھا، عثمان غنی نے سلسلے اعتراضوں کا ایک ایک کر کے جواب دیا اور ایسا جو ہر اس شخص کو جس کی آنکھوں پر بارشِ وفاداری و اذاتی منفعت یا حدود و معاف کی عینک نہ ہوتی، مطمئن کر سکتا تھا لیکن یہ لیڈر مطمئن نہ کیا ہوئے اہل انہوں نے عثمان غنی کے جوابات کو عندر گناہ بہ دراز گناہ سے تعبیر کیا اور اس عزم سے اپنے ہر مرکزوں کو بٹلے گئے کہ اگلے سال سویم حج پر مل ہو کر انہیں گے اور خلیفہ کو زور و شہر میں روکیں گے۔ آٹھ ہفتہ کے مزید پروپاگنڈے کے بعد تین پارٹیاں مسلح ہو کر اپنے اپنے مرکزوں سے مدینہ کی طرف

روانہ ہوئیں، ان کا مقصد عثمان غنی کو معزول کرنا تھا اگر ارمی خوشی تیار نہ ہوں تو قتل کر کے، ہر پارٹی کی تعداد کو بھگت کر سوسنائی جاتی ہے، بصرہ پارٹی کے پانچ کمانڈر تھے جن میں سے ایک کبیر بن جبند تھا جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے، مکان اعلیٰ ایک صحابی حرقوس بن زہیر کے ہاتھ میں تھی جو چند سال بعد اعلیٰ کی خلافت میں ایک ستارہ خارجی لیڈر ہو کر مارے گئے، یہ پارٹی زہیر بن عوام کی طرف مائل تھی، بصرہ میں زہیر کی کافی جائیداد اور تجارت تھی اور وہاں کے عربوں کی ایک جماعت کو ان کی مالی امداد نے اپنا وفادار بنا لیا تھا، کوثر پارٹی کے پانچ کمانڈروں میں سے ایک اشتر غنی (صحابی) تھے جن کے بارہ میں آپ پہلے بہت کچھ پڑھ چکے ہیں، اس پارٹی پر طلحہ بن عبید اللہ چھائے ہوئے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ کوثر کے اندر اور باہر طلحہ کی کافی جائیداد تھی جس کی آمدنی وہ اپنے بہت سے عقیدتمندوں پر صرف کرتے تھے مصر پارٹی میں متعدد صحابیوں کے علاوہ ابو بکر صدیق کے صاحبزادے محمد اور ابن سبا شریک تھے، یہ پارٹی علی حیدر کو خلیفہ بنانا چاہتی تھی۔

میتوں پارٹیاں مدینہ کے باہر مرکوز ہوئیں، ان کا ایک وفد خلیفہ کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ خلافت سے دست بردار ہو جائیے ورنہ ہم آپ کو قتل کر دیں گے عثمان غنی خلافت سے دستبردار ہو جاتے، پیرائے سلی میں اس سے ان کو کیا سکھ پہنچ رہا تھا لیکن ایک اصول عنایت گیر تھا اور وہ یہ کہ اگر باغیوں کے دباؤ میں آکر انہوں نے خلافت چھوڑ دی تو یہ واقعہ ہمیشہ کے لئے ایک مثال بن جائے گا اور اس کی آڑ سے کربائی جب چاہیں گے خلیفہ کو معزول کر دیا کریں گے، ان کے بعض مشیروں نے بن میں عبد اللہ بن عمر شال تھے ان کو یہی مشورہ دیا کہ خلافت چھوڑیں چنانچہ انہوں نے انکار کر دیا اور آپس توہنوں نے وفد کو خبردار کیا کہ اسلام میں جن باتوں سے قتل واجب ہوتا ہے ان میں سے کسی ایک کا میں مرگب نہیں ہوا ہوں؟

واقعات کے اس مرحلہ پر پہنچ کر ہمارے دہلورڈوں کی راہیں بدل جاتی ہیں، ایک مدرسہ تاریخ کہتا ہے کہ عثمان غنی نے دو صحابیوں (سیرہ بن شیبہ اور عمرو بن عاص) کو باغیوں کے پاس اپنا نمائندہ

بنکر صبا اور کھلو ایا کہ میں خلافت سے معزولی کا مطالبہ نہیں مان سکتا، آپ کی جو شکایتیں ہوں میں نے
 کیجئے ان کو قرآن و سنت کی روشنی میں دور کرنے کی کوشش کروں گا۔" باغیوں نے دونوں مجاہدوں
 کو بڑی طرح ہتھکرا کر ان کی ایک بستی اور معزولی کے مطالبہ پر اڑے رہے عثمان غنی علیؓ کے لئے
 ملے اور ان سے کہا کہ ہائی ایک سنگین مطالبہ کر رہے ہیں جس کو اگر مان لیا جائے تو ہمیشہ کے لئے
 خلافت سے جبری معزولی کا دروازہ کھل جائے گا اور خلیفہ کا رعب و وقار خاک میں مل جائے گا، آپ
 جا کر باغیوں کو سمجھائیے، میں قرآن و سنت کے مطابق عمل کرنے کو تیار ہوں؟ علیؓ حیدر نے کہا: ہائی
 اس وقت تک یہاں سے نہیں نہیں گئے اور نہ آپ کی اطاعت کریں گے جب تک آپ ان کی شکایتیں
 دور کرنے کا وعدہ نہ کر لیں گے عثمان غنی: میں شکایتیں دور کرنے کا وعدہ کرتا ہوں، آپ مجھ کو باغیوں
 سے کہہ دیجئے: علیؓ حیدر کے مشورہ سے باغیوں نے معزولی کا مطالبہ چھوڑ دیا اور وثیقہ ذیل لکھ کر
 اس پر عثمان غنی کے دستخط کرا لئے اور اپنے اپنے شہروں کو لوٹ گئے۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم، عبداللہ عثمان امیر المومنین نے یہ تحریر ان مسلمانوں اور مومنوں

کو بطور دستاورد دی ہے جو ان کے طرز عمل کے شاکہ ہیں کہ میں

۱) قرآن و سنت کے بموجب عمل کروں گا (۲) نادر و اور محرموں کی سرکارت نہ کروں

معزولی جائیں گی (۳) خورفہ لوگوں کو امان دی جائے گی (۴) جلا وطنوں کو وطن لوٹایا

جائے گا (۵) مسلمان فوجوں کو دشمن کی سرزمین میں وطن سے دور نہیں رکھا جائے گا (۶) ہائی

آدمی بڑھائی جائے گی، علی بن ابی طالب اور مدینہ کے اکابر اس وثیقہ کی پابندی کرنے

کا ذمہ لیتے ہیں، ذوالقعدہ ۳۵ھ

ابن اعم کوئی کے راویوں نے وثیقہ میں ایک وعدہ اور ٹرھا دی ہے :-

عبداللہ بن سعد بن ابی سہرک کو معزولی کر کے محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر مقرر کیا جائے گا

انساب الاشراف میں ایک دوسری جگہ تصریح ہے کہ باغیوں نے عثمان غنی سے مذکورہ بالا باتوں

کے علاوہ ان دو کا بھی وعدہ لیا تھا :-

لے انساب الاشراف ۱۴/۵ - ۶ فتح ابن اعم کوئی قلمی ورق ۳۳۲ -

(۱) سرکاری آمدنی انصاف کے ساتھ تقسیم کی جائے گی (۲) سرکاری منصب امانت دار اور کارگزاروں کو دیئے جائیں گے۔

انساب الاشراف کی دوسری تصریح سے اس بات کی تائید نہیں ہوئی کہ یہ وعدے تحریری تھے۔

ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن ابی سرح کے نام

مصر بارٹی ابھی مجازگی سرحد پار نہیں ہوئی تھی کہ ان کو راستہ میں ایک ٹولی ملی جو شہیدانہ انداز سے منظر کی طرف بھاگی ہوئی جا رہی تھی، انہوں نے اس کے لیڈر کو روکا اور اس سے بات چیت کی تو ان کا شبہ اور نزاع پختہ ہو گیا، اس کا جھاڑا لیا گیا تو ذیل کا خط ایک خشک شکنیزہ سے نکلا:-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم، جب عبدالرحمن بن عدس (صحابی) مصر پہنچے تو اس کو تنہا کوڑے مارنا، اس کا سر اور ڈاڑھی منڈوانا اور میرے اگلے حکم تک اس کو قید میں رکھنا، عمرو بن حُجَی (صحابی)، اور سواد بن حُمران اور عروہ بن حُبابہ لُئی کو بھی یہی سزا دو۔“

۶۲۔ خط کی دوسری شکل

جب فلاں فلاں پہنچے تو اس کی گردن مار دینا اور فلاں فلاں کو یہ سزا دینا۔

راوی۔ پارٹی میں صحابی اور تابعی دونوں تھے۔

۶۳۔ خط کی تیسری شکل

جب مصری دل تمہارے پاس (منظر) پہنچے تو فلاں کا ہاتھ کاٹ دینا، فلاں کو قتل

کردینا اور فلاں کو یہ سزا دینا۔ راوی۔ دل کے اکثر افراد کے خط میں نام

تھے اور ہر ایک کے لئے نو آفران سزا جو مذکور تھی۔

۶۴۔ خط کی چوتھی شکل

جب محمد بن ابی بکر اور فلاں فلاں اشخاص منظر پہنچیں تو ان کو کسی بہانے سے قتل

۱۔ اسباب الاشراف ۱۰۴۔ ۲۔ دائی تاریخ الامم ۱۹/۵۔ ۳۔ محمد بن اسحاق تاریخ الامم ۱۱۵/۵

۴۔ مروج الذهب ص ۵۷۱ حاشیہ تاریخ کامل ابن اثیر ص ۱۶۸۔

کر دینا ان کو جو دستاوردی گئی ہے اس پر عمل نہ کرنا، میرے حکم ثانی نہ کرنا ہے
 عہدہ پر دستور قائم رہو اور جو داد خواہی کے لئے تمہارے پاس آئے اس کو قید
 کر دو، اس کے بارے میں میں خود حکم دوں گا انشاء اللہ تعالیٰ !

۵۔ خطا کی پانچویں شکل

جب محمد اور فلاں فلاں آئیں تو ان کو قتل کر دو اور ان کو جو خطہ دیا گیا ہے اس
 کو منسوخ کر دو اور میرا اگلا حکم آئے تک اپنے فرائض منصبی انجام دیتے رہو !
 خطہ بڑھ کر مصریوں کی آنکھوں میں خون اُتر آیا، انہوں نے فوراً رخ بدلا اور مدینہ کی راہ
 لیں، ان کے قاصد کو ذرا دیر کی پارٹیوں کو بھی نئے حالات سے مطلع کر کے واپس لے آئے، سب نے
 بالاتفاق طے کیا کہ خلیفہ کو زندہ نہ چھوڑیں گے، ان کے لیڈر عثمان غنی سے لے کر وہ خطہ دکھایا
 جو راستہ میں انہوں نے پکڑا تھا، عثمان غنی تخت حیران اور پریشان ہوئے، انہوں نے قسم کھا کر
 کہا کہ میں نے نہ تو خود خط لکھا نہ کسی سے لکھوایا، اور نہ اس کا مجھے قطعاً علم ہے، باغی لیڈر: ہم مانے
 لیتے ہیں کہ آپ نے خط نہیں لکھوایا لیکن اس سے آپ کی ذمہ داری کم نہیں ہوتی بلکہ اس سے
 ثابت ہو جاتا ہے کہ آپ میں حکومت کی صلاحیت نہیں، ایسا شخص منصب خلافت کا کیسے اہل ہو سکتا
 ہے جس کے متعلقین اس کے نام سے اور خلافت کی ہر نگاہ کو کارروائی چاہیں کر ڈالیں، آپ کو اس
 منصب سے ہٹانے کے لئے اس واقعہ سے زیادہ وزنی کوئی دلیل نہیں ہو سکتی، باغیوں کا خیال
 تھا کہ عثمان غنی کے چچا زاد بھائی مروان نے یہ خط لکھا تھا، لیکن ہم مروان کو نہ تو آتا گستاخ اور
 خود سر سمجھتے ہیں کہ وہ خلیفہ کے ایک تحریری معاہدہ کو جس کے نفاذ کا بڑے صحابہ نے ذمہ لیا تھا
 توڑنے کی جرات کرتے اور نہ اتنا کورنہم کہ خلافت کی ڈونگی گشتی کو اس بے حد اشتعالی کارروائی
 سے تباہی کے اور زیادہ قریب کر دیتے۔

۱۔ العقد الفرید ابن عبد البر مصر ۱۳۱۰ء/۸۰۔

۲۔ الامار والسیاست ابن قتیبہ مصر ۱۱۱۰ء/۳۰۴۔

۶۶۔ صدر مقاموں کے مسلمانوں کے نام

بایںوں کے ایڈر شہر کے بڑے صحابہ سے ملے اور پکٹے ہوئے خط کا ذکر کر کے اُن کا عقدہ
 وہاں مشتعل برپا کیا، اُن کی آن میں سارا مدینہ بایںوں کا ہمدرد اور عثمان فنی کا بدخواہ ہو گیا۔ بایںوں
 سے صحابہ اور ان کے متعلقین آخر وقت تک خلیفہ کی وفاداری اور خزانہ نبی کا دم بھرتے رہے، بایںوں
 عثمان فنی کی کوٹھی کا محاصرہ کر لیا، جمعہ آیا تو وہ نماز پڑھانے گئے، نماز کے بعد ایک تقریر میں بایںوں کو کھانچا
 رہے تھے کہ ان پر انیوں کی بارش ہونے لگی، وہ چوٹ کھا کر گرے اور بیہوش ہو گئے اس کے باوجود انہوں
 مسجد جانا اور نماز پڑھانا نہ چھوڑا، محاصرہ کے میں دن اور بقول بعض تیس دن تک وہ امانت کرتے رہے
 اس کے بعد بایںوں نے ان کا گھر سے نکلتا بھی بند کر دیا، شہر کے بہتے خلام، حاسد اور امین الوقت علماء بایںوں
 کی صفوں میں داخل ہو گئے، عثمان فنی کے پاس کافی لوگ تھے جو بایںوں سے لڑ کر اپنی وفاداری کا بغیر دستاویز
 تھے لیکن عثمان فنی نے جنگ پیکار کی باطل ممانعت کر دی تھی، وہ چاہتے تھے کہ دوسرے مرکزوں سے بڑی تعداد
 میں مسلمان آجائیں اور بایںوں کو قائل معقول کر کے اپنے اپنے شہروں کو لوٹا دیں، اس مقصد کے لئے
 انہوں نے یہ مراسلہ بھیجا :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم، اللہ عزوجل نے محمد کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا، انہوں نے خدا کے
 احکامات لوگوں کو پہنچا دیے، جب اپنا مشن پورا کر چکے تو ان کا انتقال ہو گیا، انہوں
 نے ہمارے لئے ایک کتاب چھوڑی جس میں جائز و ناجائز، نیک و نیکور اور کاذب و متعجب جو معقد
 ہو چکے تھے، اور مین کو محمد نے لوگوں کی ہند و ناپسند سے بے نیاز ہو کر نافذ کیا، ان کے
 بعد ابو بکرؓ اور عمرؓ خلیفہ ہوئے، پھر مجھے میرے علم اور نواہش کے بغیر اصحاب شوریٰ میں داخل
 کیا گیا، انہوں نے خاص و عام کی تنقید رائے اور میری بغیر خواہش مجھ کو خلیفہ منتخب کیا،
 خلیفہ ہو کر میں نے پہلے کام کئے اور اسی روش اختیار نہیں کی جس پر کسی کو اعتراض یا ناگواری
 کا موقع ملتا، میں اپنے کاموں میں رسول اللہؐ اور سنیین کا تابع رہا اور خود متعجب بننے
 کی کوشش نہیں کی (دولت و فرصت پاکر، لوگوں کا سیلان خیر و رفتگی طوط ہوا تو صد

اور کینا کے دل میں جھگڑا اور ذاتی فائدہ کا بصورت ان کے سر پر سوار ہو گیا حالانکہ
 نہ تو میں نے قابل گرفت کوئی کام کیا اور نہ مافی میں کسی ایسے فعل کا ترکیب ہو جس کے نفعاً
 کی خلیش دلوں میں ہوئی، کینہ اور حسد نے ان کو منافق بنا دیا، ان کے دل میں کچھ ہوتا ہے
 اور زبان سے وہ کچھ کہتے ہیں، وہ ایسے کاموں پر مجھے برا بھلا کہنے لگے جن کو دیکھ کر اور
 عمر کے عہد میں انہوں نے بخوشی قبول کر لیا تھا اور ایسے فیصلوں پر مجھے مطلقاً کہتے
 جو نہایت مناسب ہوتے اور اہل مدینہ کے مشورہ سے کئے جاتے، سالوں میں ان کی
 نکتہ چینی اور عیب جوئی برداشت کرنا رہا، ان کی حرکتیں آنکھوں سے دیکھتا اور ان کی
 بے ہودگیوں کا نوحہ سے سنا لیکن سزا نہ دیتا، انہوں نے میرے صبر و تحمل کو کمزوری
 پر محمول کیا، ان کی جرأت اتنی بڑھی کہ انہوں نے رسول اللہ کے ٹھہر، خزانہ اور ہجر گاہ
 میں میرے اوپر حملہ کر دیا ہے، بہت سے بددعوب ان کے ساتھ ہو گئے ہیں اور انہوں
 نے اذیحت یا ان عربوں کی طرح جو اُمد میں ہم پر حملہ آور ہوئے تھے، یورش کر دی ہے
 آپ میں سے جس جس کے لئے ممکن ہو میرے پاس آجائے، والسلام علیہ

۶۷۔ مسلمانوں کے نام

ابن اعم کوئی کے رپورٹروں نے محاصرہ سے پہلے باغی اکابر اور عثمان غنی کی ملاقات کا ذکر مختلف
 انداز میں کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ عثمان غنی مسجد کے جہاں صحابہ اور باغی اکابر موجود تھے، ان کو مخاطب
 کر کے عثمان غنی نے کہا: میں تم کو کھڑا ہوں کہ میں نے نہ تو خود خط لکھا اور نہ کسی سے لکھوایا، جو وعدہ میں
 نے پہلے آپ سے کیا تھا اس پر اب بھی قائم ہوں اور اس بات کا پھر اعادہ کرنا ہوں کہ میرا طرز عمل کتاب اللہ
 سنبت ہی اور آپ کی فضاہ اور مرضی کے مطابق ہوگا: ایک باغی لیڈر کھڑا ہوا اور بولا: ہم تم کو جھوٹا سمجھتے
 ہیں، ہمیں تمہاری قسم کا مطلق اعتبار نہیں! اس کے بعد دوسرا لیڈر کھڑا ہوا اور بولا: تم ہمارے قتل کا
 لہ آؤ، اب سمراتہ جو قبیلہ میں جو صف میں مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے: قریش، مرہ، غطفان، انجلی، اسد اور مسلم۔

حکم دے کر اب ختم کھاتے ہو، ہم تم کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ خلیفہ کے کچھ آدمی اس گستاخی کو خیر لینے پر
لیکن باغیوں نے اس کو بچا لیا، کچھ شوریدہ سر خلیفہ کے آدمیوں پر ٹوٹ پڑے اور کچھ خلیفہ پر آئیشیں
برسانے لگے۔ خلیفہ بے ہوش ہو گئے، جب ان کی طبیعت ٹھیک ہوئی تو انہوں نے باغیوں کی تالیف
قلب کے لئے یہ تحریر قلمبند کی :-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم: عبداللہ عثمان امیر المؤمنین کی طرف سے سارے مسلمانوں اور
مومنوں کے نام اسلام علیکم اس خدا کی یاد دلاتا ہوں جس نے آپ کو ایمان و اسلام
سے بہرہ ور کیا، کفر و شرک کے اندھیرے سے نکالا جس نے روزی و خوشحالی کے دانے
آپ پر کھولے اور اپنی نعمتہائے گونا گوں اور نعماتہائے بوقلموں سے آپ کو سرفراز کیا۔
مسلمانو! خدا سے ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے تمہاری زندگی ایسی گذرنا چاہیے کہ جب
مرد تو حقیقتہً مسلمان ہو، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تقاضے ٹھیک ٹھیک
پورے کرتے رہو تاکہ اخروی سرخروئی سے بہرہ ور ہو مولا لکھو: اَوَلَا تَأْمَنُونَ بَخَسْخَسَ مَا تَخْلُقُوْنَ
مَنْ يَّبْعَثُ مَا يَأْمُرُهُمُ الْبَيْتَاتُ فَاُولَٰئِكَ لَمْ يَكُنْ عَنْ اَبْ عَظِيمٍ۔ ان لوگوں کے نفیس قدم
پرست جلو و واضح دیلوں کے بعد بھی باہمی پھوٹ اور جھگڑوں میں پڑ گئے، ایسے
لوگوں کو سخت سزا دی جائے گی اور دوسری جگہ خدا کہتا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يَنْشُرُوْنَ
بِفَضْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا قَلِيْلًا اَكْثَرًا لَّخَلَدْنَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَاُولَٰئِكَ يَنْظُرُ اللّٰهُ وَاِلَيْهِمْ
الْبَيِّنَاتُ وَاُولَٰئِكَ يَرْجِعُهُمْ وَاَهْلُهُ عَنْ اَبْ اِلَيْهِمْ جو لوگ حقوڑے سے فائدہ کی
خاطر جموٹی نہیں کھائیں اور خدا کے نام پر کئے ہوئے عہد سے پھر جائیں وہ دنیا میں
مصائبِ محمودہ سے اور آخرت میں لطف و مسرت سے بالکل محروم رہیں گے۔ قیامت
کے دن خدا ان کی طرف دیکھنا یا ان سے ہم کلام ہونا تک گوارا نہ کرے گا اور ان
کو دردناک سزا دی جائے گی۔ مسلمانو! خدا اچھا ہوتا ہے کہ تم دنیاں بردار اور مطیع رہو
معصیت اور باہمی اختلاف سے بچو، ماضی میں اس نے انبیاء صحیحہ تاکر مبعوث اور فطرتِ زندگی

میں اختیار کر سکیں، یاد رکھو کہ کچھ قومیں اس وجہ سے تباہ ہوئیں کہ ان کا کوئی صحیح
 لیڈر اور رہنما نہ تھا اور وہ آپس میں لڑتی جھگڑتی تھیں، اگر تم نے اپنا بڑا ارادہ پورا
 کر کے مجھے قتل کر دیا تو ایک بڑے فتنہ کا دروازہ کھل جائے گا اور تم بہت سی حرام
 باتوں کے شریک ہو گے اور ایسے اندھیرے میں گھر جاؤ گے کہ نماز روزہ تک کی مُند
 نہ رہے گی، میں نے تمہاری غیر خواہی کا فرض ادا کر دیا ہے اور تم سے اپنی باتوں کا
 طالب ہوں جن کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے، میں تم کو اس انجام سے ڈراتا ہوں جس سے
 خدا نے ڈرایا ہے، میں تم کو وہ بات یاد دلانا ہوں جو پیغمبر شعیب نے اپنی قوم کے مخالفین
 سے کہی تھی اور جس کا قرآن میں ذکر ہے: **يَا قَوْمِ لَا يَخْرُجُ مِنْكُمْ شَيْءٌ اَنْ يَّصِيبَكُمْ**
مِثْلُ مَاْ اَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ اَوْ قَوْمَ هُودٍ اَوْ قَوْمَ صَالِحٍ وَمَا قَوْمُ لُوطٍ يَنْظُرُونَ۔
 مخالفین! خبردار میری مخالفت کی پاداش میں تم پر کہیں وہ مصیبت نہ نازل ہو جائے
 جو نوح، ہود اور صالح کی قوموں پر نازل ہوئی اور پیغمبر لوط کی قوم کا جو حشر ہوا وہ
 کوئی بہت پرانی بات نہیں ہے :

”لوگو! میں تمہاری شکایتیں دور کرتا رہا ہوں، میں تم کو مطمئن رکھنا چاہتا ہوں، میں
 کتاب اللہ اور سنت نبی کے مطابق عمل کروں گا، میرا طرز عمل سنو وہ اور سلوک اچھا
 ہو گا جس کو درز کو تم ناپسند کرو گے اس کو معزول کر دوں گا اور جس کو چاہو گے گو درز
 بنالوؤں گا، میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ میری روش ویسی ہی ہوگی جیسی تینین کی تھی اور
 میں اپنے مقدور بھران کے نقشب قدم پر چلنے کی کوشش کروں گا، یہ بات تم کو نہ بھولنا
 چاہیے کہ انسان غلطیاں کرتا ہے اور میرے گو در بھی غلطیوں سے مبتلا نہیں، اس تجربے
 کے ذریعہ میں خدا اور سارے مسلمانوں کے سامنے معذرت خواہ ہوں، تم کو جو باتیں
 ناپسند ہیں یا میں وہ بند اچھوڑ دوں گا اور کوئی ایسی بات نہ کروں گا جو تم کو ناگوار ہوگی
 خدا اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ میرے اور تمہارے قصور

معائنہ کر دے گا: والسلامؑ

۶۸۔ عبداللہ بن عامر اور معاویہ بن ابی سفیان کے نام

فتوح ابن اعمش کے رپورٹ پر اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ عثمان فنی نے مذکورہ بالا تحریر باقی اکابر کے پاس بھیج دی لیکن اس کو پڑھ کر ان کا دل ذرا نہ پسچا اور وہ اپنے اس ارادہ پر اڑے رہے کہ اگر خلیفہ مصلحت سے دست بردار نہ ہوا تو اس کو قتل کر دیں گے، اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے انہوں نے عثمان فنی کے مکان کا محاصرہ کر لیا عثمان فنی جب اکابر صحابہ کی طرف سے بالکل مایوس ہو گئے تو انہوں نے بعصر کے گوردہ عبداللہ بن عامر اور شام کے حاکم اٹلی معاویہ بن ابی سفیان کو یہ مراسلہ بھیجا۔

”واضح ہو کہ مدینہ، بعصر اور کوفہ کے ظالموں، سرکشوں اور باغیوں کی ایک جماعت نے

مجھ پر چڑھائی کر دی ہے اور مجھے گھیر لیا ہے، مردان کو نہ پا کر دبا، میرے گھر کا سخت محاصرہ

کر لیا ہے میں ہر چند ان کو سمجھاتا بچھاتا ہوں، ان کو راضی اور مطمئن کرنے کا وعدہ

کرنا ہوں، کتاب اللہ اور سنت نبی پر عمل کرنے کا عہد کرتا ہوں لیکن وہ کچھ نہیں سمجھتے

انہوں نے مجھے معزول یا قتل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے، میں مرنا پسند کروں گا لیکن

خلافت سے معزولی کا مطالبہ نہیں مان سکتا، یہ ہیں حالات، جلد میری مدد کرو اور

بہادر روں کا ایک دل لے کر آ جاؤ، امید ہے تمہاری مدد سے خدا باغیوں اور ہماروں

کی اس مصیبت سے مجھے نجات دلائے گا، والسلامؑ

۶۹۔ خط کی دوسری شکل

مورخ محمد بن سائب کلبی نے مذکورہ خط کا مضمون ان الفاظ میں پیش کیا ہے اور تصریح کی

ہے کہ خط امیر معاویہ کو لکھا گیا تھا:-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم، واضح ہو کہ اہل مدینہ سے کفرانِ نعمت کیا ہے، نافرمان ہو گئے

ہیں اور میری بیعت توڑ دی ہے، شام کے مجاہدوں کی ایک فوج میری مدد کو بھیج دو“

۱۔ فتوح ابن اعمش، فنی، ۳۳-۳۴۹۔ ۲۔ فتوح ابن اعمش، فنی، ۳۴۹۔ ۳۔ تاریخ الامم، ۱۱۵۱۰۔

۷۰۔ خط کی تیسری شکل

ابن قتیبہ نے امیر معاویہؓ کو بھیجے ہوئے خط کا مضمون اور زیادہ مختلف بیان کیا ہے :-
 "واضح ہو کہ میں ایسے لوگوں میں ہوں جو میری زندگی سے گنا گئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ
 میں جلد از جلد ختم ہو جاؤں، کہتے ہیں کہ تم کو یا تو ایک کمزور اور بوڑھے اوٹ پر سوار
 رکھیں گے اور اگر میں اس کے لئے تیار نہ ہوں تو ان کا مطالبہ ہے کہ میں خلافت سے
 دستبردار ہو جاؤں اور جس کو میں نے قتل کیا ہے تم اس کا قصاص دوں حالانکہ میں کے
 ہاتھ میں اتنا دار کی باگ ڈور ہوتی ہے اس سے صحیح اور غلط دونوں طرح کے کام سرزد
 ہوتے ہیں، مدد، مدد، اپنے خلیفہ کی مدد، جلدی کرو، معاویہؓ جلدی کرو، آجاؤ، ضرور
 آجاؤ، لیکن مجھے امید نہیں کہ تم آؤ گے!"

۷۱۔ باغیوں کے نام

بعض رپورٹ کرتے ہیں کہ محاصرہ کے ایام میں ایک دن عثمان غنیؓ نے سنا کہ باغی بیخ بیخ کربہ رہے
 ہیں کہ ہم خلیفہ کو قتل کر دیں گے عثمان غنیؓ: حاضرین سے مخاطب ہو کر: مجھے قتل کر دیں گے، میں جو اب
 مسلمانوں میں سے ہوں جس سے رسول اللہؐ تاحیات خوش رہے، ابو بکرؓ اور عمرؓ بھی!

میرا قتل کیسے جائز ہے؟ انہوں نے باغیوں کی اسماءت کے لئے ایک خط لکھوایا اور عبداللہ بن
 زبیرؓ سے کہا کہ جا کر باغیوں کو باوازی بلند سادو، ابن زبیرؓ گئے لیکن باغیوں نے اس خط کو نہ پڑھنے دیا
 تاہم وہ ڈٹے رہے اور کسی نہ کسی طرح آدنی آواز سے پڑھ ہی ڈالا خط کے کچھ حصے محفوظ نہیں رہے :-

..... میں ان سب باتوں سے محترز رہے گا وعدہ کرتا ہوں جو آپ کو ناپسند ہیں اور ہر غلط
 کام سے جو مجھ سے سہرا ہوا ہو تو یہ کرتا ہوں ایسے عہد کرتا ہوں کہ صحت رسولؐ
 کی بیویوں اور آپ کے ابابا رسلے کی صدا پدید سے کام کر دوں گا، لیکن میں اس فیصلے

لے کہ تمہارا طرح بہتے اشاروں پر ملنا چاہتے ہیں۔ جسے جہاں تک ہمیں معلوم ہے عثمان غنیؓ پر قتل کا کوئی انعام نہ تھا
 سمجھنا ہمارا وسیعہ ہے۔

(خلافت) کو نہیں اُتار سکتا جو خدا نے مجھے پہنچائی ہے، اسی طرح آپ کو اپنی بیعت کی ذمہ داریوں سے بھی معاف نہیں کر سکتا۔

۷۲۔ علی بن ابی طالب کے نام

محاصرہ سے پہلے عثمان غنیؓ کی علیؓ سے ملاقات ہوئی رہتی تھی، کبھی علیؓ حیدر عثمان غنیؓ کی کوشش پر احتجاج و شکایت کرنے آتے اور کبھی عثمان غنیؓ علیؓ حیدرؓ کے گھر عیادت، اجتماع شکایت یا تالیفِ قلب کے لئے جلاتے، محاصرہ کے بعد یہ رابطہ ٹوٹ گیا، اس کا سبب ایک مددگارِ تاریخ کی رائے کے مطابق یہ تھا کہ علیؓ حیدرؓ عثمان غنیؓ سے سخت ناراض ہو گئے تھے اور ان کے ساتھ مکمل ترکِ مواصلات کا عہد کر لیا تھا انارمنی کی وجہ یہ تھی کہ جب پہلی بار باغی محاصرہ کے ارادہ سے آئے تو عثمان غنیؓ نے علیؓ حیدرؓ کو بلایا اور ان سے خود ملنے گئے اور کہا کہ آپ باغیوں کو سمجھا بھگا کر دغ نہ کریجئے، علیؓ حیدرؓ نے کہا: آپ ان کی شکایتیں و در کرنے کا وعدہ کریں گے تب ہم کی وہ واپس ہوں گے، عثمان غنیؓ نے وعدہ کر لیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک دستاویز لکھ دی جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں باغی لوٹ گئے، مردان اور عثمان غنیؓ کے دوسرے مشیروں نے جو باغیوں کے ساتھ سمجھوتہ کرنے یا ان کے مطالبات ماننے کے خلاف تھے عثمان غنیؓ کو اپنا وعدہ پورا کرنے سے باز رکھا، علیؓ حیدرؓ کو یہ معلوم ہوا تو وہ بہت گرمے اور عثمان غنیؓ سے بات چیت کرنے کی قسم کھائی۔

عثمان غنیؓ سے رابطہ ٹوٹنے کے موضوع پر دوسرا قول یہ ہے کہ محاصرہ سے ذرا پہلے علیؓ حیدرؓ باغی اکابر سے ناراض ہو کر مدینہ سے باہر کسی گاؤں چلے گئے تھے، ناراضی کا سبب یہ تھا کہ باغی وہ خط لے کر جس میں اُن کے منسلک حکمِ عاملِ حیدرؓ کے پاس آئے اور ان کو خط دکھا کر کہا: اب آپ کو کوئی عذر نہ ہونا چاہیے، اس خط نے خلیفہ کا خون سہاگ کر دیا ہے، پہلے ہماری قیادت کبجے، علیؓ حیدرؓ تیار نہ ہوئے تو باغیوں نے کہا: پھر آپ نے ہمیں خط کیوں لکھے تھے؟ علیؓ حیدرؓ نے اس سے انکار کیا تو وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور بولے: ہم ان کی خاطر لڑ رہے ہیں اور یہ اسی باتیں

کرتے ہیں، علی حیدر ناراض ہو گئے، اور مضافات مدینہ کے کسی گاؤں کو چلے گئے۔
 بعض زبورٹ کہتے ہیں کہ محاصرہ کے دوران علی حیدر اپنی جاگیر بیٹھ میں تھے، بیٹھ مدینہ
 کے مغرب میں سات رطلے (لگ بھگ دو سو میل) دور ایک شاداب غلستان تھا، اپنی رائے
 کی تائید میں ہمارے زبورٹ عبداللہ بن عباس کا یہ بیان پیش کرتے ہیں: مجھے عثمان غنیؓ نے بلایا
 اور کہا: اپنے چچا زاد بھائی (علیؓ) کو سمجھاؤ کہ میری مخالفت سے باز آئیں، میں نے کہا: علیؓ ایسے
 آدمی نہیں ہیں جن کو کوئی شہرہ دیا جائے، وہ اپنی صوابدید کے مطابق کام کرتے ہیں، آپ جو چاہتے ہیں
 کہجئے میں ان کو سنبھال دوں گا۔ عثمان غنیؓ ان سے کہہ دو کہ بیٹھ چلے جائیں تاکہ مجھے ان کی حرکتوں (مخالفت
 اور اشتعال انگیزی) سے دکھ اور ان کو میرے کاموں سے کوفت نہ ہو، میں نے علیؓ کو یہ پیغام سنبھادیا
 وہ بیٹھ چلے گئے، جب محاصرہ سخت ہو گیا تو عثمان غنیؓ نے ان کو یہ خط لکھا:-

دائم ہو کہ باڑہ کا پانی نیک نیک پہنچ گیا ہے اور (اؤٹ کے پلان کا) قسمہ تمہنوں
 کے مجھے چاہتا ہے اور وہ لوگ مجھے مارنے کے درپے ہیں جو اپنی مخالفت سے قاصر
 تھے، اِنَّا لَمُفْعِزٌ عَلَیْکَ کَعَا جِزْ ضعیف و لہم یغلبک مثل مغلب شریفوں
 کے لئے کھٹیا اور ادنیٰ لوگوں سے نشا اور عہدہ برآ جو ناجائز مدخل ہوتا ہے۔
 میرے پاس آ جاؤ میں ارہوہ سے بھیجا جاؤ، دوست بن کر یا دشمن، حامی بن کر یا مخالف
 فَاَنْ کنت ماکولاً فکن اَنْت اَحْل و اِلَا فَاَدْرکْنی و لست اَصْرَف
 اگر مجھے قتل کرنا ہے تو تم مجھ کو قتل کرو۔ درنا کر مجھے پالو اس سے پہلے کہ میرے لئے گھر کر دیا جائے

ایک روایت یہ ہے کہ عثمان غنیؓ نے خط نہیں بلکہ ایک معزز قرشی کی معرفت خط سے ملنا چاہا (یعنی
 نہ فتح الحارثیہ و نہ جلاء الحزام البکیتیہ۔ درمیان کہاوتیں جو کچھ حادثہ کے نزدیک ہونے کے موقع پر استعمال کی جاتی ہیں) اؤٹ
 کے پلان کا قسمہ دھپلا جو تہو سے ہی کے تنوں کے پیچھے جا پہنچے تو کجا وہ نیچے آگرتا ہے اور یہ اؤٹ سوا کے لئے
 ایک سخت حادثہ ہے۔ ۱۔ العقد الفرید ۳/۹۳ و کنز العمال ۶/۳۸۹ نیز کامل برمد مصر ۱۱/۹۰ والا مود ایساہ
 ۱۱۱۔ دیکھ اوشی قلقتندی پہلا مصری ایڈیشن۔ ۸۸۔ ۸۹۔ متفرق

صیحا تھا، جس میں شاعر فرزق عہدی کا: فان كنت ما كولا والا شعر بھی تھا۔

رہا یہ سوال کہ محاصرہ کے دوران علی شہید کہاں تھے، شیخ میں یا مدینہ میں تو اس کا تحقیق ہوا۔
یہ ہے کہ وہ مدینہ میں موجود تھے اور مسجد نبوی میں نماز پڑھتے تھے، ابو مخنف آنوی، صلی علیہ السلام
یم النعم وعثمان محصور وبعثت الید عثمان بلبیت المہدی القندی، صلی علیہ وسلم بن شیبہ نے ان
کو مشورہ دیا کہ کہیں باہر چلے جلیے ورنہ آپ پر عثمان غنی کے قتل میں شرکت کا الزام لگے گا تو انہوں
نے یہ مشورہ رد کر دیا تھا، قیاس بھی تسلیم نہیں کرتا کہ ایک امیر دار خلافت جو حکومت و امامت کے
معاہدات سے شدید ترین دلچسپی لیتا رہا تھا اس کے آخری اور فیصلہ کن مرحلوں میں میدان چھوڑ کر
مدینہ سے باہر چلا جاتا عثمان غنی کے بعد ان کی بیوی نائلہ نے امیر معاویہ کو جو خط لکھا تھا اس میں
بھی اس بات کی صاف تصریح ہے کہ وہ مدینہ میں موجود تھے، (دکان علی مع الحنفیہ میں اہل
المدینۃ) اور انہوں نے عثمان غنی کی مدد نہیں کی تھی یہ الفاظ ہیں اغانی میں منقولہ خط کے لیکن اس
خط کا جو نسخہ ہم نے العقد الفرید میں دیکھا اس کے الفاظ سے صرف یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ علی شہید مدینہ
میں موجود تھے بلکہ اس بات کی بھی وضاحت ہوئی ہے کہ وہ باغیوں کی قیادت کر رہے تھے۔ و
اہل مصر قد أسندوا أمرهم إلى علی و محمد بن أبی بکر و عمار بن یاسر و طلحة
و الزبیرؓ

اشاره

الف	ابوزر - ۲۴، ۲۸، ۳۸، ۵۴، ۶۳، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۵۶
آسیاصغری - ۱۴۱ -	۱۵۴، ۱۵۸ -
آبان بن عثمان غنی - ۱۲ -	ابوسفیان - ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۹۳ -
أَبْلَه - ۱۴، ۹۰، ۹۱، ۱۳۰، ۱۳۱ -	ابوطاهر انصاری - ۵۸، ۵۹، ۶۰ -
ابن ابی الحدید - ۵ -	أَبُو عَیْدٍ قَاسِمِ بْنِ سَلَامٍ - ۸۰ -
ابن هشام کوفی - ۱۸۱، ۱۸۵ -	أَبُو عَیْدٍ بَنِ حَبْرَةَ - ۸۱ -
ابن عبد البر - ۸۴ -	أَبُو عَلَیْ جُبَّانٍ - ۹۴، ۱۰۵ -
ابن قتیبه - ۱۸۹ -	أَبُو قَلَابَه - ۱۳۵ -
ابن کلی - ۱۴ -	أَبُو لُؤْلُؤٍ - ۶۴، ۶۸ -
ابن ندیم - ۱۰۹ -	أَبُو خُفَّ اَزْدِی - ۱۹۲ -
ابوبکر صدیق رضی - ۵، ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۴ -	أَبُو یَزِیْدٍ اَشْعَرِی - ۲۱، ۲۵، ۲۸، ۸۴، ۸۵، ۸۹ -
۱۸، ۳۰، ۳۲، ۳۳، ۳۵، ۳۸، ۴۴، ۴۸ -	۹۹، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰ -
۴۹، ۵۳، ۵۵، ۵۶، ۶۱، ۶۳، ۶۴ -	۱۴۱، ۱۴۲ -
۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۸، ۴۹، ۵۸ -	أَبُو بَکْرٍ کَیْ - ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۳۵ -
۴۳، ۴۴، ۹۰، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۲۲ -	أَخْفَ بَنِ قَیْسٍ - ۳۴ -
۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۶۰، ۱۶۲ -	أَحْمَد - ۱۴۱، ۵۱ -
۱۴۸، ۱۴۹، ۱۸۰، ۱۸۳، ۱۸۵، ۱۸۹ -	أَذْرِیجَان - ۳۵، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۳۱ -
ابوجعفر - ۳۵ -	أَرْوَن - ۹۲ -
ابوجعل - ۹۳ -	أَرْسَیْدَه - ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۴۱، ۴۲، ۱۱۹، ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۵۳، ۱۵۴ -

- اُسرار بن زید - ۱۰۱، ۹۲، ۱۴۶ - اُنس بن مالک - ۹۶، ۹۳ -
 اسپین - ۱۳۳، ۸۴، ۱۳۳ - اُنصار - ۳۳، ۳۸، ۱۱، ۵۵، ۵۵، ۹۰، ۹۳، ۹۸، ۱۰۱ -
 اُسد (قبیلہ) - ۱۶ - اُجواز - ۱۳۵ -
 اسکندریہ - ۳۰، ۳۴، ۱۱۴، ۱۱۸ - ایران - ۱۳۵ -
 اُشتر نخوی - ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۳ - اُلیار - دیکھو بیت المقدس -
 ۱۶۵، ۱۶۴، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۴۰، ۱۸۰ - (ب)
 اُغانی - ۱۹۲ - باب الابواب - ۱۵۵ -
 افریقہ - ۳۰، ۳۴، ۴۱، ۸۳، ۸۹، ۹۵، ۹۵ - بئر زوسہ - ۳۳ -
 ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۳ - بئر قیس - ۱۰۰، ۳۹ -
 البحر - ۳۷، ۳۹، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۱ - بحر اسود - ۱۵۸ -
 امام شافعی - ۸۰ - بحر خز - ۱۱۵، ۱۵۸، ۱۵۹ -
 اُم ابان بنت عثمان غنی - ۹۰ - بحر قزقم - ۱۳۳ -
 اُم البنین - ۵۰ - بحر کسپین - دیکھو بحر خز -
 اُم عمرو بنت عثمان غنی - ۹۲، ۹۴ - بحر ترسٹ - ۳۴، ۸۹، ۱۳۱ -
 اُم کلثوم بنت رسول اللہ - ۳۳، ۳۳، ۳۹، ۵۰ - بحرین - ۱۳۲، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۶ -
 اُم کلثوم بنت علی جبدر - ۳۸ - بدر - ۳۳، ۳۳، ۳۹، ۵۰ -
 اُنس - دیکھو اسپین - بطاع - ۱۲۲ -
 اُنڈویشیا - ۱۴۱ - بلا ذری - ۱۴ -
 اُنساب الاشراف بلا ذری - ۱۴، ۳۴، ۱۶۱، ۱۶۳ - بلخیز - ۱۵۹، ۱۶۰ -
 ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۸۱، ۱۸۲ - بلوچ - ۱۴۲ -
 اُنساب قریش زبیر بن عجاج - ۱۰۳ - بلوچستان - ۱۴۲ -

(ج)

- بکر بن دانی (قبیلہ) - ۱۶ -
 بنو امیہ - ۳۲، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱ -
 بنو صفیہ - ۱۳۹، ۱۴۰ -
 بنو زکندہ - ۱۵ -
 بنو زبیر - ۱۰۰ -
 بنو زشم - ۵۳، ۵۴، ۵۵ -
 بویب - ۱۳۰ -
 بیت لحم - ۱۰۰ -
 بیت المقدس (ایلیار) - ۱۵، ۲۰، ۲۱ -
 جاث - ۱۴۲ -
 جاحظ - ۹۱ -
 جرقة - ۱۹۸ -
 جریر بن عبداللہ بن جلی - ۱۳۰ -
 جزارہ - ۱۴۰، ۱۴۱ -
 جفینہ - ۶۸ -
 جندب - ۱۲۴، ۱۲۵ -
 جودی - ۹۰ -

(ح)

- حارث بن حکم - ۹۰ -
 حشر - ۳۲، ۱۳۳ -
 حبیب بن مسلمہ - ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵ -
 حجاز - ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸ -
 حذیفہ بن یمان - ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲ -
 حرقوس بن زہیر - ۱۸۰ -
 حسن بصری - ۵۲ -
 حسن بن علی - ۵۵ -
 حضرت - ۱۹ -
 حنظل - ۹۰ -
 حکم بن عامر - ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷ -
 (ت)
 تاریخ الأمم طبری - ۱۳، ۱۴ -
 تاریخ صغار رازی - ۳۴، ۳۵ -
 تاریخ یعقوبی - ۱۰۲ -
 ترکی - ۱۲۰ -
 تسیم (قبیلہ) - ۱۶ -
 تسیم داری - ۱۰۰ -
 تونس - ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲ -
 تیم (قبیلہ) - ۵۳، ۵۴ -
 (ث)
 ثقیف (قبیلہ) -
 ثغ - ۵ -

۱۵۲، ۱۴۳، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۴۷، ۱۴۹، ۱۴۲، ۱۴۰، ۱۴۱

زید بن ثابت - ۱۴۱، ۱۴۸، ۹۹ -

۱۰۰، ۱۰۳، ۱۱۱، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۲، ۱۳۵، ۱۳۹، ۱۳۹

زید بن خطاب - ۳۸ -

۱۴۴، ۱۵۴، ۱۶۱، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۸۸ -

زینب بن جحش - ۴۹، ۴۷، ۴۵ -

نجر - ۱۰۰، ۳۹ -

(س)

شرح نوح البلاء - ۱۰۲، ۵

بختان - ۹۰ -

شط - ۱۴۱، ۱۴۰ -

نیرت - ۸۲، ۸۱ -

شعی - ۱۱۵، ۵۲ -

سید بن ابی وقاص - ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸ -

شعیب - ۱۸۴ -

۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹ -

شید بن ربیع - ۵۰ -

۱۰۵، ۱۰۴، ۱۰۳، ۱۰۲ -

(ص)

سید بن عاص - ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹ -

صالح - ۱۸۴ -

۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹ -

مرتد ابن الاکوع - ۳۹ -

۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶ -

صفین - ۷۹ -

۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲ -

ضار - ۱۰۴ -

سلان بن ربیع - ۱۵۵، ۱۵۴ -

صور - ۱۱۸ -

سلان فارسی - ۵۶ -

(ط)

شمینہ - ۹۰ -

طائفت - ۳۹، ۴۰ -

شده - ۱۴۱، ۱۴۲ -

طارق - ۱۳۲ -

سودان بن حمران - ۱۸۲ -

طبری - ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰ -

سیف بن عمر - ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹ -

طبیقات ابن سعد - ۱۳۵، ۸۲، ۸۳ -

(ش)

طرائس - ۱۲۸ -

شام - ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹ -

قَطَطُطِينِيَّة - ۱۱۴، ۱۳۱، ۱۳۳ -

قَفْص - ۱۳۲ -

تیس (قبیلہ) - ۱۶ -

تُوہستان - ۳۴ -

تیس بن کشوج مرادی - ۳۵ -

(ک)

کابل - ۹۰ -

کتاب الامم شافعی - ۸۰ -

کتاب الاحوال ابو سعید قاسم بن سلام - ۸۰ -

کتاب الخراج ابو یوسف - ۸۰ -

کتاب الخراج یحیی بن آدم قرشی - ۸۱، ۸۰ -

کتاب السیفہ قادری - ۱۰۳ -

کتاب الشوری و اقدی - ۱۰۳ -

کتاب المحاربت ابن تیبہ - ۹۰ -

کتاب الولاء والقضاء کنندی - ۸۹ -

کچھ - ۱۳۲ -

کرمان - ۳۹ -

کعب بن خبک - ۱۳۴، ۱۲۸ -

کعب بن سعید - ۱۶۵، ۱۶۶ -

کلب (قبیلہ) - ۱۵۳ -

کلیل بن زیاد نخعی - ۱۳۸، ۱۶۱ -

کِنَانہ (قبیلہ) - ۹۳ - کنندی - ۱۹ -

کوز - ۲۵، ۳۰، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۴۵، ۸۵ -

۸۶، ۸۷، ۹۲، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۲۲، ۱۲۳ -

۱۳۶، ۱۳۸، ۱۴۳، ۱۴۵، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۵۰، ۱۵۱ -

۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۵، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۵ -

۱۶۶، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳ -

۱۷۴، ۱۷۵، ۱۸۰، ۱۸۲ -

(گ)

گجرات - ۱۳۲ -

(ل)

لنگا - ۱۳۱ -

لوطی - ۶، ۱۸۴ -

لیبیا - ۳۶، ۸۹، ۱۲۸ -

لیسلی - ۹۷ -

(م)

مؤلفہ القلوب - ۷۵ -

محمد بن ابی بکر صدیق - ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶ -

۱۶۷، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۹۲ -

محمد بن ابی حذیفہ - ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴ -

۱۷۵، ۱۷۶ -

محمد بن اسحاق - ۱۳ -

نافع أبو عبد الله - ٢١ -

۹۰ - حاج

خجند - ۱۰۰

بخران - ۱۴۱، ۱۴۴.

بخرانہ - ۱۲۲ -

نَجْم - ۱۹.

نمذة المصنفين - ٥ -

نصر بن حجاج - ۱۰۲ -

فیتع - $AP \perp AI$ -

نتیجہ البلاغہ - ۵ -

نہراۃ - ۹۱۹ -

نہرام عبداللہ بن عامر - ۹۰، ۹۱۔

نیرافند - ۱۳۲ -

زوج - ۱۸۶ -

نوشیرواں - ۱۵۹ -

توفیق - ۳۲ -

(8)

ہاشم - ۳۲ -

محبر ۷۵۔

هَذَا (قبيل) ٨٥.

مهرمزان - ۶۸ -

هند - ۱۴۱ -

شماره - ۱۸۴ -

(9)

ولید بن عقبہ - ۲۵، ۲۶، ۴۴، ۴۷، ۸۷

'10'119 '114 '115 '1-6'1-y '98 'AA

[illegible]

1941, 1942, 1943, 1944, 1945, 1946, 1947, 1948, 1949, 1950, 1951, 1952, 1953, 1954, 1955, 1956, 1957, 1958, 1959, 1960, 1961, 1962, 1963, 1964, 1965, 1966, 1967, 1968, 1969, 1970, 1971, 1972, 1973, 1974, 1975, 1976, 1977, 1978, 1979, 1980, 1981, 1982, 1983, 1984, 1985, 1986, 1987, 1988, 1989, 1990, 1991, 1992, 1993, 1994, 1995, 1996, 1997, 1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 26

(5)

۱۱۸ - ۱۱۹

یا قوت - ۱۴۱۔

یحییٰ بن آدم قرشی - ۸۰ -

زندگدو - ۴۵ -

زید بن اُمیّ سُفیان - ۹۳ -

زبد بن قیس - ۱۶۸ -

بیقرانی - ۱۰۹ -

يعلى من مُنبره - ٢٣ -

[illegible]

بین - ۳۲، ۴۳، ۵۱، ۶۳، ۷۲، ۸۳، ۹۳، ۱۰۳، ۱۱۳، ۱۲۳، ۱۳۳۔

تبع - ۳۹، ۴۷، ۱۰۰، ۱۵۱، ۱۹۲ -

پورپ - ۳۰ -

اغلاط

صحيح	غلط
۱ در علی	صفء ۱۱ سطر علی
تقابل	صفء ۱ سطر ۱۲ تقابل
بدوی	صفء ۱۱ سطر ۳ بدی
اخبار	صفء ۱۲ سطر ۳ جنار
شنن	صفء ۱۳ سطر ۲۰ شنن
کیا	صفء ۱۵ سطر ۱۶ یا
کنیسیون	صفء ۲۰ سطر ۳ نییون
ام کلثوم	صفء ۳۶ سطر ۱۵ ام کلثوم
مالک	صفء ۳۴ سطر ۸ مک
عبدالله بن عباس	صفء ۳۲ سطر ۳ عبدالله بن عباس
قصرأ	صفء ۹۰ سطر ۱۲ قصر
لیعلوا	صفء ۹۰ سطر ۱۲ لیعلوا
اجواد (سطر ۱۶)	صفء ۹۱ سطر ۱۴ کتجیره
حنجج	صفء ۱۰۳ سطر ۱۱ حجاج
ابن سعود	صفء ۱۰۶ سطر ۸ بن سعود
سعيد	صفء ۱۰۷ سطر ۱۴ سعد
عبدالله بن سعد	صفء ۱۰۸ سطر ۳ عبدالله بن سعود